مکتوبات امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ

مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ

کے اسرار شریعت اور معارف طریقت سے
بھرپور گرانقدر مجدّدانہ مکاتیب

(جلد اوّل)

مترجم

حضرت مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

اسلامی کتب خانہ اردو بازار لاہور

نام کتاب	مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ (جلد اول)
تالیف	مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
تعداد	1000
مطبع	رضا پرنٹر
ناشر	اسلامی کتب خانہ' اردو بازار لاہور
قیمت	

ملنے کے پتے:-

مکتبہ رحمانیہ:	اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور
	فون: 7221395-7224228
خزینہ علم و ادب	الکریم مارکیٹ' اردو بازار لاہور
	فون: 7314169
مکتبۃ العلم	18-اردو بازار، لاہور
	فون: 7231788-7225231

آپ وہیں مدفون ہوئے۔

آپ کے متفرق حالات

چند ہی عرصہ میں آپ کے کمالات کا عالمگیر شہرہ ہوگیا۔ مور و ملخ کی طرح خلقت کا ہجوم ہوا۔ ہر ملک میں آپ کے خلفاء پہنچ گئے۔ رات دن بازار ہدایت گرم ہوا۔ فرمانروایان ایران، توران، بدخشان نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ بادشاہ ہند کے لشکر میں بھی شیخ بدیع الدین آپ کے نامور خلیفہ مشغول خلقہ توجہ تھے۔ ہزار ہا آدمی ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے۔ اکثر ارکان دولت نے بیعت کی شرک و بدعت سے نفرت بڑھی۔ شدہ شدہ یہ خبر آصف خاں وزیراعظم کو جو شیعی المذہب تھا، پہنچی اور وہ پہلے سے حضرت کے حالات سنے ہوئے تھا کہ آپ کو مذاہب باطلہ کی تردید سے خاص دلچسپی ہے ایک رسالہ رد روافض بھی تحریر فرمایا ہے۔ اس کو شیخ بدیع الدین کا لشکر میں قیام اور کسب کے طریقہ کی اشاعت بہت ناگوار ہوئی اور شب و روز موقع کی جستجو میں تھا کہ ایک روز بادشاہ کو تنہا پا کر عرض کیا کہ حضور سرہند کے ایک مشائخ زادہ نے جو علوم غریبہ میں ماہر ہے اور اس نے مختلف درویشوں سے خلافت پائی ہے۔ دعویٰ مجددیت کا کیا ہے۔ صدہا آدمی اس نے خلیفہ کر کے ملک در ملک بھیج دیئے ہیں۔ ہزار ہا بلکہ لکھوکھا آدمی اس کے خلفاء کے مرید ہوگئے ہیں۔ کئی بادشاہ ممالک غیر حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے۔ ہمارے لشکر میں بھی اس کا ایک خلیفہ مقیم ہے۔ اکثر امراء سلطانی، خانخاناں، سید صدر جہاں، خانجہاں، خان اعظم، مہابت خان، تربیت خاں، اسلام خاں، سکندر خاں، دریا خاں، مرتضیٰ خاں وغیرہ اس کے مرید حلقہ بگوش ہوگئے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ اس نے ایک لاکھ سوار مسلح اور بے شمار پیادہ تیار کیئے ہیں۔ خوف ہے کہ غفلت میں کوئی شکل ظہور پذیر نہ ہوجائے جس قدر اس کے معتقدین ہیں۔ اول ان کا دور دراز فاصلہ پر تبادلہ کر دیا جائے تو ہر ایک کا انتظام آئندہ ہوسکے گا۔ بادشاہ کو وزیر کی رائے پسند آئی اور دوسرے روز ہی علی الصباح دربار خاص منعقد کر کے خانخاناں کو ملک دکن کی صوبہ داری پر اور سید صدر جہاں کو ملک بنگال کی صوبہ داری پر اور خانخاناں کو ملک مالوہ کی صوبہ داری پر مہابت خاں کو کابل کی صوبہ داری پر اور اسی طرح سے چار سو حکام کو جو آپ کے معتقد خاص تھے دور دراز ملکوں کا حاکم بنا کر بھیج دیا جب ان کے مقامات مبتدلہ پر پہنچنے کی اطلاع وصول ہوگئی تو بادشاہ

نے ایک فرمان حضرت کے نام جس میں آپ کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر کے آپ کو معہ جملہ مریدین و معتقدین دعوت دی گئی تھی۔ ذریعہ حاکم سرہند روانہ کیا اور حاکم موصوف کو تاکید کی کہ خود حاضر ہو کر پیشکش کرے۔

وہاں وہ انتظام ہو رہا تھا اور یہاں روزانہ حضرت اقدس تمام واقعات بادشاہی اپنے خدام کے روبرو بیان فرماتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک روز ارشاد فرمایا کہ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اُوْذِيَ یعنی کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کو راہ خدا میں تکلیف نہ ہوئی ہو۔ وَمَا مِنْ وَلِيٍّ اِلَّا وَابْتُلِيَ یعنی کوئی ولی ایسا نہیں ہے جس کو بلاؤں میں نہ رکھا گیا ہو۔ وَالْبَلَاءُ بِقَدْرِ الْوَلَاءِ یعنی بلا بقدر محبت آتی ہے پھر فرمایا کہ ہمارے حالات اور اعمال کو اولیاء اللہ کے حالات اور اعمال سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔ مگر کسی نبی کو خواہ وہ یوسف علیہ السلام ہوں یا ایوب علیہ السلام یا کوئی اور ہوں۔ بغیر جلال کی سیر کے سلوک پورا نہیں ہوسکتا اور اب مرضی الٰہی ایسی ہی معلوم ہوتی ہے کہ ہم کو ایسی سیر کرائی جائے کہ حاکم سرہند حکم شاہی لیکر حاضر ہوا۔ آپ نے صاحبزادگان حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم کو کوہستان کی طرف رخصت کیا اور اہل عیال کو دلاسا دے کر مع حاضر الوقت مریدین لشکر سلطانی کی طرف راہی ہوئے۔

جب لشکر میں پہنچے اعزاز و احترام کے ساتھ آپ کا استقبال کیا گیا اور آپ ان خیموں میں جو پہلے سے آپ کے لئے استادہ تھے، مقیم ہوئے۔

جب آپ کو بادشاہ کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا تو آئین دربار کے بموجب نہ آپ نے سلام کیا اور نہ سجدہ۔ تو بادشاہ کے ندیموں نے آپ کو اشارہ سے سمجھایا۔ آپ نے آواز بلند فرمایا کہ اس وقت تک یہ پیشانی غیر اللہ کے لئے نہیں جھکی اور نہ آئندہ امید ہے۔ (رباعی)

شاہ است حسین پادشاہ است حسین — دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نداد دست در دست یزید — حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

بادشاہ پر اس گفتگو کا بڑا اثر ہوا اور خوفزدہ ہو کر وزیر سے مشورہ کیا کہ واقعی بڑا بے باک شخص ہے اس کو دربار سے اس طرح جانے نہ دیا جائے ورنہ خوف فساد و فتنہ ہے۔ وزیر نے رائے دی کہ ان کو اگر بالفعل قلعہ گوالیار میں نظر بند رکھا جائے تو مناسب ہے آپ کو مع ہمراہین قلعہ میں بھیج دیا گیا۔

الرسالة القبرصية

لشيخ الإسلام ابن تيمية

٦٦١ — ٧٢٨

بتقديم وتحقيق

علي السيد صبح المدني

عفا الله عنه

١٣٩٩ هـ — ١٩٧٩ م

مكتبة المدني ومطبعتها

بجدة - سوق الندى ت ٣٤١٢٣٦١٢٠

وفى رواية « : حتى إذا لم يبق عالم أخذ الناس رؤساء جهالا فسئلوا فأفتوا بغير علم فضلّوا وأضلّوا » .

وعن أنس قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : « سيكون فى آخر الزمان عباد جهّال ، وقرّاء فسقة » أخرجه أبو نعيم .

قال القرطبي : وهو صحيح معنًى ، لما ظهر فى الوجود من ذلك !!!

قال مكحول : يأتى على الناس زمان يكون عالمهم أنتن من جيفة حمار .

وعن معاذ بن جبل ، قال : سيبلى القرآن فى صدور أقوام كما يبلى الثوب فيتهافت ، يقرأونه فلا يجدون له شهوة ولا لذّة ، يلبسون جلود الضأن على قلوب الذئاب ، أعمالهم طمع لا يخالطه خوف ، إن قصروا قالوا : سنبلغ ، وإن أساءوا ، قالوا : سيغفر لنا ، وإنا لا نشرك بالله شيئا » أخرجه أبو محمد الدارمى .

وعن سلامة بن الحرّ ، قال : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : « إن من أشراط الساعة أن يتدافع أهل المسجد إماما ،

تاریخ الخلفاء

تصنیف

امام جلال الدین سیوطی

ترجمہ

محمد منشا تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (پاکستان)

ناشر:۔ شبیر برادرز ۴۰ اردو بازار لاہور (پاکستان)

747 ہجری میں الکامل مقتول ہوا اور اس کا بھائی امیر حاج بادشاہ ہوا اور الناصر اپنا لقب مقرر کیا۔

749 ہجری میں ایسا طاعون پڑا کہ اس جیسا کبھی نہیں سنا گیا تھا۔

752 ہجری میں الناصر معزول ہوا اور اس کا بھائی صالح تخت نشین ہوا۔ یہ آٹھواں شخص تھا جو اولا د الناصر محمد بن قلاوون سے تخت پر بیٹھا۔ شیخو اس کا اتا بک تھا۔ صاحب مسالک نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے یہی اتا بک امیر کبیر کے لقب سے ممتاز ہوا تھا۔

الحاکم کے عہد میں ان علماء نے وفات پائی:۔

حافظ ابوالحاج مزی' تاج عبدالباقی یمنی' شمس عبدالہادی' ابوحیان' ابن الوردی' ابن لبان' ابن عدلان' ذہبی ابن فضل اللہ' ابن قیم جوزی' فخر مصری شیخ الشافعیہ' تاج مراکشی وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

المعتضد باللہ ابوالفتح

المعتضد باللہ ابوالفتح ابوبکر بن المستکفی اپنے بھائی (الحاکم بامراللہ ابوالعباس احمد بن المستکفی) کی وفات کے بعد 753 ہجری میں تخت نشین ہوا۔ نہایت متواضع' دیندار اور اہل علم کو دوست رکھنے والا شخص تھا۔ جمادی الاولیٰ 767 ہجری میں فوت ہوا۔

اس کے عہد میں درج ذیل واقعات وقوع پذیر ہوئے:

عجیب بات

ابن اثیر وغیرہ لکھتے ہیں کہ 754 ہجری میں طرابلس میں ایک لڑکی تھی جس کا نام نفیسہ تھا۔ تین مردوں سے اس کا نکاح ہوا۔ مگر کوئی اس پر قادر نہ ہو سکا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ رتقاء ہے۔ جب اس کی عمر پندرہ برس کی ہوئی' اس کے پستان غائب ہو گئے اور پھر اس کی شرمگاہ سے گوشت بلند ہونا شروع ہوا اور بڑھتے بڑھتے مرد کا آلہ تناسل بن گیا اور خصیتین بھی ظاہر ہو گئے۔ یہ عجیب بات محضرون میں لکھی گئی۔

755 ہجری میں الملک الصالح کو معزول کر کے پھر الناصر حسن کو اس کی جگہ مقرر کیا گیا۔

نئے پیسے

756 ہجری میں دینار کے برابر اور اس کے ہم وزن نئے پیسے بنائے گئے جو ایک درہم

تاریخ الخلفاء

تصنیف

امام جلال الدین سیوطی

ترجمہ

محمد منشا تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔ (پاکستان)

ناشر:۔ شبیر برادرز۔ اُردو بازار لاہور (پاکستان)

ابن معتز کو قید کر دیا اور چند روز کے بعد قید خانہ سے اس کی لاش ہی نکلی۔

کمر باندھ لی

اس طرح مقتدر کا تسلط بیٹھ گیا۔ ابوالحسن علی بن محمد بن فرات عہدۂ وزارت پر سرفراز ہوا جس نے عدل و انصاف پر کمر باندھ لی اور مقتدر کو بھی عدل کی ہی ترغیب دی۔ سب ظلم مٹا دیئے۔ مقتدر نے تمام امور تو اس کے سپرد کر دیئے اور خود لہو ولعب میں مشغول ہو گیا اور تمام خزانوں کو تلف کر دیا۔

خدمت کا حکم

اسی سال مقتدر نے حکم دیا یہود و نصاریٰ سے خدمت لی جائے اور یہ زین کی بجائے صرف پالان پر سوار ہوا کریں۔

زیادۃ اللہ اغلب

اسی سال مغرب میں مہدی کاذب کا غلبہ ہوا اور لوگوں نے اس کی امامت اور خلافت کو تسلیم کر لیا۔ چونکہ اس نے عدل و انصاف لوگوں میں پھیلایا تھا اس لیے سب اس کی طرف مائل ہو گئے اور مغرب کا تمام کا تمام ملک اس کے قبضہ میں چلا گیا۔ افریقہ کا حاکم زیادۃ اللہ بن اغلب بھاگ کر مصر چلا آیا اور وہاں سے عراق میں آ پہنچا۔ اس طرح مغرب بنی عباس کی سلطنت سے نکل گیا۔ بس اس تاریخ سے ان کی سلطنت میں ضعف آنے لگا۔ اس طرح سے ان کی تمام ممالک اسلامیہ پر ایک سو ساٹھ برس سے زیادہ حکومت رہی ہے۔

پہاڑ دھنس گیا

ذہبی کہتے ہیں۔ مقتدر کی صغرسنی کے باعث نظام سلطنت میں بڑا خلل آ گیا تھا۔

300 ہجری میں دینور کے قریب ایک پہاڑ زمین میں دھنس گیا اور اس کے نیچے سے اس قدر پانی نکلا کہ جس سے بہت سے گاؤں برباد ہو گئے۔

اللہ اللہ ہے

اس سال میں ایک خچر (مذکر) نے بچہ جنا۔ خدا کی قدرت جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

كتاب اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الاكابر
للامام العارف بالله تعالى سيدى عبد
الوهاب الشعرانى نفعنا
الله والمسلمين به
آمين
م

جلد 2 * ایک ہی جلد میں دونوں جلدیں ۲۸ صفحہ 264

النعوت الالهية اوالكونية * (فالجواب) هي من النعوت الالهية اثبت حكمها في الجناب الالهي الاسم السميع واثبت حكمها صيغة الامر الذى في الدعاء المأمور به واجابة الحق تعالى عباده فيما سألوه فيه فليست النبوة بمعقول زائد على هذا الذى ذكرناه الا انه تعالى لم يطلق على نفسه من ذلك اسما كما اطلق في الولاية فسمى نفسه وليا وما سمى نفسه نبيا مع كونه اخبرنا وسمع دعاءنا ذكره الشيخ في الباب الخامس وخمسين ومائة * (فان قلت) فما معنى قوله تعالى وما أرسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى ألقى الشيطان في امنيته كيف وصل الى قلب الرسول والنبي مع انهما معصومان منه (فالجواب) كما قال الشيخ في الباب السادس من الفتوحات ان الانبياء عليهم السلام انما عصموا من العمل بوسوسة الشيطان فقط فهو يلقى اليهم ولا يعملون بقوله لعصمتهم فليس له على قلوب الانبياء من سبيل فالعصمة حقيقة انما هي من العمل بما يلقى لا من الالقاء لاجل الآية المذكورة في السؤال بخلاف قلوب الاولياء فقد يعملون بما يلقى اليهم ان لم تحفهم عناية الحفظ ولما علم ابليس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم معصوم من العمل بقوله لعصمة قلبه من استشراف ابليس عليه جاءه في الصلاة بشعلة نار مخيلة فرمى بها في وجهه وكان غرض الشيطان ان يفتن بذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صلاته وعن الاقبال عليها لما رأى ماله في الصلاة من الخير اذ هو لعنه الله حسود لبنى آدم بالطبع فتأخر النبي صلى الله عليه وسلم الى خلفه ولم يقطع الصلاة وأخبر بذلك أصحابه * (خاتمة ان قلت) هل يمتنع رسالة نبيين معا في آن واحد الى شخص واحد (فالجواب) كما قاله الشيخ في الباب الرابع والعشرين من الفتوحات نعم يمتنع رسالتهما الا ان يكونا ينطقان في رسالتهما بلسان واحد في آن واحد كموسى وهارون عليهما السلام قال تعالى فيهما اذهبا الى فرعون انه طغى فقولا له قولا لينا الى آخر النسق فلم يكن لكل منهما عبارة تخصه دون الآخر لا سيما وموسى عليه الصلاة والسلام يقول عن هارون هو أفصح مني لسانا انتهى والله أعلم

* (المبحث الرابع والثلاثون في بيان صحة الاسراء وتوابعه وانه رأى من الله تعالى صورة ما كان يعلمه منه في الارض لا غير وما تغيرت عليه صلى الله عليه وسلم صورة اعتقاده حال كونه في الارض) *

اعلم ان الاصل في قصة الاسراء قوله تعالى سبحان الذى اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذى باركنا حوله لنريه من آياتنا انه هو السميع البصير قال الشيخ محيي الدين والضمير في قوله انه راجع الى رسول الله صلى الله عليه وسلم لا الى البارى جل وعلا واطال في ذلك ثم قال فنقل الحق تعالى محمدا صلى الله عليه وسلم من مكان الى مكان الا ليريه ماخص تعالى به ذلك المكان من الآيات والعجائب الدالة على قدرته تعالى من حيث وصف خاص لا يعلم من الله تعالى الا بتلك الآية كانه تعالى يقول ما اسريت بعبدى الا لرؤية الآيات لا الى لانه لا يحوينى مكان ونسبة الامكنة الى نسبة واحدة وكيف اسرى بعبدى الى وانا معه حيث كان (فان قلت) فما بقي الا أن رؤية الملك في دسكرة

ملكه وجنوده اعلى فى التعظيم وحصول الهيبة من رؤيته وهو متنكر وانما كان تعالى
لا يحويه مكان لان المكان المعقول هو من سقف العرش الى تخوم الارضين وذلك
كالذرة بالنسبة لما فوق العرش ولما تحت التخوم فان صعد العرش الى ابد الآبدين
لا يجد بعده سقفا أو نزل العرش أبد الآبدين لا يجد له ارضا ومن رأى الوجود هذه الرؤية
بعد عن القول بالجسمية تعالى الله رب العالمين عن ذلك قال الشيخ محيي الدين فى الباب
السابع والستين وثلثمائة ولما أراد الله سبحانه وتعالى ان يرى محمدا صلى الله عليه وسلم
من آياته ما شاء انزل الله تعالى اليه جبريل عليه الصلاة والسلام وهو الروح الامين
بدابة تسمى البراق اثباتا للاسباب وتقوية له ليريه العلم بالاسباب ذوقا كما جعل
الاجنحة للملائكة اعلاما بثبوت الاسباب التى وضعها فى العالم والبراق دابة برزخية
فانه دون البغل الذى تولد من جنسين مختلفين وفوق الحمار الذى تولد من جنس واحد
وذلك لحكمة تعلمها أهل الله تعالى فركبه صلى الله عليه وسلم واخذه جبريل عليه
السلام وسار به فى الهواء قال الشيخ محيي الدين والبراق للرسل مثل فرس النوبة الذى
يخرجه المرسل للمرسل اليه ليركبه تعظيما له فى الظاهر وأما فى الباطن فمعناه انه لا يصل الى
حضرته الا بما كان منه تعالى لا على ما يكون لغيره فهو تشريف وتنبيه لمن لا يدرى
مواقع الامور فلما جاء صلى الله عليه وسلم الى البيت المقدس ونزل عن البراق وربطه
بالحلقة التى تربطه بها الانبياء قبله كل ذلك اثباتا للاسباب فانه ما من رسول الا وقد اسرى
به راكبا على ذلك البراق ولكن رسول الله صلى الله عليه وسلم اختص عنهم فى اسرائه
بامور عرفها اهل الله عز وجل فان قلت فما الحكمة فى ربطه صلى الله عليه وسلم مع
علمه بانه مأمور (فالجواب) انما ربطه اثباتا لحكم العادة التى اجراها الله تعالى فى
الدابة ولو انه أوقفه من غير ربطه لما وقف ولكن حكم العادة منعه من ذلك الا تراه
صلى الله عليه وسلم كيف وصف البراق بانه شمس وهو من شأن الدواب التى تركب وانه
قلب بحافره القدح الذى كان يتوضأ به صاحبه فى القافلة التى لقيته فى طريق مكة
ووصف البراق بانه يعثر ولعثوره والذى أوجب قلب الآنية يعنى القدح ولما جاء
جبريل عليه السلام الى النبى صلى الله عليه وسلم قال له يا محمد اركب فركبه صلى الله
عليه وسلم ومعه جبريل وطار به البراق فى الهواء واخترق به الجو فعطش صلى الله
عليه وسلم واحتاج الى الشرب فأتاه جبريل باناءين اناء لبن واناء خمر وذلك قبل تحريم
الخمر فعرضهما عليه فتناول اللبن فقال له جبريل عليه السلام اصبت الفطرة أصاب الله
بك امتك ولذلك كان صلى الله عليه وسلم يتأول اللبن بالعلم فلما وصلا الى السماء الدنيا
فاستفتح جبريل فقال له الحاجب من هذا فقال له جبريل قال من معك قال محمد
صلى الله عليه وسلم قال أوقد بعث اليه قال قد بعث اليه ففتح فدخل جبريل ومحمد
فاذا آدم عليه السلام وعن يمينه اشخاص بنيه السعداء عمرة الجنة وعن يساره نسم بنيه
الاشقياء عمرة النار ورأى رسول الله صلى الله عليه وسلم صورته فى الاشخاص
السعداء فشكر الله تعالى وعلم عند ذلك كيف يكون الانسان فى مكانين وهو

عينه لاغيره فكان له الصورة المرئية والصور المرئيات فى المرآة الواحدة والمرائى فقال مرحبا بالابن الصالح والنبى الصالح ثم عرج فى البراق وهو محمول عليه فى الفضاء الذى بين السماء الاولى والسماء الثانية فاستفتح جبريل السماء الثانية كما فعل فى الاولى وقال وقيل له فلما دخل اذا بعيسى عليه السلام بجسده عينه فانه لم يمت الى الآن بل رفعه الله الى هذه السماء واسكنه فيها وحكمه فيها قال الشيخ محيى الدين وهو شيخنا الاول الذى رجعنا الى الله تعالى على يديه وتبنا وله عليه الصلاة والسلام بنا عناية عظيمة لا يغفل عنا ساعة واحدة فرحب وسهل ثم عرج الى السماء الثالثة فاستفتح فقال وقيل له فقتح فاذا بيوسف عليه السلام فسلم عليه ورحب به وسهل وجبريل فى هذا كله يسمى له ما يراه من هؤلاء الاشخاص ثم عرج به الى السماء الرابعة فاستفتح فقال وقيل له ففتح فاذا بادريس عليه السلام جسمه فانه ما مات الى الآن بل رفعه الله الى هذه السماء واسكنه فيها قال تعالى ورفعناه مكانا عليا وهو هذه السماء قلب السموات فسلم عليه ورحب وسهل ثم عرج به الى السماء الخامسة فاستفتح فقال وقيل له ففتح فاذا بهارون عليه الصلاة والسلام ويحيى بن زكريا فسلما عليه ورحبا به ثم عرج به الى السماء السادسة فاستفتح فقال وقيل له ففتح فاذا بموسى عليه السلام فسلم ورحب وسهل ثم عرج به الى السماء السابعة فاستفتح فقال وقيل له ففتح فاذا بابراهيم عليه السلام مسند ظهره الى البيت المعمور فسلم عليه ورحب وسهل وسمى له البيت المعمور الضراح فنظر اليه وصلى فيه ركعتين وعرفنا عليه السلام انه يدخله كل يوم سبعون ألف ملك من الباب الواحد ويخرجون من الباب الآخر فالدخول من باب مطالع الكواكب والخروج من باب مغاربها واخبر أن أولئك يخلقهم الله تعالى كل يوم من قطرات ماء الحياة التى تسقط من جبريل حين ينتفض كما ينتفض الطائر عندما يخرج من الماء عند انغماسه فى نهر الحياة فان له فى كل يوم غمسة فيه ثم عرج به الى سدرة المنتهى فاذا نبقها كالقلال وورقها كآذان الفيلة فرآها وقد غشاها الله تعالى من النور ما غشى فلا يستطيع أحد ان ينعتها الان البصر لا يدركها حتى ينعتها لشدة نورها وراى يخرج من أصلها أربعة أنهار نهران ظاهران ونهران باطنان فأخبره جبريل ان النهرين الظاهرين النيل والفرات والنهرين الباطنين نهران يمشيان الى الجنة وان النيل والفرات يرجعان يوم القيامة الى الجنة وهما نهر العسل واللبن فى الجنة قال الشيخ وهذه الانهار تعطى لشاربها علوما متنوعة يعرفها أصحاب الاذواق فى الدنيا وأخبره ان اعمال بنى آدم تنتهى الى تلك السدرة وانها مقر الارواح فهى نهاية لما ينزل مما هو فوقها ونهاية لما يعرج اليها مما هو دونها وبها مقام جبريل عليه السلام وهنالك منصته فنزل صلى الله عليه وسلم عن البراق بهذه المنصة وجيء اليه بالرفرف وهو نظير المحفة عندنا فقعد عليه وسلمه جبريل الى الملك النازل بالرفرف فسأله الصحبة ليأنس به فقال له لا اقدر لو خطوت خطوة لاحترقت فما منا الا له مقام معلوم وما اسرى الله تعالى بك يا محمد الا ليريك من آياته فلا تغفل فودعه وانصرف مع ذلك الملك والرفرف يمشى به الى ان ظهر لمستوى سمع فيه صريف القلم والاقلام فى الالواح

وهى

وهي تكتب مما يجريه الله تعالى في خلقه وما تنسخه الملائكة من اعمال عباده وكل قلم ملك قال تعالى انا كنا نستنسخ ما كنتم تعملون ثم زج به في النور زجة فأفرده الملك الذي كان معه وتأخر عنه فلم يره فاستوحش لما لم يره معه وبقي لا يدري ما يصنع وأخذه هيمان مثل السكران في ذلك النور وأصابه الوجد فأخذ يميل ذات اليمين وذات الشمال واستفرغه الحال وكان تمايله كتمايل السراج اذا هب عليه نسيم رقيق لا يطفيه وكان سبب الهيمان سماع ايقاع تلك الاقلام وصريفها أي صوتها في الالواح فأعطت من النغمات المستلذة ما اداه الى ما ذكرنا من سريان الحال فيه وحكمه عليه فتقوى بذلك الحال فعلم أن الرفرف ما تدلى له الا لكون البراق له مكان لا يتعداه كجبريل عليه السلام لما بلغ الى المكان الذي لا يتعداه وقف فلو أن الحق تعالى أراد بجبريل الصعود فوق ذلك المقام لصعد الا أنه ولا مثل ما حل لرسول الله صلى الله عليه وسلم فان عروجه انما كان لعروج البراق بحكم التبعية والحركة القسرية وكذلك المقام الرفرفي لما وصل الى مقام لا يتعداه زج به في النور فغمره النور من جميع نواحيه كما بسطه الشيخ في الباب الرابع عشر وثلثمائة وسيأتي الكلام على عروج الملائكة في محلها ان شاء الله تعالى ثم انه صلى الله عليه وسلم لما تقوى بالحال اعطاه الله تعالى في نفسه علما علم به ما لم يكن يعلمه قبل ذلك عن وحي من حيث لا يدري وجهته فطلب الاذن في الرؤية بالدخول على حضرة ربه الخاصة فرأى صوتا يشبه صوت أبي بكر وهو يقول يا محمد قف ان ربك يصلي فراعه ذلك الخطاب وقال في نفسه أربي يصلي فلما وقع في نفسه هذا التعجب من هذا الخطاب وأنس بصوت أبي بكر رضي الله عنه فتلا عليه هو الذي يصلي عليكم وملائكته فعلم عند ذلك ما هو المراد بصلاة الحق تعالى فلما فرغ تعالى من الصلاة مثل قوله تعالى سنفرغ لكم أيها الثقلان مع انه تعالى لا يشغله شأن عن شأن ولكن لما كان لخلقه لاصناف العالم أزمنة مخصوصة وأمكنة مخصوصة لا يتعدى بها زمانها ولا مكانها لما سبق في علمه ومشيئته صح قوله تعالى سنفرغ لكم من هذه الحيثية أي فان ربك قد سبق في علمه انه لا يجمع بين شغلين ترتب أحدهما على الآخر في آن واحد وظهر بذلك شدة الاعتناء برسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يقيمه في مقام التفرغ له بحكم التنزل الالهي للعقول فهو تنبيه على العناية به والله أعلى وأجل في نفس نبيه صلى الله عليه وسلم من ذلك ثم أمر صلى الله عليه وسلم بالدخول لتلك الحضرة الشريفة فأوحى الله تعالى اليه في تلك الحضرة ما أوحى ورأى عين ما كان يعلم لا غير وما تغيرت عليه صلى الله عليه وسلم صورة اعتقاده وذكر الشيخ رجوعه عليه الصلاة والسلام من تلك الحضرة ومراجعته لموسى في شأن الصلوات الى ان قال ثم ودع رسول الله صلى الله عليه وسلم موسى وانصرف نازلا الى الارض قبل طلوع الشمس قال الشيخ وكان هذا الاسراء بجسمه الشريف وكان الاسراء بروحه صلى الله عليه وسلم ويكون رؤيا رآها كما يرى النائم في نومه ما انكره أحد من قريش ولا نازعه فيه وانما أنكروا عليه كونه أعلمهم ان الاسراء كان بجسمه الشريف في تلك المواطن التي دخلها كلها

(فان قلت) فكم كانت اسراآته صلى الله عليه وسلم (فالجواب) كما قاله الشيخ في الباب الرابع
عشر وثلثمائة انها كانت أربعا وثلاثين مرة واحدة بجسمه والباقي بروحه رؤيا رآها قال
ومما يدلك على أن الاسرا ليلة فرض الصلاة كان بالجسم ما ورد في بعض طرق الحديث
انه صلى الله عليه وسلم استوحش لما زج به في النور ولم ير معه أحدا اذ الارواح لا توصف
بالوحشة ولا بالاستيحاش قال وكذلك مما يدل على ان الاسراء كان بجسمه ما وقع له
من العطش فان الارواح المجردة لا تعطش (قال) وانما سمع صوت أبي بكر ليأنس به وقد
اعطت المعرفة بأن الانس لا يكون الا بالمناسب ولا مناسبة بين الحق تعالى وبين
عبده ولا اضافة الى الحق المؤانسة فكان ذلك على وجه خاص يرجع الى الكون فافهم
قال الشيخ وانما خص أبو بكر بذلك لكونه كان يأنس به في الارض فحن لذلك وأنس به
وتعجب من ذلك الصوت في ذلك الموطن لكونه خارجا من العالم وقد تركه في الارض
(فان قلت) فهل في المعراج الى السماء بالجسم والروح فائدة أخرى غير رؤية الآيات
(فالجواب) نعم من فوائده انه اذا مر على حضرات الاسماء الالهية صار متخلقا بها فاذا مر
على الرحيم كان رحيما أو على الغفور كان غفورا أو على الكريم كان كريما أو على الحليم كان
حليما أو على الشكور كان شكورا أو على الجواد كان جوادا وهكذا فما يرجع من ذلك
المعراج الا وهو في غاية الكمال ومنها شهوده الجسم الواحد في مكانين في آن واحد كما رأى
محمد صلى الله عليه وسلم نفسه في اشخاص بني آدم السعداء حين اجتمع به في السماء
الاولى والسعداء كذلك آدم وموسى وغيرهما فانهم في قبورهم في الارض حال كونهم
ساكنين في السماء فانه قال رأيت آدم رأيت موسى رأيت ابراهيم وأطلق وما قال
رأيت روح آدم ولا روح موسى فراجع صلى الله عليه وسلم موسى في السماء وهو بعينه
في قبره في الارض قائما يصلي كما ورد فيا من يؤمن بأن الجسم الواحد لا يكون في مكانين
كيف يكون ايمانك بهذا الحديث فان كنت مؤمنا به وان كنت عالما بلا اعتراض فانت
عالم بعلم وليس لك الاخبار ارتقاءه لا يخبر الا انه وليس لك ان تتأول أن الذي في الارض
غير الذي في السماء لقوله عليه الصلاة والسلام رأيت موسى وأطلق وكذلك سائر من
رآه من الانبياء هنالك فالمسمى موسى ان لم يكن عينه فالاخبار عنه كذب انه موسى هذا
والمعترض يقول رأيتك البارحة في النوم ومعلوم ان المرئي كان في منزله على حالة غير
الحالة التي رآه عليها لكن في موطن آخر ولا يقول له رأيت غيرك ثم ان المعترض ينكر على
الاولياء مثل هذا في تطوراتهم وقد كان قضيب البان يتطور فيما شاء من الصور
في أماكن متعددة وكل صورة خوطب فيها أجاب ان الله على كل شيء قدير ذكره
الشيخ في الباب الرابع والسبعين ومائتين وقال في الباب السابع واربعمائة اعلم أن العبد
محمول بالقدرة الالهية في جميع أحواله لا استقلال له بشيء ولهذا ما اسرى برسول قط
الا على براق اذا كان الاسراء بالجسم المحسوس فان كان الاسراء به في النوم كما يقع
للاولياء فقد يرى نفسه محمولا على مركب وقد لا يرى نفسه محمولا لكن يعلم انه محمول
في الصورة التي يرى نفسه فيها اذ قد علمنا ان جسمه في فراشه وفي بيته نائم (فان قلت)

فهل يكون الوارث للانبياء عليهم الصلاة والسلام له في هذه المرتبة فيكون محمولا بالقدرة على الكشف والشهود في جميع احواله (فالجواب) نعم ولذلك قال تعالى في حق سيد العبيد على الاطلاق محمد صلى الله عليه وسلم سبحان الذي أسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام فأقامه في العبودية المطلقة ونزع منه الدعوى والربوبية على شئ من العالم وجرّده عن كل شئ حتى عن الاسراء وجعله يسرى به وما أضاف السرى اليه فانه لوقال سبحان الذي دعاه لان يسرى اليه أوالى رؤية آياته فسرى لكان له ان يقول ذلك ولكن المقام منعه أن يقول فجعله مجبورا لا حظ له في الدعوى لفعل من الافعال ومنها أي من فوائد الاسراء أيضا التنويه بشرف مقام رسول الله صلى الله عليه وسلم ومدحه نظير تمدحه تعالى بالاستواء على العرش والثناء بذلك على نفسه فان العرش أعظم الاجسام لاحتوائه على جميع الموجودات فما فوقه سقف في العلو ولا أرض في السفل وانما خص الاستواء به لانه غاية مطمح أبصار المؤمنين وأما العارفون من الانبياء وكمل اتباعهم فيرون هذا العرش بالنسبة لاتساع الوجود كالذرة الطائرة في الهواء ليس لها سقف ترسي عليه ولا أرض تنزل عليها فسبحان من لا يعرف قدره غيره وفي كلام سيدي علي بن وفا رحمه الله يصف حاله

وقد نفذت من الاقطار أجمعها ۞ وقد تجاوزت حد الخفض والرفع

وقال أيضا ليس الرجل من يقيده العرش وما حواه من الافلاك والجنة والنار وانما الرجل من نفذ بصره الى خارج هذا الوجود كله وهنالك يعرف قدر عظمة موجده سبحانه وتعالى انتهى وقال الشيخ في الباب السادس عشر وثلثمائة اعلم أنه لما كان الاستواء على العرش تمدحا لله عزوجل جعل الله تعالى لانبيه كذلك نسبة على طريق التمدح عليه حيث كان العرش أعلى مقام ينتهي اليه من أسرى به من الرسل عليهم الصلاة والسلام قال وهذا يدل على ان الاسراء كان بجسمه صلى الله عليه وسلم ولو كان الاسراء رؤيا رآها لما كان الاسراء ولا الوصول الى هذا المقام تمدحا ولا وقع من الاعراب في حقه انكار على ذلك لان الرؤيا يصل الانسان فيها الى مرتبة رؤية الله تعالى وهي أشرف الحالات ومع ذلك فليس لها ذلك الموقع من النفوس اذ كل انسان بل كل حيوان له قوة الرؤيا قال وانما قال صلى الله عليه وسلم على سبيل التمدح حتى ظهرت لمستوى سمعت فيه صريف الاقلام وأتى بحرف الغاية الذي هو حتى اشارة لما قلناه من ان منتهى السير بالقدم المحسوس العرش والله تعالى أعلم (خاتمة) ذكر الشيخ في الباب العاشر ومائة مانصه (فان قيل) ما الفرق بين تنزل الوحي على الانبياء عليهم الصلاة والسلام وبين تنزله على الاولياء في المنام على يد ملك الالهام (فالجواب) الفرق بينهما ان تنزل الوحي على النبي يكون على قلبه وعلى صدره لكون نبوته مشهودة له وأما تنزله على الاولياء فيكون بين جنبيهم من وراء حجبهم لان نبوتهم مستورة عنهم فالوحي لهم في الظهر لا في الظهور والى ذلك الاشارة بقول بعض العارفين لم يمت ابويزيد البسطامي حتى استظهر القرآن أي من الله تعالى عليه بفهم معانيه كلها من طريق الالهام بحكم الارث لرسول الله

صلى الله عليه وسلم ومن استظهر القرآن هكذا فقد أدرجت النبوة بين جنبيه وأطال في ذلك وسيأتي بسط ذلك زيادة على ذلك في مباحث الولاية ان شاء الله تعالى والله تعالى أعلم

(المبحث الخامس والثلاثون في كون محمد صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين كما صرح به القرآن)

اعلم ان الاجماع قد انعقد على انه صلى الله عليه وسلم خاتم المرسلين كما انه خاتم النبيين وان كان المراد بالنبيين في الآية هم المرسلين وعبارة الشيخ محيي الدين في الباب الثاني والستين واربعمائة من الفتوحات قد ختم الله تعالى بشرع محمد صلى الله عليه وسلم جميع الشرائع فلا رسول بعده يشرع ولا نبي بعده يرسل اليه بشرع يتعبد به في نفسه انما يتعبد الناس بشريعته الى يوم القيامة (قلت) وأما اجتهاد الائمة وتشريعهم في الاحكام فذلك باذنه مع ان مادتهم في الاستنباط انما هو شرعه صلى الله عليه وسلم الثابت كتابا كان أو سنة وأعني بالسنة هنا الحديث ويلحق بالسنة كل حكم صدر عن المجتهد من قياس فرع على أصل فانه من السنة أيضا وهو المراد بالاستنباط وأما قياس فرع على فرع فلا يقول به الا المقلدون للائمة فانهم جعلوا قياس الفرع على الاصل أصلا رابعا كما جعلوا الاجماع أصلا ثالثا وقالوا ان الائمة لا تجمع على امر الا وهم يعرفون له دليلا وان لم يذكروه لنا فنحن نقطع بتحريم خرق اجماع الائمة سواء اعلمنا لهم دليلا في ذلك أم لم نعلم والله أعلم (وقال) في الباب الرابع عشر من الفتوحات اعلم ان حقيقة النبي الذي ليس برسول هو شخص يوحي الله اليه بأمر يتضمن ذلك شريعة يتعبد بها في نفسه فان بعث بها الى غيره كان رسولا أيضا وأطال في ذلك ثم قال واعلم ان الملك يأتي النبي بالوحي على حالين تارة ينزل بالوحي على قلبه وتارة يأتيه في صورة جسدية من خارج فيلقي ما جاء به الى ذلك النبي على اذنه فيسمعه او يلقيه على بصره فيبصره فيحصل له من النظر مثل ما يحصل له من السمع سواء قال وهذا باب أغلق بعد موت محمد صلى الله عليه وسلم فلا يفتح لاحد الى يوم القيامة ولكن بقي للاولياء وحي الالهام الذي لا تشريع فيه انما هو بفساد حكم قال بعض الناس بصحة دليله ونحو ذلك فيعمل به في نفسه فقط (قال) ولو ان الوحي على لسان جبريل عليه السلام كان باقيا بعد محمد صلى الله عليه وسلم لكان عيسى عليه السلام اذا نزل لا يحكم بشريعة محمد صلى الله عليه وسلم وانما يحكم بشرعه الذي يوحي به اليه جبريل وأطال في ذلك (وقال) في الباب العاشر وثلثمائة (اعلم) ان الوحي لا ينزل به الملك على غير قلب نبي أصلا ولا يأمر غير نبي بأمر الهي جملة واحدة فان الشريعة قد استقرت وتبين الفرض والواجب والمندوب والحرام والمكروه والمباح فانقطع الامر الالهي بانقطاع النبوة والرسالة وما بقي أحد من خلق الله تعالى يأمره الله بأمر يكون شرعا يتعبد به أبدا فانه ان امره بفرض كان الشارع أمره به وأخطأ هو في ادعائه نبوة قد انقطعت اونهاه عن حرام كان الشارع نهاه عنه اوأمره بمندوب كان الشارع ندبه اليه اونهاه عن مكروه كان الشارع كرهه له

سیفِ چشتیائی

”۔۔۔صدیق اکبر□۔۔۔عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔۔۔اور عثمان □۔۔۔اور علی مرتضےٰ□۔۔۔اور
سیداشباب الجنۃحسنین□ جن کا مجموعہ بعینہ جمال. با کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا آئینہ
تھا۔۔۔“ [سیفِ چشتیائی:ص۱۵]

الإنسان الكامل

في معرفة الأواخر والأوائل

تأليف

الشيخ عبد الكريم بن ابراهيم الجيلي

المتوفى سنة ٨٠٥هـ

حقق نصوصه وعلق عليه

أبو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عويضة

منشورات

محمد علي بيضون

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

وطوى السمٰوات العلى بعروجه طيّ السجل كمدلج ركبانه
أنبا عن الماضي وعن مستقبل كشف القناع وكم أضا برهانه
وأتت يداه بمال قيصره ففر قهـا وكسرى ساقط إيوانه
ولكم له خلق يضيء بنوره يهدي بذكراه الهدى جيرانه
ولكم تطهر في التزكي وانتفى حتى ارتقى ما لا يرام عيانه
أنبا عن الأسرار إعلاناً ولم يفش السريرة للورى إعلانه
نظم الدراري في عقود حديثه متبشرات فوقها عقبانه
حتى يبلغ في الإمامة حقها من غير هتك رامه خوانه
ألله حسبي ما لأحمد منتهى وبمدحه قد جاءنا فرقانه
حاشاه لم تدرك لأحمد غاية إذ كل غايات النهى بدآنه
صلى عليه الله مهما زمزمت كلم على معنى يريح بيانه
والآل والأصحاب والأنساب والأقطاب قوم في العلا إخوانه

اعلم حفظك الله أن الإنسان الكامل هو القطب الذي تدور عليه أفلاك الوجود من أوله إلى آخره، وهو واحد منذ كان الوجود إلى أبد الآبدين، ثم له تنوّع في ملابس ويظهر في كنائس، فيسمى به باعتبار لباس، ولا يسمى به باعتبار لباس آخر؛ فاسمه الأصلي الذي هو له محمد، وكنيته أبو القاسم، ووصفه عبد الله، ولقبه شمس الدين، ثم له باعتبار ملابس أخرى أسام، وله في كل زمان اسم مما يليق بلباسه في ذلك الزمان، فقد اجتمعت به ﷺ وهو في صورة شيخي الشيخ شرف الدين إسماعيل الجبرتي، ولست أعلم أنه النبيّ ﷺ، وكنت أعلم أنه الشيخ، وهذا من جملة مشاهد شاهدته فيها بزبيد سنة ست وتسعين وسبعمائة، وسرّ هذا الأمر تمكنه ﷺ من التصوّر بكل صورة، فالأديب إذا رآه في الصور المحمدية التي كان عليها في حياته فإنه يسميه باسمه، وإذا رآه في صورة ما من الصور وعلم أنه محمد، فلا يسميه إلا باسم تلك الصورة، ثم لا يوقع ذلك الاسم إلا على الحقيقة المحمدية، ألا تراه ﷺ لما ظهر في صورة الشبلي رضي الله عنه قال الشبلي لتلميذه أشهد أني رسول الله، وكان التلميذ صاحب كشف فعرفه، فقال: أشهد أنك رسول الله، وهذا أمر غير منكور، وهو كما يرى النائم فلاناً في صورة فلان. وأقل مراتب الكشف أن

گیارھواں باب

تشبیہ کی حقیقت

تشبیہ جمال کی صورت سے مراد ہے۔ اس لیے کہ جمال الٰہی کے معنی ہیں۔ اور وہ اسماء و اوصاف الٰہیہ ہیں۔ اور اس کی صورتیں ہیں۔ اور وہ ان معانی کی تجلیات ہیں۔ ان امور میں جو محسوس یا معقول سے وقوع میں آتی ہیں۔ محسوس کی مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ قول ہے کہ میں نے اپنے رب کو ایک جوان بے ریش کی صورت میں دیکھا۔ اور معقول کی یہ انا عند ظن عبدی بی۔ فلیظن بی ما شاء۔ میں اپنے بندہ سے اس ظن کے مطابق رہتا ہوں۔ جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے۔ پھر اس کا اختیار ہے۔ کہ جیسی اس کی مرضی ہے میرے ساتھ ظن رکھے۔ اور یہ ایک صورت ہے جس سے تشبیہ مراد لی جاتی ہے۔ بے شک خدا تعالیٰ اپنے ظہور میں اپنی صورتِ جمال پر ہے۔ اور اس تنزیہہ پر بھی باقی ہے۔ جس کے وہ لائق ہے۔ جیسا کہ جناب الٰہی کو تو نے تنزیہہ کا حق دیا۔ ایسا ہی تشبیہ الٰہی سے بھی اس کو اس کا حق دے۔

تشبیہ و تنزیہہ

جان۔ کہ تشبیہ اللہ کے حق میں ایک حکم ہے جو تنزیہہ کے برخلاف ہے۔ اس لیے کہ تنزیہہ اس کے حق میں ایک عینی امر ہے۔ اور تشبیہ کی سوائے نفوس کاملہ کے اور کوئی شہادت نہیں دیتا۔ اور ان کے سوا دوسرے عارف وہ اس کا ادراک نہیں کرتے مگر علی سبیل

الایمان والتقلید بہ سبب اس کے جو اس کے حسن و جمال کی صورتیں تقاضا کرتی ہیں۔ اس لیے کہ موجودات کی ہر صورت اس کے حسن کی ایک صورت ہے۔ پھر اگر صورت نے بطور تشبیہ کے شہادت دی۔ اور تنزیہہ کی کسی چیز کی شہادت نہ دی تو حق نے ایک وجہ سے تجھے اپنے حسن و جمال کا شاہد بنایا۔ اور اگر صورت تشبیہی کی شہادت میں تو نے تنزیہہ الٰہی کا بھی ادراک کیا۔ تو نے اپنی دونوں وجھوں تشبیہ و تنزیہہ میں اپنے جلال و جمال پر تجھے گواہ کر لیا۔ کہ جدھر منہ کرو ادھر ہی اللہ کی ذات ہے۔ پھر خواہ تو اس کی تنزیہہ کرے۔ خواہ تشبیہ۔ ہر حال میں تو اس کی تجلیات میں مستغرق ہے۔ تو اس سے جدا نہیں ہے۔ کیونکہ تو ہی ہے اور تیرے سوا اور کچھ نہیں۔ اور جس حال۔ عمل اور معنوں پر تو ہے۔ وہ تیری ہی ہویت ہے۔ تمام مہ تو اس کے جمال کی صورت ہے۔ پھر اگر تو صورت تشبیہ پر ہی باقی رہا۔ تو تو اس کی صورت حسن کی شہادت دے رہا ہے۔ اور اگر باوجود تیری تشبیہ کے تجھ پر تنزیہہ کا چشمہ کھلا۔ تو تو اس کے حسن و جمال اور معنی کی صورت ہے۔ اور اگر تو ایسے مشہد سے کامیاب ہوا۔ جو تنزیہہ و تشبیہ سے باہر ہے۔ تو تو تنزیہہ و تشبیہ دونوں سے باہر ہو گیا۔ اور وہ ذات ہے۔ بس جس چیز کو تو پسند کرتا ہے۔ اپنے نفس کے لیے اسے اختیار کرے۔

تشبیہ کی قسمیں

جان کہ حق کے لیے دو تشبیہیں ہیں۔ ایک تشبیہ ذاتی۔ اور وہ وہ حالت ہے جس پر صُوَر محسوسہ موجودات یا وہ خیالی صورتیں ہیں جو محسوسات کے مشابہ ہیں۔ دوسری تشبیہ وضعی۔ جس پر اُن اسماء کی معانی کی صورتیں ہیں جو ان امور سے منزّہ ہیں جو خیال میں مشبّہ بالمحسوس ہیں۔ اور یہ صورت ذہن میں متنقل و مدرک ہوتی ہے اور حس میں تکییف نہیں ہوتی۔ اور جب متکیّف ہوتی ہے تو تشبیہ ذاتی سے ملحق ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ تکییف تشبیہ کے کمال سے ہے۔ اور کمال ذات کو مناسب ہے۔ باقی رہ گئی تشبیہ وضعی۔ کہ اس میں کسی طرح کا بھی تحقیق ممکن نہیں۔ بموجب اس ضرب المثل کے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور ذاتی کو طاق۔ چراغ۔ قندیل سے تشبیہ دی ہے۔ اور انسان اس تشبیہ ذاتی کی صورت ہے۔ اس طرح کہ طاق سے مراد اس کا سینہ ہے۔ اور

تأويل مختلف الحديث

تأليف

فقيه الأدباء وأديب الفقهاء الإمام

أبي محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة

٢١٣ - ٢٧٦ هـ

صححه وضبطه

محمد زهري النجار

الناشر

مكتبة الكليات الأزهرية

لصاحبها

حسين محمد إمبابي المنياوي

٩ شارع الصنادقية حيث الأزهر

وألفاظ حديث مالك ، خلاف ألفاظ حديث محمد بن إسحاق .

ومالك أثبت عند أصحاب الحديث ، من محمد بن إسحاق .

قال أبو محمد : حدثنا أبو حاتم قال: نا الأصمعي ، قال : نا معمر [1] قال :

قال لي أبي : لا تأخذن عن محمد بن إسحاق شيئاً ، فإنه كذاب .

وقد كان يروي عن فاطمة بنت المنذر بن الزبير ، وهي امرأة هشام بن عروة ، فبلغ ذلك هشاما ، فأنكره وقال « أهو كان يدخل على امرأتي ، أم أنا ؟ » .

وأما قول الله تبارك وتعالى (لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ) فإنه تعالى ، لم يرد بالباطل ، أن المصاحف لا يصيبها ما يصيب سائر الأعلاق والعروض .

وإنما أراد : أن الشيطان لا يستطيع أن يُدخل فيه ، ما ليس منه ، قبل الوحي وبعده .

(قالوا : حديث يبطله القرآن وحجة العقل)

قالوا : رويتم أن يوسف عليه السلام ، أعطى نصف الحسن . والله تعالى يقول (وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ) .

ولا يجوز أن يباع من أعطى نصف الحسن بثمن بخس وبدراهم تعدّ من قلتها ، ولا أن يكون المشتري له — مع قلة هذا الثمن أيضاً — زاهداً فيه .

ويقول في رجوع إخوته إليه مرة بعد مرة « إنه عرفهم ، وهم له منكرون » .

وكيف يُنكَر من أُعطِيَ نصف الحسن ، ولم يُجعل له في العالم نظير ؟ وهم كانوا بأن يعرفوه وينكرهم هو ، أولى .

---

(١) في نسختين عن « معمر » .

قال أبو محمد : ونحن نقول : إن الناس يذهبون فى نصف الحسن الذى أعطيه يوسف عليه السلام إلى أن الله سبحانه أعطاه نصف الحسن ، وأعطى العباد أجمعين النصف الآخر ، وفرقه بينهم .

وهذا غلط بيّن لا يخفى على من تدبره إذا فهم ما قلناه .

والذى عندى فى ذلك ، أن الله تبارك وتعالى ، جعل للحسن غاية وحداً ، وجعله لمن شاء من خلقه ، إما للملائكة ، أو للحور العين .

فجعل ليوسف عليه السلام ، نصف ذلك الحسن ، ونصف ذلك الكمال .

وقد يجوز أن يكون جعل لغيره ثلثه ، ولآخر ربعه ، ولآخر عشره .

ويجوز أن لا يجعل لآخر منه شيئاً .

وكذلك لو قال قائل إنه أعطى نصف الشجاعة ، لم يجز أن يكون أعطى نصفها ، وجعل للخلق كلهم ، النصف الآخر .

ولو كان هذا هو المعنى ، لوجب أن يكون الذى أعطى نصف الشجاعة ، يقاوم العباد جميعاً وحده .

ولكن معناه : أن للشجاعة حدّاً يعلمه الله تعالى ، ويجعله لمن شاء من خلقه ، ويعطى غيره النصف من ذلك ، ويعطى لآخر الثلث ، أو الربع ، أو العشر . وما أشبه ذلك .

وأما قولهم « كيف يشترونه بثمن بخس ، ويكونون أيضاً فيه من الزاهدين ، وهو بهذه المنزلة من الحسن ؟ »

فإن الحسن إذا كان على ما ذهبنا إليه ، لا يتفاوت التفاوت الذى ظنوه ، ولكنه يكون مقاربا لما عليه الحسان الوجوه .

وقد ذكر وهب بن منبه ، أن يوسف عليه السلام كان نزع فى الحسن إلى سارّة ، وهذا شاهد لما تأولناه فى نصف الحسن .

فإن احتجوا بقول الله تعالى (فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سِكِّيناً وَقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَراً إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ) .

وقالوا : لم يقطعن أيديهن حين رأينه، ولم يقلن إنه ملك كريم ، إلا لتفاوت حسنه ، وبعده مما عليه حسن الناس .

قلنا : فى تأويل الآية : إنها لما سمعت بقول النسوة ، أن امرأة العزيز تراود فتاها عن نفسه ، قد شغفها حباً إنا لنراها فى ضلال مبين » أرادت أن يَرَيْنَهُ[١] ليعذرنها فى الفتنة به .

فأعتدت لهن متكأً ، أى طعاما ، وقد قرىء « مُتْكاً » وهو طعام يقطع بالسكين .

وقيل فى بعض التفسير إنه الأُتْرُجّ ، وفى بعضه الزُّماوَرْد[٢] .

وأيّاما كان فإنه لا يأكل حتى يقطع .

وأصل المتك والبتك واحد ، وهو القطع والميم تبدل من الباء كثيراً ، وتبدل الباء منها ، لتقارب المخرجين .

ثم قالت ليوسف « اخرُجْ عليهن » .

---

(١) كذا بنسختين بالمثناة التحتية والراء ، من الرؤية وفى الدمشقية « أن تزينه بالفوقية والزاى من الزينة ، وهو تحريف » كتبه مصححه .

(٢) قال فى القاموس والزماورد ، بالضم ، طعام من البيض واللحم ، معربه والعامة يقولون بزماورد اهـ .

قال شارحه : قال شيخنا : وفى كتب الأدب «هو طعام» يقال له «لقمة القاضى» و«لقمة الخليفة» ويسمى بخراسان «نواله» ، ويسمى نرجس المائدة ، و«ميسر» و«مهنا» اهـ.

فلما رأينه أكبرنه أى أعظمن أمره ، وأجللنه ، ووقع فى قلوبهن مثل الذى وقع فى قلبها ، من محبته ، فبهتن وتحيرن ، وأدمن النظر إليه . حتى حززن أيديهن بتلك السكاكين ، التى كن يقطعن بها طعامهن ، وقلن « ماهذا بشراً ، إن هذا إلا ملك كريم » .

ولم يردن بهذا القول أنه ليس من البشر على الحقيقة ، وأنه من الملائكة على الحقيقة .

وإنما قلنه على التشبيه ، كما يقول القائل فى رجل يصفه بالجمال — ماهو إلا الشمس ، وما هو إلا القمر .

وفى آخر يصفه بالشجاعة — ما هو إلا الأسد .

وكيف يردن أنه ليس من الناس ، وأنه من الملائكة ، وهن يردن منه مثل الذى أرادت امرأة العزيز ، ويشرن بحبسه ، والملائكة ، لا تطأ النساء ، ولا تحبس فى السجون .

وليس بعجيب أن يقطعن أيديهن ، إذا رأين وجها حسناً رائعاً ، مع المحبة والشهوة ، وأن يتحيرن ويبهتن ، فقد يصيب الناس مثل ذاك وأكثر منه :

قال عروة بن حزام :

وَإِنِّي لَتَعْرُونِي لِذِكْرَاكِ رَوْعَةٌ ... لَهَا بَيْنَ جِلْدِي وَالْعِظَامِ دَبِيبُ
وَمَا هُوَ إِلاَّ أَنْ أَرَاهَا فُجَاءَةً ... فَأُبْهَتَ حَتَّى مَا أَكَادُ أُجِيبُ
وَأُصْرَفَ[1] عَنْ رَأْيِي الَّذِي كُنْتُ أَرْتَئِي
وَأَنْسَى الَّذِي عَدَدْتُ حِينَ تَغِيبُ

---

(١) قوله « وأصرف » البيت ، أنشده شريف المرتضى فى أماليه هكذا :

وَأُصْرَفَ عَنْ دَارِي الَّذِي كُنْتُ عَارِفاً ... وَيَعْزُبَ عَنِّي عِلْمُهُ وَيَغِيبُ

(وبعده)

وَيُضْمِرَ قَلْبِي غَدْرَهَا وَيُعِينُهَا ... عَلَيَّ فَمَالِي فِي الْفُؤَادِ نَصِيبُ

وقد جُنَّ قيس بن الملوّح المعروف بالمجنون ، وذهب عقله ، وهام مع الوحش ، وكان لا يفهم شيئاً إلا أن تذكر ليلى ، وقال :

أَيَا وَيْحَ مَنْ أَمْسَى تُخُلِّسَ[1] عَقْلُهُ   فَأَصْبَحَ مَذْهُوباً بِهِ كُلَّ مَذْهَبِ

إِذَا ذُكِرَتْ لَيْلَى عَقَلْتُ وَرَاجَعَتْ
رَوَائِعُ عَقْلِي[2] مِنْ هَوَى مُتَشَعِّبِ

ولما خرج به أبوه إلى مكة ليُعوذ بالبيت ، ويستشفى له به ، سمع بـ « منى » قائلاً يقول « ياليلى » فخر مغشياً عليه فلما أفاق قال .

وَدَاعٍ دَعَا إِذْ نَحْنُ بِالْخَيْفِ مِنْ مِنًى
فَهَيَّجَ أَحْزَانَ الْفُؤَادِ وَمَا يَدْرِي

دَعَا بِاسْمِ لَيْلَى غَيْرَهَا فَكَأَنَّمَا   أَطَارَ بِلَيْلَى طَائِراً كَانَ فِي صَدْرِي

وقد مات بالوجد أقوام ، منهم عروة بن حزام ، والنهدى ، عبد الله ابن عجلان .

قال أبو محمد : حدثنى عبد الرحمن بن عبد الله بن قريب ، قال : حدثنى عمى الأصمعى ، قال عبد الله بن عجلان : من عشاق العرب المشهورين ، الذين ماتوا عشقاً ، وقد ذكره بعض الشعراء فقال :

إِنْ مِتُّ مِنَ الْحُبِّ   فَقَدْ مَاتَ ابْنُ عَجْلَان

وحدثنا أبو حاتم قال: نا الأصمعى عن عبد العزيز بن أبى سلمة، عن أيوب عن محمد بن سيرين قال : قال عبد الله بن عجلان ، صاحب هند :

---

(١) بضم التاء والخاء المعجمة ، مجهول « تخلسه » أى : استلبه . كتبه مصححه إسماعيل الخطيب الأسعردى .

(٢) فى نسخة « قلبى » .

أَلَا إِنَّ هِنْدًا أَصْبَحَتْ مِنْكَ مَحْرَمًا(١)
وَأَصْبَحْتُ مِنْ أَدْنَى حَمُوَتِهَا حَمَا(٢)

وَأَصْبَحْتُ كَالْمَغْمُودِ جَفْنُ سِلَاحِهِ
يُقَلِّبُ بِالْكَفَّيْنِ قَوْسًا وَأَسْهُمَا

قال ومدّ بها صوته ، ثم خرَّ ، فمات :

وفيما روى نَقَلةُ الأخبار أن الحارث بن حِلِّزة الْيَشْكُرِي ، قام بقصيدته التي أولها :

---

(١) أي حراما قال في المصباح « المحرم » ذات الرحم في القرابة ، التي لا يحل تزوجها . يقال : ذو رحم محرم ، قال الشاعر .

وَجَارَةُ الْبَيْتِ أَرَاهَا مَحْرَمَا كَمَا بَرَاهَا اللهُ إِلَّا أَنَّمَا
مَكَارِمُ السَّعْيِ لِمَنْ تَكَرَّمَا

أي : أجعلها على محرمة كما خلقها كذلك اهـ بحذف مالا تعلق لنا به .

(٢) قوله « وأصبحت من أدنى حموتها حما » الحموة : مصدر من الحما ، وهو أب زوج المرأة ، أو الواحد من أقارب الزوج أو الزوجة .

والكلام على تقدير مضاف ، أي : ذي حموتها ، أي : أحمائها .

ويظهر — والله أعلم — أن هنداً تزوجت بقريب هذا الشاعر ، فهو يقول خطاباً لنفسه — تحسراً وتأسفاً — : إنك قد أصبحت اليوم حما من أحمائها ، فلا يتأتى لك ما كنت تتمناه ، من وصالها .

فعلى هذا يكون « حما » بالفتح كـ « عصا » ويصح ضبطه بالكسر : وهو ما حمى من شيء كما في قول الشاعر :

وترعى حمى الأقوام غير محرم علينا ولا يرعى حمانا الذى نحمى

فيكون قد جعل نفسه حمى لها لأن الحمى يحفظ ما فيه وهو قد وجب عليه الآن حفظها والذب عن ذمارها لكونها تزوجت بقريبه وقوله أصبحت كالمغمود الخ تأكيد للامتناع منها لأن الجفن كالغمد وزناً ومعنى وقد أسند له الغمد مبالغة . وقوله « يقلب » إلى آخره كناية عن الحيرة فإن استعمال القوس والأسهم في محل السيف لا يكون إلا مع الحيرة . والله أعلم — كتبه مصححه .

مختصر الفتاوى المصرية

لابن تيمية

تأليف

أوحد العلماء الشيخ بدر الدين أبي عبد الله محمد بن علي الحنبلي البعلي

المتوفى سنة ٧٧٧ هـ

أشرف على تصحيحه

حضرة صاحب الفضيلة العلامة المحقق السلفي الصالح الشيخ

عبد المجيد سليم

مفتي الديار المصرية سابقا ورئيس لجنة الفتوى بالأزهر

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

الأول : قول الجمهور من المالكية والشافعية والحنبلية وأبي يوسف ومحمد وغيرهم .

والثاني : مأثور عن طائفة : منهم أبو حنيفة .

وقد اختلف في أصول الفقه : هل من شرط الوجوب : العقاب على الترك ؟ على قولين .

وأما الثواب على الفعل : فهو واجب إما بالسمع ، و إما بمجرد الإيجاب .

المسألة الثانية :أن من لاتكليف عليه هل يبعث يوم القيامة ؟

فأما الإنس والجن فيبعثون جميعا باتفاق الأمة . ولم يختلفوا — فيما علمت — إلا فيمن لم ينفخ فيه الروح : هل يبعث ؟ على قولين .و بعثه اختيار القاضي وكثير من الفقهاء . وذكر أنه ظاهر كلام أحمد رضى الله عنه .

وأما البهائم : فهي مبعوثة بالكتاب والسنة ، قال الله تعالى : (٦ : ٣٨ وما من دابة في الأرض ولا طائر يطير بجناحيه إلا أمم أمثالكم مافرطنا في الكتاب من شيء ثم إلى ربهم يحشرون) وقال تعالى : (٨١ :٥ و إذا الوحوش حشرت) والحديث في قول الكافر : (٧٨ : ٤٠ ياليتني كنت ترابا) معروف . وما أعلم فيه خلافا مشهورا .

لكن اختلف بنو آدم في مَعاد الآدميين على أربعة أقوال :

أحدها — وهو قول جماهير من المسلمين أهل السنة والجماعة ، وجماهير متكلميهم وجماهير اليهود والنصارى والمجوس ، وجمهور غيرهم — أن المعاد للروح والبدن ، وأنهما يُنعَّمان و يعذبان .

والثاني — وهو قول طائفة من متكلمي المسلمين من الأشعرية وغيرهم — أن المعاد للبدن وأن الروح لا معنى لها إلا حياة البدن ، فيحيا البدن و ينعم و يعذب . وأما معاد روح قائمة بنفسها ونعيمها وعذابها فينكرونه .

والثالث : ضد هذا . وهو قول الإلهيين من الفلاسفة وطائفة ممن يُبطنُ

مذهبهم من بعض متكلمى أهل القبلة ومتصوفتهم — أن المعاد للروح دون البدن .

الرابع : أنه لامعاد أصلا . لا لروح ولا لبدن . وهو قول أكثر مشركى العرب ، وكثير من الطبائعيين والمنجمين و بعض الإلهيين من المتفلسفة .

فعلى هذين القولين يُنكر حشرُ البهائم . وعلى القول الأول يقبل الخلاف

المسألة الثالثة : أن من لا تكليف عليه ، بل قد رفع عنه القلم ، هل يعذب فى الآخرة ؟

وهنا مسألة أطفال المشركين . فمن قال من أصحابنا وغيرهم: إنهم يعذبون تبعا لآبائهم قال : بعذاب غير المكلف تبعا . ومن قال : يدخلون الجنة من أصحابنا وغيرهم قال : بتنعيمهم .

والصواب الذى دل عليه الكتاب والسنة : أنهم لايعذبون جميعهم ولا ينعمون جميعهم . بل فريق منهم فى الجنة وفريق فى السعير كالبلَّغ . وهـذا مقتضى نصوص أحمد . فإن أكثر نصوصه على الوقف فيهم . بمعنى أنه لا يحكم لأحد منهم لابجنة ولابنار . فدل على جواز الأمرين عنده فى حق المعين منهم . وأماتجويز الأمرين فى حق مجموعهم فلا يلزمه . وهذا قول الأشعرى وغيره .

وبهذا أجاب رسول الله صلى الله عليه وسلم لما سئل عنهم . فقال « الله أعلم بما كانوا عاملين » فبين أن الأمر مردود إلى علم الله بما كانوا يعملون لو بلغوا .

وقد ثبت عنه صلى الله عليه وسلم فى البخارى « أنه رأى حول إبراهيم عند الجنة أطفال المسلمين والمشركين » . وثبت عنه فى صحيح مسلم « أن الغلام الذى قتله الخضر طبع يوم طبع كافرا » مع أنه قتل قبل الاحتلام . قال ابن عباس لنَجْدَة الحرورى لما سأله عن قتل الغلمان . فقال « إن كنت تعلم منهم ما علمه الخضر من الغلام الذى قتله فاقتلهم . و إلا فلا تقتلهم » هذا مع أن أبويه كانا مؤمنين . وفى الصحيحين عن النبى صلى الله عليه وسلم « أنه سئل عن أهل الدار من المشركين يُبَيَّتون ليصاب من صبيانهم ؟ فقال : هم منهم » .

كتاب الفتاوى الحديثيه لعلامة زمانه وفريد دهره ووحيد أوانه بقية المجتهدين وخاتمة الفقهاء والمحدثين الشيخ أحمد شهاب الدين بن حجر الهيتمي المكي والى الله عليه موائد رحمته وغفرانه وأمطر عليه سحائب كرمه واحسانه وأعاد علينا وعلى المسلمين من بركات علومه آمين

وبهامشه كتاب الدرر المنتثره في الاحاديث المشتهره للامام جلال الدين الاسيوطي رحمه الله

مع أمتك فأوحى الله تعالى إليه وعزتي وجلالي إنه لآخر النبيين من ذريتك ولولاه ما خلقتك وبهذا كله اتضح
بطلان ذلك الاعتراض وأن قائله ذل عن درك الصواب فسفه قلبه وزل قدمه ومما يبطل الاعتراض الثاني وهو
شبهة وقوف من ذكر أن الأدلة المعتبرة قامت على تفضيل نبينا محمد صلى الله عليه وسلم على جميع خلق الله
الملائكة والنبيين وغيرهم وصرح بذلك جماعة ممن يعتد بهم من صحابة ومن بعدهم فمن الاحاديث الدالة على ذلك الحديث
الذي ذكره المعترض نفسه ولفظه أنا سيد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر وبيدي لواء الحمد ولا فخر وما من نبي يومئذ
آدم فمن سواه إلا تحت لوائي فهو صريح في أفضلية نبينا على آدم صلى الله عليهما وسلم وفضيلة آدم على الملائكة
يصرح بها قوله تعالى للملائكة اسجدوا لآدم وقوله إن الله اصطفى آدم ونوحا وآل إبراهيم وآل عمران على
العالمين والملائكة من جملة العالمين فإذا تقرر ذلك ثبت بالأدلة الصحيحة أن نبينا أفضل من آدم ومن سائر النبيين كما
يصرح به قوله في الحديث المذكور وما من نبي يومئذ آدم فمن سواه إلا تحت لوائي وثبت بالآيتين المذكورتين
أن النبيين المذكورين فيهما آدم ونوحا وآل إبراهيم وآل عمران أفضل من الملائكة ثبت أن نبينا
صلى الله عليه وسلم أفضل من الملائكة بل نبينا صلى الله عليه وسلم من جملة آل إبراهيم فشملته الآية نصا وفي
الصحيحين وغيرهما أنه صلى الله عليه وسلم قال أنا سيد الناس يوم القيامة ومما يدل أيضا على أفضليته على جميع
الخلق قوله تعالى ورفعنا لك ذكرك وسياق الآية قاض بأن المراد رفع عظيم ومن ثم فسروه بأن المراد به
لا أذكر إلا وتذكر معي وبأن ذلك الرفع العظيم على جميع الخلق لأنه لم يذكر المرفوع عليهم والأصل عدم
التخصيص ويدل على رفعة قدره على كل مخلوق قوله تعالى عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا وفسره صلى الله
عليه وسلم في الحديث الحسن بالشفاعة العظمى في فصل القضاء لأنه يحمده فيه الأولون والآخرون ويتقدم
فيه على جميع خلق الله تعالى من الأنبياء والملائكة ومما يصرح بتلك الأفضلية أيضا قوله صلى الله عليه وسلم
في الحديث المتفق على صحته ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الإيمان من كان الله ورسوله أحب إليه مما سواهما
ذلك لأنه واضح في تلك الأفضلية وقوله صلى الله عليه وسلم في الحديث الصحيح أنا أول من تنشق عنه الأرض
وأكسى الحلة من حلل الجنة ثم أقوم عن يمين العرش ليس أحد من الملائكة يقوم ذلك المقام غيري وقوله في
الحديث الحسن ولا نظر لقول الترمذي فيه إنه غريب كما بينه شيخ الإسلام السراج البلقيني أنا حبيب الله ولا
فخر وأنا حامل لواء الحمد يوم القيامة ولا فخر وأنا أول شافع وأول مشفع يوم القيامة ولا فخر وأنا أول من يحرك
حلق الجنة فيفتح الله لي ومعي فقراء المؤمنين وأنا أكرم الأولين والآخرين ولا فخر فقوله ليس أحد من
الملائكة يقوم ذلك المقام غيري وقوله وأنا أكرم الأولين والآخرين الشامل للملائكة والنبيين وغيرهم
صريحان في أفضليته على سائر الخلق كما هو جلي وسبق أن قوله تعالى في قصة آدم السابقة في الحديث الصحيح
لأحب الخلق إلي صريح في ذلك أيضا ويؤيده ما نقله الإمام البلقيني عن بعض المحدثين وقال لا يضر عدم ذكره
لسنده لأنه من الأئمة المحدثين الذين اطلعوا على جملة من كثرة الأحاديث على أنها المناسبة شواهد لما تقرر
فمن جملة ما نقله ذلك المحدث أنه قال عن النبي صلى الله عليه وسلم عن جبريل عن الله تعالى أنه قال لنبيه صلى الله
عليه وسلم وقد مننت عليك بسبعة أشياء أولها أني لم أخلق في السموات والأرض أكرم علي منك وعنه
صلى الله عليه وسلم قال قال لي جبريل عليه السلام أبشر فإنك خير خلقه وصفوته من البشر حباك الله بما لم
يحب به أحدا من خلقه لا ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا ولقد قربك الرحمن إليه قرب عرشه مكانا لم يصل إليه
أحد من أهل السموات ولا من أهل الأرض فهنأك الله بكرامته وما حباك به قال وفي الحديث المعلوم أن
النبي صلى الله عليه وسلم تقدم ووقف جبريل في مقامه وأن ملكا آخر تلقى النبي صلى الله عليه وسلم وقال له
تقدم يا محمد فقال لا بل تقدم أنت فقال يا محمد تقدم فأنت أكرم على الله مني وفي حديث سواد المشهور
يا خير مرسل وهو يعم الملائكة لأنهم رسل الله أيضا وصح في خبر بحيراء المشهور وهذا سيد المرسلين وصح عند
الحاكم عن بشر بن شغاف قال كنا جلوسا عند عبد الله بن سلام في المسجد يوم الجمعة فقال عبد الله بن سلام

ان

مطلب في أن الأدلة المعتبرة قامت على تفضيل نبينا محمد صلى الله عليه وسلم على جميع خلقه الملائكة والنبيين وغيرهم

****

ماجه عن واثلة بن الأسقع والطبراني عن أبي الدرداء وأبي امامة

(حديث) الجمعة حج المساكين ابن أبي أسامة في مسنده عن ابن عباس رضي الله عنهما

(حديث) الجبن والجرادة غراز بن يضعها الله حيث

كتاب الفتاوى الحديثية لعلامة زمانه وفريد دهره ووحيد
أوانه بقية المجتهدين وخاتمة الفقهاء والمحدثين الشيخ
أحمد شهاب الدين بن حجر الهيتمي المكي والى
الله عليه موائد رحمته وغفرانه وأمطر
عليه سحائب كرمه واحسانه
وأعاد علينا وعلى
المسلمين من بركات
علومه
آمين

وبهامشه كتاب الدرر المنتثره في الاحاديث المشتهره
للامام جلال الدين الاسيوطي رحمه الله

ان أعظم أيام الدنيا يوم الجمعة فيه خلق الله آدم وفيه تقوم الساعة وان أكرم خليقة الله على الله أبو القاسم صلى الله عليه وسلم قال قلت رحمك الله فأين الملائكة قال فنظر الى وضحك وقال يا ابن أخي هل تدرى ما الملائكة انما الملائكة خلق كخلق السموات والارض وخلق الرياح وخلق السحاب وخلق الجبال وسائر الخلق التى لا يعظم على الله منها شئ وان أكرم الخلق على الله أبو القاسم صلى الله عليه وسلم ومثل هذا لا يكون من قبل الرأى فاذا صدر من ابن سلام وهو من أكابر الصحابة وصح عنه صار كأنه صح عن النبى صلى الله عليه وسلم كما مر عن الائمة ولا نظر الى احتمال أنه قاله عن التوراة لانه كان من أحبار اليهود لان الحجة به قائمة بهذا الغرض أيضا لان ابن سلام من أكابر الصحابة ومؤمنى أهل الكتاب فاذا نقل ذلك عن التوراة كانت الحجة فيه لانه يعلم مبدلها من غيره كما صح عنه فى قصة رجم الزانيين وتصديق النبى صلى الله عليه وسلم له بقوله ان ذلك فى التوراة قال البلقينى وقد جاء عن غير واحد من الصحابة رضى الله عنهم ذلك ولا يعرف خلاف بين الصحابة فى ذلك ولا بين التابعين وبشر بن سعاف انما قال فأين الملائكة يستفهم ويستثبت اظهارا لمقتضى العموم فى ذلك ولا نعرف أحدا من الائمة خالفه فى أن النبى صلى الله عليه وسلم أفضل الخلق والذى ذكر عن المعتزلة والباقلانى والحليمى من تفضيل الملائكة العلوية على الانبياء يمكن حمله على غير نبينا محمد صلى الله عليه وسلم أى كما نقله المتأخرون عن بعض الاكابر من المتقدمين واعتمدوه ولا نظر لجراءة الزمخشرى وتصريحه فى سورة التكوير بأفضلية جبريل عليه ويمكن حمل كلام الباقلانى والحليمى على تفضيل فى نوع خاص كاستمرارهم على التسبيح ونحوه وأما التفضيل المطلق بالنسبة الى جميع أنواع العبادات فانه للانبياء على غيرهم ثم لنبينا عليهم ونظير ذلك أقرؤكم أبى أمين هذه الامة أبو عبيدة ما أقلت الغبراء ولا أظلت الخضراء أصدق لهجة من أبى ذر فالتفضيل فى هذه الانواع الخاصة لا يعارض أفضلية الخلفاء الاربعة رضى الله عنهم فى سائر الانواع على أولئك وغيرهم وأما قول ذلك المعترض ومسئلة تفضيل صالحى البشر على الملائكة أجاب عنها أبو حنيفة وغيره بلا أدرى فيقال عليه هذه رواية عنه وله رواية أخرى بتفضيل الانبياء على الملائكة والمعتمد عند علماء الحنفية ان خواص بنى آدم وهم المرسلون أفضل من جملة الملائكة والانبياء غير المرسلين أفضل من غير خواص الملائكة والخواص من الملائكة أفضل من غير المرسلين وعلى هذه الرواية فنبينا صلى الله عليه وسلم أفضل من الملائكة ولا يظن بأبى حنيفة ولا بغيره من أئمة المسلمين انه يتوقف فى تفضيل نبينا محمد صلى الله عليه وسلم على الملائكة وقال الشافعى رضى الله عنه فى كتاب الرسالة وكان خيرته المصطفى لوحيه المنتخب لرسالته المفضل على جميع خلقه بفتح رحمته وختم نبوته وعم ما أرسل به مرسل قبله المرفوع ذكره مع ذكره فى الاولى الشافع المشفع فى الاخرى افضل خلقه نفسا وأجمعهم لكل خلق رضيه فى دين ودنيا وخيرهم نسبا ودارا محمد عبده ورسوله صلى الله عليه وسلم وشرف وكرم وعرفنا فضل نعمته الخاصة والعامة والنفع فى الدنيا والدين انتهى وما صرح به الشافعى رضى الله عنه من تفضيل نبينا وسيدنا محمد صلى الله عليه وسلم على جميع الخلق هو الذى عليه العلماء كافة وقول ذلك المعترض ان القول بلا أدرى هو الجواب الصحيح غلط منه بل الجواب الصحيح هو ما عليه العلماء من تفضيل نبينا على جميع الخلق من الانبياء والملائكة وتفضيل الانبياء كلهم على الملائكة كلهم وقوله تعالى ولقد كرمنا بنى آدم ظاهر فى تفضيلهم الا ما خرج لدليل وأما قوله تعالى وفضلناهم على كثير ممن خلقنا تفضيلا فقد قيل ان التفضيل من جهة الغلبة والاستيلاء وقيل بالثواب والجزاء يوم القيامة وعلى هذا فلا تعرض فى الآية للخلاف فى التفضيل بين بنى آدم والملائكة وعن ابن عباس رضى الله عنهما ليس الانسان أفضل من الملك فان صح حمل على غير الانبياء لا سيما نبينا محمد صلى الله عليه وسلم لما صح عنه كما مر أن نبينا أفضل الخلق وأما قول المعترض ليس ذلك مما كلفنا بمعرفته فغلط منه كيف وهذه المسئلة من مسائل أصول الدين ونحن مكلفون بأن نعظم نبينا ونوقره وأن نأخذ بالادلة التى جاءت ببيان مرتبته وقربه من ربه وأما قول ذلك المعترض والكلام فيه فضول ففيه جراءة عظيمة على من تكلم فى

يشاء أبو يعلى عن أبى هريرة رضى الله عنه

(حديث) المجالس وسط الحلقة ملعون أبو داود والترمذى عن حذيفة بن اليمان

(حديث) الجبروت فى القلب ابن لال فى مكارم الاخلاق عن جابر رضى الله عنه

كتبها وأخرج ابن المنذر وأبو الشيخ عن حجاج بن دينار قال قلت لابي معشر الرجل يذكر الله في نفسه كيف تكتبه الملائكة قال يجدون الريح وأخرج عبدالله بن أحمد في زوائد الزهد عن ابن عمران الجويني قال بلغنا أن الملائكة تصعد بكتبها الى سماء الدنيا كل عشية بعد العصر فينادي الملك ألق تلك الصحيفة و ينادي الملك الآخر ألق الصحيفة فيقولون ربنا قالوا خيرا وحفظنا عليهم فيقول لهم لم يريدوا به وجهي واني لا أقبل الا ما أريد به وجهي و ينادي الملك الآخر اكتب لفلان كذا وكذا فيقول يارب انه لم يعمله فيقول انه نواه وأخرج ابن المبارك وابن أبي الدنيا وأبو الشيخ عن ضمرة بن حبيب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الملائكة يصعدون بعمل العبد من عباد الله تعالى فيكثرونه ويشكرونه حتى ينتهوا به حيث شاء الله من سلطانه فيوحي اليهم انكم حفظة على عمل عبدي و أنا رقيب على ما في نفسه ان عبدي هذا لم يخلص في عمله فاجعلوه في سجين قال و يصعدون بعمل العبد من عباد الله تعالى فيستقلونه و يحتقرونه حتى ينتهوا به حيث شاء الله من سلطانه فيوحي الله اليهم انكم حفظة على عمل عبدي و أنا رقيب على ما في نفسه فضاعفوه واجعلوه في عليين وأخرج الطبراني وابن مردويه والبيهقي عن أبي امامة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال صاحب اليمين أمين على صاحب الشمال واذا عمل العبد حسنة كتب عشر امثالها واذا عمل سيئة وأراد صاحب الشمال أن يكتبها قال صاحب اليمين أمسك فيمسك ست ساعات أو سبع ساعات فان استغفر الله لم يكتب عليه شيأ وان لم يستغفر الله كتب عليه سيئة واحدة وأخرج أبو الشيخ عن حسان بن عطية قال تذاكروا بمجلسنا فيه مكحول وابن أبي زكريا ان العبد اذا عمل خطيئة لم تكتب عليه ثلاث ساعات فان استغفر والا كتبت عليه وأخرج ابن أبي شيبة والبيهقي عنه أيضا قال بينما رجل راكب على حمار اذ عثر به فقال تعست فقال صاحب اليمين ما هي بحسنة فاكتبها وقال صاحب الشمال ما هي سيئة فاكتبها فنودي صاحب الشمال ما ترك صاحب اليمين فاكتبه وجاء من طريق عن مالك ومجاهد انه يكتب كل شئ يتكلم به ابن آدم حتى أنينه في مرضه والله سبحانه وتعالى أعلم (وسئلت) عن طائفة يعتقدون في رجل مات من منذ أربعين سنة انه المهدي الموعود بظهوره آخر الزمان وان من أنكر كونه المهدي المذكور فقد كفر فما يترتب عليهم (فأجبت) بان هذا اعتقاد باطل وضلالة قبيحة وجهالة شنيعة أما الاول فلمخالفته لصريح الاحاديث التي كادت تتواتر بخلافه كما ستملى عليك و أما الثاني فلانه يترتب عليه تكفير الائمة المصرحين في كتبهم بما يكذب هؤلاء في زعمهم وأن هذا الميت ليس المهدي المذكور ومن كفر مسلما لدينه فهو كافر مرتد يضرب عنقه ان لم يتب وأيضا فهؤلاء منكرون للمهدي الموعود به آخر الزمان وقد ورد في حديث عند أبي بكر الاسكافي انه صلى الله عليه وسلم قال من كذب بالدجال فقد كفر ومن كذب بالمهدي فقد كفر وهؤلاء مكذبون به صريحا فيخشى عليهم الكفر فعلى الامام أيد الله به الدين وقصم بسيف عدله رقاب الضلة والمبتدعة والمفسدين كهؤلاء الطرقة الضالين الباغين الزنادقة المارقين أن يطهر الارض من أمثالهم ويريح الناس من أقوالهم وأفعالهم وأن يبالغ في نصرة هذه الشريعة الغراء التي ليلها كنهارها ونهارها كليلها فلا يضل عنها الا هالك بأن يشدد على هؤلاء العقوبة الى أن يرجعوا الى الهدى و ينكفوا عن سلوك سبيل الردى و يتخلصوا من شرك الشرك الاكبر وينادي على قطع دابرهم ان لم يتوبوا بالله الاكبر فان ذلك من أعظم مهمات الدين ومن أفضل ما اعتنى به فضلاء الائمة وعظماء السلاطين وقد قال الغزالي رحمه الله تعالى في نحو هؤلاء الطرقة ان قتل الواحد منهم أفضل من قتل مائة كافر أي لان ضررهم بالدين أعظم وأشد اذ الكافر تجتنبه العامة لعلمهم بقبح حاله فلا يقدر على غواية أحد منهم وأما هؤلاء فيظهرون للناس بزي الفقراء والصالحين مع انطوائهم على العقائد الفاسدة والبدع القبيحة فليس للعامة الا ظاهرهم الذي بالغوا في تحسينه وأما باطنهم المملوء من تلك القبائح والخبائث فلا يحيطون به ولا يطلعون عليه لقصورهم عن ادراك الخفي المطلع عليه فيغترون بظواهرهم و يعتقدون بسببها فيهم الخير فيقبلون ما يسمعونه منهم من

مطلب ذكر الرجل في نفسه تكتبه الملائكة

(حديث) اعقلها وتوكل الترمذي من حديث أنس وابن حبان من حديث عمرو بن أمية الضمري

(حديث) الاعمال بالخواتيم البخاري عن سهل بن سعد في أثناء حديث وابن حبان عن معاوية مختصرا قلت وابن عدي من حديث

مطلب في ذكر المهدي وبعض علامات الساعة

كتاب الفتاوى الحديثيه لعلامة زمانه وفريد دهره ووحيد
أوانه بقية المجتهدين وخاتمة الفقهاء والمحدثين الشيخ
أحمد شهاب الدين بن حجر الهيتمى المكى والى
الله عليه موائد رحمته وغفرانه وأمطر
عليه سحائب كرمه واحسانه
وأعاد علينا وعلى
المسلمين من بركات
علومه
آمين

وبهامشه كتاب الدرر المنتثره فى الاحاديث المشتهره
للامام جلال الدين الاسيوطى رحمه الله

بالنقل المتواتر المفيد بالضرورة أن النبي صلى الله عليه وسلم ادعى الرسالة مطلقا ولم يقيدها بقبيلة ولا طائفة ولا انس ولا جن فهي عامة ثم المعلوم بالضرورة من الشرع قسمان أحدهما ما يعرفه الخاصة والعامة والثاني قد يخفى على بعض العوام ولا ينافي هذا قولنا انه معلوم بالضرورة لان المراد من مارس الشريعة علم منها بتحصل به العلم الضروري بذلك وهذا يحصل لبعض الناس دون بعض بحسب الممارسة وكثرتها وقلتها أو عدمها فالقسم الاول من أنكره من العوام والخواص فقد كفر لانه كالمكذب للنبي صلى الله عليه وسلم في خبره ومن هذا القسم انكار وجوب الصلاة والصوم والزكاة والحج ونحوها وتخصيص رسالته صلى الله عليه وسلم ببعض الانس فمن قال ذلك فلا شك في كفره وان اعترف بأنه رسول الله لان عموم رسالته الى جميع الانس مما يعلمه الخواص والعوام بالضرورة من الدين والقسم الثاني من أنكره من العوام الذين لم يحصل عندهم من ممارسة الشرع ما يحصل به العلم الضروري لم يكفروان كانت كثرة الممارسة توجب لصاحبه العلم الضروري به ومن هذا القسم عموم رسالته صلى الله عليه وسلم الى الجن فانا نعلم بالضرورة ذلك لكثرة ممارستنا لادلة الكتاب والسنة واخبار الامم وأما العامي الذي لم يحصل له ذلك العلم اذا أنكر ذلك فان قيد الشهادة بالرسالة الى الانس خاصة خشيت عليه الكفر كما قدمته وان أطلق الشهادة بأن لا اله الا الله وأن محمدا رسول الله ولم ينتبه الى ان انكاره لعموم الرسالة للجن يخالف ذلك فلا أرى الحكم بكفره ولكن يؤدب على كلامه في الدين والجهل ويؤمر بأن يتعلم الحق في ذلك لتزول عنه الشبهة التي أوجبت له الانكار واذا لم يحصل منه انكار ولا تكلم في ذلك ولا خطر بباله شيء منه فلا لوم عليه ولا يؤمر بتعلم ذلك لانه ليس بفرض عين وان خطر بباله ذلك لزمه السؤال واعتقاد الحق أو صرف نفسه عن اعتقاد الباطل ويشهد للنبي صلى الله عليه وسلم بالرسالة نعم أن العامي لا يكلف بالعلم بذلك قطعا ولا يضر الظن وان العالم المطلوب منه العلم وان هذه المسئلة وان كانت قطعية لكن في نفسها اذ القطع فيها غير لازم للعامي فهي بالنسبة اليه كسائر الفروع فيكتفي فيها بالاجماع عنده على أنه صلى الله عليه وسلم مرسل للثقلين متواتر مقطوع به كسائر الفروع الثابتة بالتواتر كما تضمنه كلام امام الحرمين انتهى كلام السبكي رحمه الله وشكر سعيه وهو موافق لكثير مما قدمته ومشتمل على فوائد ينبغي امعان النظر فيها ومزيد تأملها والتفاتها على أكثر المصانين واعتقادهم فيها خلاف الصواب (وسئل) رضي الله عنه ونفعنا به في عقائد الحنابلة ما لا يخفى على شريف علمكم فهل عقيدة الامام أحمد بن حنبل رضي الله عنه كعقائدهم (فأجاب) بقوله عقيدة امام السنة أحمد ابن حنبل رضي الله عنه وأرضاه وجعل جنان المعارف متقلبه ومأواه وأفاض علينا وعليه من سوابغ امتنانه وبوأه الفردوس الاعلى من جنانه موافقة لعقيدة أهل السنة والجماعة من المبالغة التامة في تنزيه الله تعالى عما يقول الظالمون والجاحدون علوا كبيرا من الجهة والجسمية وغيرهما من سائر سمات النقص بل وعن كل وصف ليس فيه كمال مطلق وما اشتهر بين جهلة المنسوبين الى هذا الامام الاعظم المجتهد من انه قائل بشيء من الجهة ونحوها فكذب وبهتان وافتراء عليه فلعن الله من نسب ذلك اليه أو رماه بشيء من هذه المثالب التي برأه الله منها وقد بين الحافظ الحجة القدوة الامام أبو الفرج بن الجوزي من أئمة مذهبه المبرئين من هذه الوصمة القبيحة الشنيعة ان كل ما نسب اليه من ذلك كذب عليه وافتراء وبهتان وان نصوصه صريحة في بطلان ذلك وتنزيه الله تعالى عنه فاعلم ذلك فانه مهم واياك أن تصغي الى ما في كتب ابن تيمية وتلميذه ابن قيم الجوزية وغيرهما ممن اتخذ الهه هواه وأضله الله على علم وختم على سمعه وقلبه وجعل على بصره غشاوة فمن يهديه من بعد الله وكيف تجاوز هؤلاء الملحدون الحدود وتعدوا الرسوم وخرقوا سياج الشريعة والحقيقة فظنوا بذلك أنهم على هدى من ربهم وليسوا كذلك بل هم على أسوأ الضلال وأقبح الخصال وأبلغ المقت والخسران وأنهى الكذب والبهتان فخذل الله متبعهم وطهر الارض من أمثالهم واياك أن تغتر أيضا بما وقع في الغنية لامام العارفين وقطب الاسلام والمسلمين الاستاذ عبد القادر الجيلاني فانه دسه عليه فيها من

سأمت الجوهري حدثنا عيسى بن محمد عن مخرقال ما كسوا أهل الاسواق فانهم أمثال وفي مشيخة ابن محمد الحسن بن علي الجوهري بسند قوي عن سفيان الثوري قال كان يقال ما كسوا الباعة فانهم لاخلاق لهم

(حديث) حب الوطن من الايمان لم أقف عليه

(حديث) حسن السؤال

****

مطلب في عقيدة الامام أحمد رضي الله عنه وأرضاه

مطلب أن ما في الغنية للشيخ عبد القادر قدس سره أشياء مدسوسة عليه من بعض المعقوتين

قال: وأنزل الله تعالى ﴿لولا كتاب من الله سبق لمسكم فيما أخذتم عذاب عظيم، فكلوا مما غنتم حلالاً طيبًا﴾ الآية. ....

بكر، وأناس بقول ابن رواحة، ثم خرج فقال: «إن اللّه تعالىٰ ليلين قلوب أقوام فيه حتى تكون ألين من اللبن، وإن اللّه ليشدد قلوب أقوام فيه حتى تكون أشدّ من الحجارة، مثلك يا أبا بكر في الملائكة كمثل ميكائيل ينزل بالرحمة ومثلك في الأنبياء مثل إبراهيم، قال: ﴿فمن تبعني فإنه منّي ومن عصاني فإنك غفور رحيم﴾ [إبراهيم: ٣٦] الآية. ومثلك يا أبا بكر مثل عيسى بن مريم، قال: ﴿إن تعذّبهم فإنهم عبادك﴾ [المائدة: ١١٨] الآية. ومثلك يا عمر في الملائكة مثل جبريل ينزلُ بالشدّة والبأس والنقمة على أعداء اللّه، ومثلك في الأنبياء مثل نوح، إذ قال: ﴿ربِّ لا تذر على الأرض من الكافرين ديارًا﴾ [نوح: ٢٦] الآية، ومثلك في الأنبياء مثل موسى، إذ قال: ﴿ربّنا اطمس على أموالهم﴾ [يونس: ٨٨]... الآية، لو اتّفقتما ما خالفتكما أنتم عالة فلا يفلتن أحد منهم إلا بفداء أو ضرب عنق، فقال عبد اللّه بن مسعود: يا رسول اللّه! إلا سهيل بن بيضاء فإني سمعته يذكر الإسلام، فسكت ﷺ فما رأيتني في يوم أخاف أن تقع عليّ الحجارة من السماء مني في ذلك اليوم حتى قال ﷺ: «إلا سهيل بن بيضاء»، (**قال: وأنزل اللّه تعالىٰ ﴿لولا كتاب من اللّه سبق**) بإحلال الغنائم والأسرى لكم (**لمسكم فيما أخذتم**) من الفداء، (**عذاب عظيم فكلوا مما غنمتم حلالاً طيبًا﴾**)[**الأنفال: ٦٨، ٦٩**] (**الآية**) يريد: واتّقوا اللّه إن اللّه غفور رحيم، وهذه رواية أحمد عن أنس، وفي روايته هو والترمذي والحاكم عن ابن مسعود، فنزل القرءان بقول عمر: ﴿ما كان لنبيّ أن يكون له أسرى﴾[الأنفال: ٦٧] إلى آخر الآيات.

وفي رواية مسلم عن عمر فهوى رسول اللّه ﷺ ما هوى أبو بكر ولم يهو، ما قلت: فلمّا كان من الغد غدوت إلى رسول اللّه ﷺ، فإذا هو وأبو بكر يبكيان، فقلت: يا رسول اللّه! أخبرني ماذا يبكيك أنت وصاحبك فإن وجدت بكاء بكيت وإلا تباكيت لبكائكما، فقال ﷺ: «أبكي للذي عرض على أصحابك من الفداء، لقد عرض عليّ عذابكم أدنى من هذه الشجرة» لشجرة قريبة منه ﷺ، فأنزل اللّه تعالىٰ: ﴿ما كان لنبيّ أن يكون له أسرى حتى يثخن في الأرض﴾ [الأنفال: ٦٧] إلى قوله: ﴿عظيم﴾ [الأنفال: ٦٨] الآية. وفي رواية: إن كاد ليمسّنا في خلاف ابن الخطاب عذاب عظيم، ولو نزل العذاب ما أفلت منه إلا ابن الخطاب، زاد في رواية: وسعد بن معاذ، أي: لأنه كره يوم الوقعة والأسر وأحب الإثخان، كما مرّ. ولم يقل وابن رواحة؛ لأنه أشار بإضرام النار وليس بشرع، وهذه من جملة موافقات عمر المنتهية إلى نحو الثلاثين، وتحدث عمر ببعضها من باب وأما بنعمة ربّك فحدّث، فقال كما في الصحيح: وافقت ربّي في ثلاث: في الحجاب، ومقام إبراهيم، وفي أسارى بدر، واستشكل هذا كلّه بأنه وافق رأي

شرح العلامة الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية ج ٢

٨٩٥١ - **حدثنا** مقدام : ثنا أبو الأسود النضر بن عبد الجبار : ثنا ابن لهيعة ، عن عياش بن عباس ، عن شِيَيْمِ بن بَيْتان .

عن بسرِ بن أبي أرطاةَ ، قال : سمعتُ رسولَ اللهِ ﷺ يقولُ : « لا تُقْطَعُ الأَيْدِي في الغَزْوِ » .

*** لا يُرْوَى هذا الحديثُ عن بسرِ بنِ أبي أرطاةَ إلا بهذا الإسناد ، تفرَّدَ به : عياشُ ابن عباسٍ .**

٨٩٥٢ - **حدثنا** مقدام : ثنا أبو الأسودِ ، نا ابنُ لَهيعةَ ، عن عياشِ بن عباس ، عن بكيرِ بن عبد اللهِ بن الأشجِّ ، عن عمرةَ .

عن عَائِشَةَ ، أنَّهَا سَمِعتِ النَّبيَّ ﷺ يقولُ : « لا تُقطع اليدُ إلا فيما بَلَغَ رُبْعَ دِينَارٍ » .

*** لم يَروِ هذا الحديثَ عن عياشِ بن عباسٍ إلا ابنُ لَهيعةَ .**

٨٩٥٣ - **حدثنا** المقدام : ثنا أبو الأسود : نا ابنُ لَهيعةَ ، عن أبي الزُّبيرِ .

عن جَابرٍ ، أنَّه سَمِعَ النَّبيَّ ﷺ يقولُ : « إنَّ العَبْدَ مَعَ مَنْ أَحَبَّ » .

*** لم يَروِ هذا الحديثَ عن أبي الزُّبيرِ إلا ابنُ لَهيعةَ**(١) .

٨٩٥٤ - **حدثنا** مقدام : ثنا أبو الأسود : نا ابن لهيعة ، عن أبي الأسود محمد بن عبد الرحمن بن نوفل ، عن عروة .

عن عَائِشَةَ ، قَالَتْ : ما مَاتَ رسولُ اللَّهِ ﷺ إلا مِنْ ذَاتِ الجَنْبِ .

*** لم يَروِ هذا الحديثَ عن أبي الأسودِ إلا ابنُ لَهيعةَ**(٢) .

٨٩٥٥ - **حدثنا** مقدام : نا عَمِّي سعيد (ك/٢٦٥ - أ) بن عيسى : نا مفضل ابن فضالة ، عن يزيد بن الهادِ ، عن مروان بن عبد الرحمن ابن أخي رافع بن خديج .

قَالَ : أَقْبَلَ إِلَيْنَا رَافِعُ بن خديجٍ وهو يَقُولُ : نَهَى رسولُ اللَّهِ ﷺ عن أَمْرٍ كَانَ

---

(١) « مجمع البحرين » : (٤٩٨٦) .

(٢) « مجمع البحرين » : (١٢٢٨) .

وانظر ترجمة « عبد الله بن لهيعة » في « تهذيب التهذيب » .

شرح العلامة الزرقاني

المتوفى سنة ١١٢٢ هـ

على

المواهب اللدنية بالمنح المحمدية

للعلامة القسطلاني

المتوفى سنة ٩٢٣ هـ

ضبطه وصححه

محمد عبد العزيز الخالدي

الجزء السادس

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

بجبنة في تبوك فدعا بسكين فسمى وقطع. رواه أبو داود.

وكان عليه الصلاة والسلام يراعي صفات الأطعمة وطبائعها واستعمالها على قاعدة الطب، فإذا كان في أحد الطعامين ما يحتاج إلى كسر وتعديل كسره وعدله بضده إن أمكنه، كتعديله حرارة الرطب بالبطيخ. وهذا أصل كبير في المركبات من الأدوية، وإن لم يجد ذلك تناوله على حاجة وداعية من النفس من غير إسراف.

ورواية أبو داود من حديث أبي أسامة عن هشام أنه ﷺ كان يأكل البطيخ بالرطب، ....

بجبنة في تبوك،) من عمل النصارى، فقيل: هذا طعام تصنعه المجوس، (فدعا بسكين، فسمى وقطع، رواه أبو داود،) ومسدد وغيرهما، وروى الطيالسي عن ابن عباس: أن النبي ﷺ، لما فتح مكة رأى جبنة، فقال: «ما هذا»؟، فقالوا: طعام يصنع بأرض العجم، فقالوا: ضعوا فيه السكين، وكلوا، وروى أحمد، والبيهقي، عنه: أتي ﷺ بجبنة في غزاة تبوك، فقال: أين صنعت هذه؟، قالوا: بفارس ونحن نرى أن يجعل فيها ميتة، فقال ﷺ: أطعموا، وفي رواية ضعوا فيها السكين، واذكروا اسم الله تعالى وكلوا، قال الخطابي: أباحه ﷺ على ظاهر الحال، ولم يمتنع من أكله، لأجل مشاركة المسلمين للكفار في عمله، وتعقبه المقريزي بتوقفه على نقل، إذ لم يكن بفارس والشام حينئذٍ أحد من المسلمين، قال الشامي: وهو ظاهر لا شك فيه.

(وكان عليه الصلاة والسلام يراعي صفات الأطعمة وطبائعها)، تفسيري، (و) يراعي. (واستعمالها على قاعدة الطب، فإذا كان في أحد الطعامين ما يحتاج إلى كسر) الحر، أو برد (وتعديل،) عطف تفسير، (كسره، وعدله بضده؛ إن أمكنه، كتعديله حرارة الرطب بالبطيخ،) بكسر الباء، وبعض أهل الحجاز يجعل الطاء مكانها.

قال ابن السكيت: في باب ما هو مكسور الأول نقول هو البطيخ، والطبيخ والعامة تفتح الأول، أي: فيهما، وهو غلط لفقد فعيل بالفتح، (وهذا أصل كبير في المركبات من الأدوية، وإن) لم يمكنه بأن (لم يجد ذلك،) فهو قسيم قوله، قبل أن أمكنه، فلا حاجة لجعله قسمًا لمقدر، (تناوله على حاجة وداعية من النفس، من غير إسراف،) إكثار في أكله، وهذا شبيه بالتعديل أيضًا، إذ القليل مع طلب النفس لا ضرر فيه.

(وروى أبو داود من حديث أبي أسامة،) حماد بن أسامة القرشي، مولاهم الكوفي، مشهور بكنيته ثقة، ثبت من رجال الجميع، مات سنة إحدى ومائتين، وهو ابن ثمانين، (عن هشام) بن عروة، أي: عن أبيه، عن عائشة، كما في أبي داود؛ (أنه ﷺ كان يأكل البطيخ بالرطب،) تمر

حضورؐ کے وقت کون کسریٰ تھا

مزید صفحہ 63 وغیرہ ج

شرح زرقانی مواہب لدنیہ جلد 5

وكتب ﷺ إلى كسرى أبرويز بن هرمز بن أنو شروان ملك فارس:

بسم الله الرحمٰن الرحيم، من محمد رسول الله إلى كسرى عظيم فارس، سلام على من اتبع الهدى، وآمن بالله ورسوله، ....

عليه، ويعمل بمقتضاه، بل شح بملكه، وآثر الفانية على الباقية، ولو تفطن لقوله ﷺ: أسلم تسلم، وحمل الخبر على عمومه في الدنيا والآخرة لسلم، أو أسلم من كل ما يخافه، ولكن التوفيق بيد الله، واختلف الأخباريون، هل هو الذي حاربه المسلمون في زمن أبي بكر وعمر، أو ابنه، والأظهر أنه هو (انتهى).

(**وكتب ﷺ إلى كسرى**) بكسر الكاف، وتفتح لقب لكل من ملك الفرس، قال ابن الأعرابي: الكسر أفصح، واختاره أبو حاتم، وأنكره الزجاج، واحتج بأن النسبة كسروى بالفتح، ورده ابن فارس بأن النسبة قد يفتح فيها ما الأصل كسره أو ضمه، كما قالوا في بني تغلب بكسر اللام تغلبي بفتحها، وفي سلمة كذلك، فلا حجة فيه على تخطئة الكسر.

قال في الفتح: ومعناه بالعربية المظفر (**أبرويز**) بفتح الواو، وكسرها، ويقال له ابرواز وآخره زاي معجمة، كما في القاموس ومقتضى قاعدته فتح همزته.

قال السهيلي في أوائل الروض: ومعنى ابرويز بالعربية المظفر، وهو الذي غلب على الروم حين أنزل الله ﴿الٓمٓ غلبت الروم﴾ [الروم: ٢]، انتهى، فعلى هذا، فكل من لفظ كسرى وأبرويز معناه المظفر (**ابن هرمز بن أنو شروان**) وهو كسرى الكبير المشهور، الذي بنى الإيوان، وملك ثمانيًا وأربعين سنة، وقيل إنه الذي كتب إليه ﷺ.

قال الحافظ: وفيه نظر، لأن النبي ﷺ انذر بأن ابنه يقتله، والذي قتله ابنه هو كسرى أبرويز بن هرمز (**ملك فارس،**) ولفظه فيما أخرجه الواقدي من حديث الشفاء بنت عبد الله (**بسم الله الرحمٰن الرحيم،**) قال في فتح الباري: لم تجر العادة الشرعية، ولا العرفية بإبتداء المراسلات بالحمد، وقد جمعت كتبه ﷺ إلى الملوك وغيرهم، فلم يقع في واحد منها البداءة بالحمد، بل بالبسملة (**من محمد رسول الله**) فيه البداءة باسم الكاتب قبل المكتوب إليه، وقد أخرج أحمد وأبو داود أن العلاء بن الحضرمي كتب إليه ﷺ، وكان عامله على البحرين: من العلاء إلى محمد رسول الله، فبدأ بنفسه، وعند البزار أنه ﷺ وجه عليًا وخالد بن الوليد، فكتب إليه خالد، فبدأ بنفسه، وكتب إليه علي، فبدأ برسول الله ﷺ، فلم يعب على واحد منهما، وكتب ابن عمر إلى معٰوية، وعبد الملك، فبدأ بهما، وكذا جاء عن زيد بن ثابت إلى معٰوية (**إلى كسرى عظيم فارس، سلام**) من عذاب الله (**على من اتبع الهدى**) الرشاد، (**وآمن بالله ورسوله،**

تح: اختلف هل كان شقّ صدره وغسله مختصًّا به أو وقع لغيره من الأنبياء، فذكر
طبري، قال الشامي: والراجح المشاركة، وما صحّحه الشيخ ـ يعني السيوطي ـ في
غرى من عدم المشاركة لم أرَ ما يعضده بعد الفحص الشديد، انتهى. ((فإن قلت:
ي ختم قلبه المقدس) ﷺ (أجيب) وفي نسخة بالفاء وحذفها أولى، كما مر (بأنه
تم الرسالة به؟) الأولى النبوّة، لأن ختم الرسالة لا يستلزم ختم النبوّة بخلاف

هذا مسلم، إن كان الختم خاصًا به، أما إذا ورد أنه ليس خاصًا به بل
كون الحكمة أنه علامة يمتاز بها عن غيره ممن ليس بنبي وسيأتي قريباً
عالى ما في الخاتم الشريف من المباحث.

المواهب اللدنية بالمنح المحمدية

للعلامة القسطلاني

المتوفى سنة ٩٢٣ هـ.

jil 1p.no 286-287

داعية العصر
أحمد ديدات

مسألة صلب المسيح
بين الحقيقة والافتراء

ترجمة
علي الجوهري

دار الفضيلة

بسم الله الرحمن الرحيم

الأزهـــر
مجمـــع البحـــوث الاســـلامية
الادارة العـــامة
للبحـــوث والتـــأليف والترجمـــة

نموذج رقم ١٧
AL-AZHAR
ISLAMIC RESEARCH ACADEMY
GENERAL DEPARTMENT
For Research, Writting & Translation

السـيد / الأستاذ / مدير دار الاعتصام

الســلام عليــكم ورحمـــة اللـــه وبركاته ـــ وبعـــد :

فبناء على الطلب الخاص بفحص ومراجعة كتاب : مسألة صلب المسيح بين الحقيقة والافتراء تأليف : أحمد ديدات

نفيد بأن الـــكتاب المذكور ليس فيه ما يتعارض مع العقيدة الاسلامية ولا مـــانع من طبعـــه على نفقتـــكم الخـــاصة .

مع التـــأكيد على ضرورة العنـــاية التامة بكتـــابة الآيات القـــرآنية والاحاديث النبـــوية الشريفـــة .

واللـــــه المـــوفق ،،،

والســـلام عليـــكم ورحمـــة اللـــه وبركاته ،،،

مدير عـــام
ادارة البحوث والتـــاليف والترجمـــة

تحريرا في ٢٠ / ٨ / ١٤٠٩ هـ
الموافق ٦ / ٤ / ١٩٨٩ م

المختنات الساحات ،

سُرّاء بضم اوله وتشديد ثانيه والمد اسم من اسماء سُرّ من راى وسُرّاء ايضا بُرْقة عند وادى تُرْك وهى مدينة سَلْمى احد جَبَلَى طَيّء ، وسُرّاء ايضا ماءة عند وادى سَلْمَى يقال لأعْلاه ذو الاعشاش ولأسْفله وادى الحفاير قال زُهَيْر

قف بالديار التى لم يعفها القِدَم   بَلَى وغَيّرها الارواح والديَم
دارٌ لاسماء بالغمرين ماثلة   كالوحى ليس بها من اهلها أرِم
بل قد اراها جميعا غير مُقْوِيَة   سُرّاء منها فوادى الحفر فالهِدَم ،

سَرَا بفتح اوله وتخفيف ثانيه والقصر احد ابواب مدينة هراة سمى بذلك لدار عنده لان السَّرَا هو الدار الواسعة وسرا من اجلّ موضع بهَراة منه دخل يعقوب بن الليث ، وسرا قرية على باب نَهاوَنْد قال ابو الوَفا سعد بن على بن محمد السراى بطرابلس انبانا ابو اسحاق ابراهيم السراى قرية على باب نهاوند ،

سَرابيط قرات بخط ابن برد الخيّاز فى كتاب فتوح البلدان للبلاذرى نقل الحجّاج الى داره والمسجد الجامع ابوابا من زَنْدَوَرْد والدَّرْوَقْرة ودراوساط ودير ماسرجان وسرابيط فضجّ اهل هذه المدن وقالوا قد اومنّا على مُدُننا واموالنا فلم يَلْتفت الى قولهم ،

سِرَاج طَيْر كذا ضبطه ابن برد الخيّاز وهى كورة فى ارمينية الثالثة وقيل الثانية ،

السَّرَار بالفتح وتكرير الراء واد فى شعر الراعى وسرارة الوادى افضل موضع فيه والجمع السَّرار قال بعضهم

فانّ الخمر بماجد بنى سُلَيم   أكُنْ منها التَّخُومَةَ والسَّرارا

قال جرير

كانّ مجاشعا بحثات نيب   هَبَطْنَ الجص اسفل من سرارا

كتاب الفتاوى الحديثية لعلامة زمانه وفريد دهره ووحيد
أوانه بقية المجتهدين وخاتمة الفقهاء والمحدثين الشيخ
أحمد شهاب الدين بن حجر الهيتمي المكي والى
الله عليه موائد رحمته وغفرانه وأمطر
عليه سحائب كرمه واحسانه
وأعاد علينا وعلى
المسلمين من بركات
علومه
آمين

وبهامشه كتاب الدرر المنتثرة في الاحاديث المشتهرة
للامام جلال الدين الاسيوطي رحمه الله

ما يقتضي ذلك وورد التصريح بذلك مرادعمه ونص عليه العلماء وأخرج مسلم يبعث كل عبد على ما مات عليه
والبيهقي من مات على مرتبة من هذه المراتب بعث عليها يوم القيامة وقال العلماء خبر يبعث الميت في
ثيابه التي مات فيها أي في عمله الذي توفي عليه من خير أو شر وصح أن المجروح في سبيل الله يأتي يوم القيامة
وجرحه يثعب دما وحديث الميت يبعث ملبيا وورد بسند ضعيف لكن له شواهد أن الملبين والمؤذنين
يخرجون من قبورهم يؤذن المؤذن ويلبي الملبي وبسند واه من ورق الدنيا وهو سكران دخل القبر سكران
وبعث من قبره سكران وفي كشف علوم الآخرة للغزالي يبعث السكران سكران يوم القيامة والزامر زامرا
وشارب الخمر والكوز معلق في عنقه وكل أحد على الحال الذي صده في الدنيا عن سبيل الله قال الحافظ
السيوطي بعد ذكره جميع ما مر وفي هذا كله إشارة إلى تخصيص الحديث السابق بأن الحالة التي يأتي
عليها في الآخرة هي ما كان عليه في الدنيا من الطاعة والمعصية بخلاف المباحات فلا يبعث التجار بآلته
ونحوه وذلك لأن الاستعمال بها مما لا يجوز شرعا والله أعلم (وسئل) نفع الله به عما معنى حديث
الطبراني عن أم سلمة رضي الله عنها قلت يا رسول الله أخبرني عن قول الله تعالى حور عين قال حور بيض
ضخام العيون شفر الحوراء بمنزلة جناح النسر (فأجاب) بقوله اشفر بالفاء مضاف للحوراء وهو هدب
العين شبهه بجناح النسر في الطول المناسب لذلك لعظم العيون ويؤيده رواية ابن أبي الدنيا شفر المرأة من
الحور العين أطول من جناح النسر وصحف ذلك بعضهم فقال إنه بالقاف والحوراء بالرفع وزعم أنه استعارة
بمعنى أن الحوراء بمنزلة جناح النسر في السرعة والطيران والخفة وهو مع كونه تصحيفا لا يلائم المقام (وسئل)
نفع الله به عما معنى ذبح الموت إذا استقر أهل الجنة في الجنة وأهل النار في النار مع أنه عرض عندنا أو عدم
محض عند المعتزلة وعليهما فهو لا يمكن أن يكون جسما (فأجاب) بقوله نظرا لذلك طائفة ضعفاء العقول
فأنكروا لأجله الحديث وأجاب المحققون عن ذلك بأن هذا من باب التمثيل البليغ وبأنه يجوز أن يخلق الله
تعالى هذا الجسم ثم يذبح ثم يجعل مثالا لأن الموت لا يطرأ على أهل الجنة وقال القرطبي يجوز أن يخلق الله
كبشا يسميه الموت ويلقي في قلوب الفريقين أن هذا الموت يكون ذبحه دليلا على الخلود في الدارين وقال
غيره لا مانع أن ينشئ الله من الأعراض أجساما يجعلها مادة لها كما ثبت في حديث مسلم أن البقرة وآل عمران
يجيئان كأنهما غمامتان ونحو ذلك من الأحاديث والله سبحانه وتعالى أعلم (وسئل) نفع الله به عن معنى
فرح أهل الجنة بذبح الموت مع علمهم من أنبيائهم وكتبهم أنهم لا يموتون (فأجاب) بقوله ورد في بعض طرق
الحديث عند ابن حبان أنهم يطلعون خائفين أن يخرجوا من مكانهم الذي هم فيه وفسر بأنه خوف توهم
لا استقرار ولا ينافي ذلك تقدم علمهم بأنه لا موت في الآخرة لأن التوهمات تطرأ على المعلومات ثم لا تستقر
فكان فرحهم بإزالة وهم وأجيب أيضا بأن عين اليقين أقوى من علم اليقين فشاهدتهم ذبح الموت أقوى وأشد
في انتفائه من تقدم علمهم إذ العيان أقوى من الخبر (وسئل) نفع الله بعلومه عن معمر المغربي ورتن الهندي
المدعيين أنهما من الصحابة هل لذلك صحة (فأجاب) بقوله لا صحة لذلك كما بينه أئمة الحديث منهم الذهبي في
الميزان وشيخ الإسلام الحافظ ابن حجر في الإصابة وأفتى به غير مرة وقد ذكر أهل الحديث وغيرهم أن من ادعى
الصحبة بعد مضي مائة سنة من وفاته صلى الله عليه وسلم فهو كاذب وأن آخر الصحابة موتا كما في مسلم واتفق عليه
العلماء أبو الطفيل مات سنة عشرة ومائة من الهجرة (وسئل) نفع الله به وبعلومه عما وقع في تهذيب
النووي وأما ما روي عن بعض المتقدمين لو عاش إبراهيم لكان نبيا فباطل وجسارة على الكلام على المغيبات
ومجازفة وهجوم على عظيم فهل ما قاله صحيح (فأجاب) بقوله رحمه الله قد تعجب منه شيخ الإسلام في الإصابة
وقال إنه ورد عن ثلاثة من الصحابة ولا يظن بالصحابي أنه هجم على مثل هذا بظنه وبين الحافظ السيوطي أنه
صح عن أنس رضي الله عنه أنه سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن ابنه إبراهيم قال لا أدري رحمة الله على إبراهيم
لو عاش لكان صديقا نبيا وفي رواية عن أنس أنه رفع ذلك إلى النبي صلى الله عليه وسلم ورواه ابن منده

والبيهقي

يغنيهم الله ثم يستغنف قال هذا تصحيف على المصنف وإنما هو يغنيهم الله بالغين المهملة من الإعانة وقريب منه ما أخرجه الديلمي من حديث عائشة مرفوعا تزوجوا النساء فإنهن يأتين بالمال ومن شواهده حديث التمسوا الرزق بالنكاح

****

مطلب ما معنى ذبح الموت الخ

مطلب ما ورد في حق إبراهيم ابن نبينا صلى الله عليه وسلم

والبيهقي عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم ورواه ابن عساكر عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم وأخرج أيضا وقال فيه من ليس بالقوي عن علي بن أبي طالب لما توفي ابراهيم أرسل النبي صلى الله عليه وسلم الى أمه مارية فجاءته وغسلته وكفنته وخرج به وخرج الناس معه فدفنه وأدخل صلى الله عليه وسلم يده في قبره فقال أما والله انه لنبي ابن نبي وبكى وبكى المسلمون حوله حتى ارتفع الصوت ثم قال صلى الله عليه وسلم تدمع العين ويحزن القلب ولا نقول ما يغضب الرب وانا عليك يا ابراهيم لمحزونون وروى أبو داود أنه مات وعمره ثمانية عشر شهرا فلم يصل عليه صلى الله عليه وسلم صححه ابن حزم قال الزركشي اعتل من سلم ترك الصلاة عليه بعلل منها أنه استغنى بفضيلة أبيه عن الصلاة كما استغنى الشهيد بفضيلة الشهادة ومنها انه لا يصلي نبي على نبي وقد جاء لو عاش لكان نبيا انتهى ولا بعد في اثبات النبوة له مع صغره لانه كعيسى القائل يوم ولد اني عبد الله آتاني الكتاب وجعلني نبيا وكيحيى الذي قال تعالى فيه وآتيناه الحكم صبيا قال المفسرون نبئ وعمره ثلاث سنين واحتمال نزول جبريل بوحي لعيسى أو يحيى يجري في ابراهيم ويرجحه أنه صلى الله عليه وسلم صومه يوم عاشوراء وعمره ثمانية أشهر وذكر السبكي في حديث كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد أن الاشارة بذلك الى روحه لان الارواح خلقت قبل الاجساد أو الى حقيقته والحقائق تقصر عقولنا عن معرفتها ثم ان تلك الحقائق يؤتي الله كل حقيقة منها ما يشاء في الوقت الذي يشاء فحقيقة النبي صلى الله عليه وسلم قد تكون من قبل خلق آدم آتاها الله ذلك بأن يكون خلقها الله مهيئة له وأفاضه عليها من ذلك الوقت فصار نبيا انتهى وبه يعلم تحقيق نبوة سيدنا ابراهيم في حال صغره (وسئل) نفع الله بعلومه هل سمع الحسن البصري من كلام علي كرم الله وجهه حتى يتم للسادة الصوفية سند خرقتهم وتلقينهم الذكر المروي عنه عن علي كرم الله وجهه (فأجاب) بقوله اختلف الناس فيه فأنكره الاكثرون وأثبته جماعة قال الحافظ السيوطي وهو الراجح عندي كالحافظ ضياء الدين المقدسي في المختارة والحافظ شيخ الاسلام ابن حجر في أطراف المختارة لوجوه الاول ان المثبت مقدم على النافي الثاني انه ولد لسنتين بقيتا من خلافة عمر وميز لسبع وأمر بالصلاة فكان يحضر الجماعة ويصلي خلف عثمان الى أن قتل وعلي اذ ذاك بالمدينة يحضر الجماعة كل فرض ولم يخرج منها الا بعد قتل عثمان وسن الحسن اذ ذاك أربع عشرة سنة فكيف ينكر سماعه منه مع ذلك وهو يجتمع معه كل يوم بالمسجد خمس مرات مدة سبع سنين ومن ثم قال علي بن المديني رأى الحسن عليا بالمدينة وهو غلام وزيادة على ذلك ان عليا كان يزور أمهات المؤمنين ومنهن أم سلمة والحسن في بيتها هو وأمه خيرة هي مولاة لها وكانت أم سلمة رضي الله عنها تخرجه الى الصحابة يباركون عليه وأخرجته الى عمر رضي الله عنه فدعا له اللهم فقهه في الدين وحببه الى الناس ذكره المزي وأسنده العسكري وقد أورد المزي في التهذيب من طريق أبي نعيم أنه سئل عن قوله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يدركه فقال كل شيء قلته فيه فهو عن علي غير اني في زمان لا أستطيع أن أذكر عليا أي زمان الحجاج ثم ذكر الحافظ أحاديث كثيرة وقعت له من رواية الحسن عن علي كرم الله وجهه وفي بعضها ورجاله ثقات قول الحسن سمعت عليا يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل أمتي مثل المطر الحديث (وسئل) نفع الله به هل ورد أنه صلى الله عليه وسلم لما حفر الخندق ظهرت صخرة عجزوا عن كسرها فضربها صلى الله عليه وسلم ثلاث ضربات فلانت وتفتت وأن سيدنا ابراهيم أثرت قدماه في مقامه الموجود الآن (فأجاب) بقوله الاول ورد من طرق صحيحة والثاني صح عن ابن سلام موقوفا عليه (وسئل) نفع الله به ورضي عنه هل ورد أنه صلى الله عليه وسلم لانت له الصخر وأثرت قدماه فيه وأنه كان اذا مشى على التراب لا يؤثر قدمه الشريف فيه وانه لما صعد صخرة بيت المقدس ليلة المعراج اضطربت تحته ولانت فأمسكتها الملائكة وان الاثر الموجود الآن بها أثر قدمه صلى الله عليه وسلم وانه لم يعط نبي معجزة الا وقد أعطى نبينا صلى الله عليه وسلم مثلها أو واحد من أمته وأنه لما جاء الى بيت أبي بكر بمكة ووقف ينتظره ألصق منكبه ومرفقه بالحائط فغاص المرفق في الحجر وأثر فيه

أخرجه الديلمي من حديث ابن عباس

(حديث) تفكروا في كل شيء ولا تفكروا في الله ابن أبي شيبة في كتاب العرش عن ابن عباس موقوفا وأبو نعيم في الحلية عنه مرفوعا بلفظ تفكروا في خلق الله ولا تفكروا في الله

****

مطلب في أن الحسن البصري سمع من علي على الصحيح

وبه سمي البراق لتلألئه في البرق وان أصحابه وتردده فيه (فأجاب) بقوله قال الحافظ السيوطي لم أقف على ذلك كله ولم أقف له على أصل ولا سند ولا رأيت من خرجه في كتب الحديث انتهى ثم صح أنه صلى الله عليه وسلم ... لا حرف حجر ... سلم عليه بمكة وقد سبق السلف كالحافظ على أنه الحجر البارز لأنه بارز في المذكور والتحقيق أنه ما أعطي نبي معجزة الا أعطي نبينا محمد صلى الله عليه وسلم مثلها أو أعظم منها

(وسئل) نفع الله به عن مسألة اختلف العلماء هل تطلق الاسلام على سائر الملل السابقة حقيقة أو يختص بهذه الامة فما الراجح في ذلك (فأجاب) بقوله رجح ابن الصلاح الاول وسيأتي ما يصرح من نفس القرآن ورجح غيره الثاني وهو أنه لا يوصف به أحد من الامم السابقة سوى الانبياء فقط وشرفت هذه الامة بأن وصفت بما وصف به الانبياء تشريفا وتكريما واستدل الحافظ السيوطي على رجحان الثاني بأمور مبسوطة في محل لا مثل منها أمور منها قوله تعالى هو سماكم المسلمين واختلف في ضميره هل هو لله أو لابراهيم على قولين وقوله سماكم المسلمين ولو لم يكن خاصا بهم كما ذكر تبعا لم يكن لتخصيصه بالذكر ولا لاقترانه بما قبله معنى وهذا هو الذي عليه السلف من الائمة فقد صح عن ابن زيد أحد أئمة السلف في التفسير ومن تبع اتباعهم انه قال لم يذكر الله بالاسلام غير هذه الامة ولم يسمع بأمة ذكرت بالاسلام غيرها وأخرج ابن المنذر وابن أبي حاتم عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله تعالى هو سماكم المسلمين من قبل قال الله عز وجل هو سماكم المسلمين من قبل وأخرجا عن مجاهد وقتادة مثله وأخرجه عبد بن حميد وابن المنذر عن سفيان ابن عيينة وأخرجه ابن أبي حاتم عن مقاتل بن حيان وحاصل هذه الآثار عن هؤلاء الذين هم أئمة الدين والسلف المفسرين من الصحابة والتابعين وأتباعهم ان الله سمى هذه الامة مسلمين في أم الكتاب وهو اللوح المحفوظ وفي التوراة والانجيل وسائر كتبه المنزلة وفي القرآن وانه اختصهم بهذا الاسم من دون سائر الامم ويصح رجوع ضميره لابراهيم كما قاله ابن أبي زيد لقوله ربنا واجعلنا مسلمين لك ومن ذريتنا أمة مسلمة لك دعا بذلك لنفسه ولولده وهما نبيان ثم دعا لامة من ذريته وهي هذه الامة ولهذا عقبه بقوله ربنا وابعث فيهم رسولا منهم الآية وهو نبينا اجماعا فاستجاب الله دعاءه بالامرين ببعث محمد صلى الله عليه وسلم منهم وبتسميتهم مسلمين وبهذا أشار تعالى الى أن ابراهيم هو السبب في ذلك بقوله ملة أبيكم ابراهيم هو سماكم المسلمين ومنها قوله تعالى ورضيت لكم الاسلام دينا وهو ظاهر في الاختصاص بهم لان تقديمه يستلزمه ويفيد أنه لم يرضه لغيرهم كما قضيه كلام أهل البيان ومنها ما في حديث اسحق بن راهويه وابن أبي شيبة أنه صلى الله عليه وسلم قال ليهودي حلف والله ما اصطفى الله محمدا على البشر بل يا يهودي آدم صفي الله وابراهيم خليل الله وموسى نجي الله وعيسى روح الله وأنا حبيب الله بل يا يهودي تسمى الله باسمين سمى بهما أمتي هو السلام وسمى بهما أمتي المسلمين الحديث وهو صريح في اختصاص أمته بوصف الاسلام والا لقال اليهودي ونحن أيضا كذلك وفي حديث النسائي وغيره من دعا بدعوى الجاهلية فانه من جثى جهنم قال رجل يا رسول الله وان صام وصلى قال نعم فادعوا بدعوة الله التي سماكم بها المسلمين والمؤمنين عباد الله وأخرج أبو نعيم وغيره عن وهب قال أوحى الله الى شعيب اني باعث نبيا أميا مولده بمكة الى أن قال والاسلام ملته وأحمد اسمه ولا يعارض ذلك قوله تعالى فأخرجنا من كان فيها من المؤمنين فما وجدنا فيها غير بيت من المسلمين لما مر أن وصف الاسلام يطلق على الانبياء أيضا والبيت المذكور بيت لوط صلى الله على نبينا وعليه وسلم ولم يكن فيه مسلم الا هو وبناته فأطلق عليه أصالة وعليهن تغليبا أو تبعا لشرف الهم اذ قد يختص أولاد الانبياء بأشياء لا يشاركهم فيها بقية الامم كما اختص سيدنا ابراهيم ابن نبينا صلى الله عليه وسلم بأنه لو عاش كان نبيا وكما اختصت فاطمة بأنها لا يتزوج عليها وبأنها تمكث في المسجد مع الحيض والجنابة وكذلك أمهات المؤمنين وكذا علي والحسن والحسين رضي الله عنهم اختصوا بجواز المكث في المسجد مع الجنابة كل ذلك تبعا له صلى الله عليه وسلم وكذلك قوله تعالى عن أولاد يعقوب ونحن له مسلمون اما على سبيل التبعية ان لم يكونوا أنبياء والاوضح

مطلب خصوصية هذه الامة بوصفهم بالاسلام

(حديث) تقول النار يوم القيامة للمؤمن يا مؤمن جز فقد أطفأ نورك لهبي ابن عدي من حديث يعلى بن أمية وقال منكر والترمذي الحكيم في نوادر الاصول (حديث) تمكث احداكن شطر دهرها لا تصلي قال ابن منده لا يثبت وقال ابن الجوزي لا يعرف وقال

مطلب في أنه يجوز المكث في المسجد مع الجنابة لجماعة مخصوصين

وكذلك قوله تعالى وقال موسى ياقوم ان كنتم آمنتم بالله فعليه توكلوا ان كنتم مسلمين اما أن يحمل على التغليب فان فيهم هارون ويوشع وهما نبيان وأدرج بقية القوم في الوصف تغليبا أو يحمل على أن المراد ان كنتم منقادين لي فيما آمركم به وكذلك قوله تعالى ولا تموتن الا وأنتم مسلمون فهو من قول ابرهيم لبنيه ويعقوب لبنيه وفي بني كل أنبياء فوقع تغليبا وكذلك قوله تعالى واذ أوحيت الى الحواريين أن آمنوا بي وبرسولي قالوا آمنا واشهد بأننا مسلمون فان الحواريين فيهم الانبياء الثلاثة المذكورون في قوله تعالى اذ جاءها المرسلون الآية نص العلماء على أنهم من حواري عيسى وأحد قولي العلماء ان الثلاثة أنبياء ويرشحه ذكر الوحي اليهم ولا يؤيد القول المرجوح آية شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا الخ خلافا لمن وهم فيه لان المراد استواء الشرائع كلها في أصل التوحيد وليس الاسلام اسما للتوحيد فقط بل لمجموع الشريعة بفروعها وأعمالها على أن محل النزاع انما هو في أمر لفظي هو أن تلك الشرائع هل تسمى اسلاما أولا والراجح لا بناء على أن الاطلاق يتوقف على الورود ولم يرد في شيء من الشرائع تسميته اسلاما من غير تغليب أو تبعية لنبي فلا يطلق عليه كما لا يطلق على شيء من الكتب أنه قرآن ولا على شيء من أواخر آي القرآن انه سجع بل فواصل وقوفا مع ما ورد كما قال النووي لا يقال في حق النبي صلى الله عليه وسلم عز وجل وان كان عزيزا جليلا وعلى الراجح فوجه الاختصاص بهذا الاسم هو أن الاسلام اسم للشريعة المشتملة على فواضل العبادات المختصة بهذه الامة من الصلوات الخمس وصوم رمضان والغسل من الجنابة والجهاد ونحوها كما أفاده حديث جبريل قال الاسلام أن تشهد أن لا اله الا الله وأن محمدا رسول الله وتقيم الصلاة المكتوبة وتؤتي الزكاة المفروضة وتصوم رمضان وتحج البيت وفي رواية وتغتسل من الجنابة وذلك خاص بهذه الامة كما تقرر لم يكتب على غيرها من الامم وانما كتب على الانبياء فقط كما جاء في أثر وهب وأعطيتهم من النوافل مثل ما أعطيت الانبياء وافترضت عليهم الفرائض التي افترضت على الانبياء والرسل فلذلك سميت هذه الامة مسلمين كما سمي بذلك الانبياء والمرسلون ولم يسم غيرها من الامم ويؤيد هذا المعنى حديث أبي يعلى الاسلام ثمانية أسهم شهادة أن لا اله الا الله والصلاة والزكاة والحج والجهاد وصوم رمضان والامر بالمعروف والنهي عن المنكر وأخرج الحاكم عن ابن عباس رضي الله عنهما سهام الاسلام ثلاثون سهما لم يتمها الا ابراهيم ومحمد صلى الله عليهما وسلم *(تنبيه)* قوله تعالى الذين آتيناهم الكتاب من قبله هم به يؤمنون واذا يتلى عليهم قالوا آمنا به انه الحق من ربنا انا كنا من قبله مسلمين ظاهر في الدلالة للمرجوح وأجاب عنها الجلال السيوطي بما فيه تكلف وضعف ومنه ان الوصف في مسلمين اسم فاعل مراد به الاستقبال كما هو حقيقة فيه لا الحال ولا الماضي الذي هو مجاز والتمسك بالحقيقة هو الاصل وتقدير الآية انا كنا من قبل مجيئه عازمين على الاسلام به اذا جاءنا لما كنا نجده في كتبنا من نعته ووصفه ويرشحه أن السياق يرشد الى أن قصدهم الاخبار بحقية القرآن وانهم كانوا على قصد الاسلام به اذا جاء به النبي صلى الله عليه وسلم لما كان عندهم من صفاته وظهر لهم من قرب زمانه واقتراب بعثته وليس قصدهم الثناء على أنفسهم في حد ذاتهم بأنهم كانوا بصفة الاسلام أولا فان ذلك ينبو عنه المقام (وسئل) نفع الله به ما الافضل العقل أم العلم الحادث (فأجاب) بقوله رضي الله عنه اختلف العلماء في ذلك والراجح عند أكثرهم تفضيل العلم لان البارى تعالى يوصف بالعلم القديم ولا يوصف بالعقل أصلا وما كان من جنس ما وصف به أفضل ومما يدل لفضل العلم أيضا أن متعلقه أشرف وانه ورد بل صح في فضله أحاديث لا تحصى ولم يرد في فضل العقل حديث بل كل ما روي فيه موضوع وكذب وقال بعض المحققين العلم أفضل باعتبار انه أقرب الى الافضاء الى معرفة الله وصفاته والعقل أفضل باعتبار انه منبع العلم وأصل له وحاصله أن فضيلة العلم بالذات وفضيلة العقل بالوسيلة الى العلم (وسئل) نفع الله به كم عدد الانبياء والرسل (فأجاب) بقوله روى الطبراني بسند رجاله رجال الصحيح أن رجلا قال يارسول الله أنبي آدم قال نعم قال كم بينه وبين نوح قال عشرة قرون قال كم بين نوح وابراهيم قال عشرة قرون قال يارسول الله كم كانت الرسل قال ثلثمائة

النووي باطل وقال البيهقي تطلبته فلم أجده ولم أجد له اسنادا قلت بقي أحاديث (حديث) تعلموا الفرائض فانه نصف العلم ابن ماجه من حديث أبي هريرة رضي الله عنه
(حديث) تهادوا تحابوا الطبراني في الاوسط من

كتاب الفتاوى الحديثية لعلامة زمانه وفريد دهره ووحيد
أوانه بقية المجتهدين وخاتمة الفقهاء والمحدثين الشيخ
أحمد شهاب الدين بن حجر الهيتمي المكي والى
الله عليه موائد رحمته وغفرانه وأمطر
عليه سحائب كرمه واحسانه
وأعاد علينا وعلى
المسلمين من بركات
علومه
آمين

وبهامشه كتاب الدرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة
للإمام جلال الدين السيوطي رحمه الله

وخمسة عشر وأخرج ابن حبان في صحيحه والحاكم عن أبي ذر قلت يا رسول الله كم الأنبياء قال مائة ألف نبي وأربعة وعشرون ألفاً قلت يا رسول الله كم الرسل منهم قال ثلثمائة وثلاثة عشر جم غفير ولا ينافي ذلك قوله تعالى منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك لأن هذا إخبار عمن قص عليه أو أنه قص عليه لكن مدلوله بعد الآية ويجاب أيضاً عن التخالف بين الروايتين فيحتمل أنه قص عليه أولاً ثلثمائة وثلاثة عشر ثم ثلثمائة وخمسة عشر فخبر عن كل بحسب ما قص عليه وقت الإخبار به (وسئل) نفع الله بعلومه ما المعتمد في الخضر هل هو نبي حي وكذا إلياس (فأجاب) بقوله المعتمد حياتهما ونبوتهما وأنهما خصا بذلك في الأرض كما خص إدريس وعيسى صلى الله عليهما وسلم ببقائهما حيين في السماء (وسئل) نفع الله بعلومه كم بين موسى وعيسى وبين عيسى ونبينا محمد صلى الله عليهم وسلم (فأجاب) بقوله الأول ألف وبضع وسبعمائة سنة والثاني نحو ستمائة سنة على الأشهر (وسئل) نفع الله به عن نزول عيسى صلى الله على نبينا وعليه وسلم أيحكم بشريعتنا أو بشريعة أخرى (فأجاب) بقوله الذي نص عليه العلماء بل أجمعوا عليه أنه يحكم بشريعة محمد صلى الله عليه وسلم وعلى ملته وفي رواية سندها جيد مصدقاً بمحمد وعلى ملته إماماً مهدياً وحكماً عدلاً وفي رواية لابن عساكر فيصلي الصلوات ويجمع الجمع ويجمع الخمس وصلاة الجمعة لم يكن في غير هذه الملة (وسئل) نفع الله به بما لفظه أجمعوا على أن عيسى يحكم بشريعتنا فما كيفية حكمه بذلك أبمذهب أحد من المجتهدين أم باجتهاد (فأجاب) بقوله عيسى صلى الله عليه وسلم منزه عن أن يقلد غيره من بقية المجتهدين بل هو أولى بالاجتهاد ثم علمه بأحكام شرعنا ما يعلمها من القرآن فقط إذ لم يفرط فيه من شيء وإنما احتيج لغيره لقصورنا وقد كانت أحكام نبينا كلها مأخوذة من القرآن ومن ثم قال الشافعي رضي الله عنه كل ما حكم به النبي صلى الله عليه وسلم فهو مما فهمه من القرآن فلا يبعد أن عيسى صلى الله عليه وسلم يكون كذلك أو برواية السنة عن نبينا صلى الله عليه وسلم فإنه اجتمع به في حياته مرات ومن ثم عد من الصحابة أخرج ابن عدي عن أنس رضي الله عنه بينا نحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إذ رأينا برداً ويداً فقلنا يا رسول الله ما هذا البرد الذي رأينا واليد قال قد رأيتموه قلنا نعم قال ذلك عيسى بن مريم سلم علي وفي رواية ابن عساكر عنه كنت أطوف مع النبي صلى الله عليه وسلم حول الكعبة إذ رأيته صافح شيئاً ولم أره قلنا يا رسول الله رأيناك صافحت شيئاً ولا نراه قال ذلك أخي عيسى بن مريم انتظرته حتى قضى طوافه فسلمت عليه وحينئذ فلا مانع أنه حينئذ تلقى عن النبي صلى الله عليه وسلم أحكام شريعته المخالفة لشريعة الإنجيل لعلمه أنه سينزل وأنه يحتاج لذلك فأخذها منه بلا واسطة وفي حديث ابن عساكر ألا أن ابن مريم ليس بيني وبينه نبي ولا رسول ألا أنه خليفتي في أمتي من بعدي وقد صرح السبكي بأنه يحكم بشريعة نبينا صلى الله عليه وسلم بالقرآن والسنة إما بكونه يتلقاها من نبينا صلى الله عليه وسلم شفاهاً بعد نزوله من قبره ويؤيده حديث أبي يعلى والذي نفسي بيده لينزلن عيسى بن مريم ثم لئن قام على قبري وقال يا محمد لأجيبنه وإما بكونه تعالى أوحاها إليه في كتابه الإنجيل أو غيره لأن جميع الأنبياء كانوا يعلمون في زمانهم بجميع شرائع من قبلهم ومن بعدهم بالوحي من الله على لسان جبريل عليه الصلاة والسلام وبالتنبيه على ذلك في كتبهم المنزلة عليهم كما دل على ذلك أحاديث وآثار ولا بعد فيما يفهم من هذا أن جميع ما في القرآن مضمن في الكتب السابقة لقوله تعالى مصدقاً لما بين يديه من الكتاب أي كتب من قبله إن هذا لفي الصحف الأولى صحف إبراهيم وموسى وإنه لفي زبر الأولين أي كتبهم وقد أخذ أبو حنيفة رضي الله عنه قوله بجواز قراءة القرآن بغير العربية من هذه الآية قال لأن القرآن مضمن في الكتب السابقة وهي بغير العربية (وسئل) نفع الله به عمن روى حديث يوشك أن يملأ الله أيديكم من العجم فيأكلون فيكم (فأجاب) بقوله رواه أحمد والبزار والطبراني (وسئل) نفع الله به هل ثبت أن عيسى صلى الله عليه وسلم بعد نزوله يأتيه الوحي (فأجاب) بقوله نعم يوحى إليه وحي حقيقي كما في حديث مسلم وغيره عن النواس بن سمعان وفي رواية صحيحة فبينما هو كذلك إذ أوحى الله إليه يا عيسى إني

مطلب في المدة التي بين موسى وعيسى وبين عيسى ونبينا صلى الله عليهما وسلم

مطلب في حكم عيسى بشريعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم إما بالاستنباط من الكتاب أو لاجتماعه بنبينا مرات

****

حديث عائشة رضي الله عنها

(حديث) تمعددوا واخشوشنوا وامشوا حفاة الطبراني من حديث عبد الله ابن أبي حدرد

(حديث) التائب من الذنب كمن لا ذنب له ابن ماجه عن ابن مسعود

مطلب في مأخذ أبي حنيفة جواز القرآن بغير العربية

قد أخرجت عبادا لى لا يد لاحد بقتالهم فحول عبادى الى الطور وذلك الوحى على لسان جبريل اذ هو السفير بين الله وأنبيائه لا يعرف ذلك لغيره وعيسى نبى كريم باق على نبوته ورسالته لا كما زعمه من لا يعتد به أنه واحد من هذه الامة لان كونه واحدا منهم يحكم بشريعتهم لا ينافى بقاءه على نبوته ورسالته وخبر لا وحى بعدى باطل نعم انما يتلقى جبريل الوحى عن الله بواسطة اسرافيل كما دلت عليه الاحاديث وما اشتهر أن جبريل عليه السلام لا ينزل الى الارض بعد موت النبى صلى الله عليه وسلم فهو لا أصل له ويرده خبر الطبرانى ما أحب أن يرقد الجنب حتى يتوضأ فانى أخاف أن يتوفى وما يحضره جبريل فدل على أن جبريل ينزل الى الارض ويحضر موت كل مؤمن توفاه الله وهو على طهارة وفى حديث الطبرانى وغيره ان ميكائيل عليهما السلام يمنع الدجال مكة وجبريل عليه السلام يمنعه من المدينة ولا ينافى ما تقرر أن جبريل عليه السلام هو السفير نزول اسرافيل على نبينا صلى الله عليه وسلم فقد صح عن الشعبى أنه قال أنزلت عليه النبوة وهو ابن أربعين سنة فقرن بنبوته اسرافيل ثلاث سنين لان هذا أثر مرسل أو معضل فلا ينافى الثابت فى أحاديث الصحيحين وغيرهما أن صاحب الوحى هو جبريل على أن المراد بالسفير المرصد لذلك فلا ينافى ذلك مجىء غيره من الملائكة الى النبى صلى الله عليه وسلم فى بعض الاخبار اذ كم من ملك غير اسرافيل جاء الى النبى صلى الله عليه وسلم فى قضايا متعددة كما هو فى كثير من الاحاديث ومما ينازع فى أثر الشعبى قول جماعة من العلماء فى خبر مسلم وغيره بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس وعنده جبريل اذ سمع نقيضا من السماء من فوق فرفع جبريل بصره الى السماء فقال يا محمد هذا ملك قد نزل لم ينزل الى الارض قط قال فأتى النبى صلى الله عليه وسلم فسلم عليه الحديث أن هذا الملك اسرافيل وأخرج الطبرانى حديث لقد هبط على ملك من السماء ما هبط على نبى قبلى ولا يهبط على أحد بعدى وهو اسرافيل فقال أنا رسول ربك اليك أمرنى أن أخيرك ان شئت نبيا عبدا وان شئت نبيا ملكا الحديث وهذا كالذى قبله بعد ابتداء الوحى بسنين كما يعرف من سائر طرق الاحاديث وهما ظاهران فى أن اسرافيل لم ينزل اليه قبل ذلك فكيف يصح قول الشعبى انه أتاه فى ابتداء الوحى (وسئل) نفع الله به هل يمر الكافر على الصراط (فأجاب) بقوله فى أحاديث ما يقتضى أنهم يمرون وفى أحاديث ما يقتضى خلافه وجمع بحمل الاول على المنافقين وقد صرح القرطبى بأن فى الآخرة صراطين صراط لعموم الخلق الا من يدخل الجنة بغير حساب ومن يلتقطهم عنق النار وصراط للمؤمنين خاصة وبه يعلم أن من يلتقطهم عنق النار وهم طوائف مخصوصة من الكفار لا يمرون على الصراط أصلا وكذلك بعث النار الذى يخرج من الخلق اليها قبل نصب الصراط وهم طوائف من الكفار أيضا قبل الظاهر أنه لا يمر عليه الا المنافقون واليهود والنصارى فقد ورد فى الحديث أنهم يحملون عليه ثم يسقطون فى النار وكذلك من ينصب له الميزان من الكفار وهم طائفة مخصوصة منهم يمرون عليه (وسئل) نفع الله به هل يحشر أحد غير عار (فأجاب) بقوله نعم بعض الناس أى وهم الشهداء يحشرون فى أكفانهم كما قاله البيهقى وحمل على ذلك الحديث الصحيح يبعث الميت فى ثيابه التى يموت فيها وجاء عن عمر ومعاذ رضى الله عنهما حسنوا أكفان موتاكم فان الناس يحشرون فى أكفانهم وهذا منهما له حكم المرفوع وأخرج الدينورى عن الحسن أن أهل الزهد كالشهداء وهو فى حكم المرسل المرفوع واذا ثبت ذلك لهؤلاء فالانبياء أولى وصح حديث ان الناس يحشرون يوم القيامة على ثلاثة أفواج فوج طاعمين كاسين راكبين وفوج يمشون ويسعون وفوج تسحبهم الملائكة على وجوههم (وسئل) نفع الله به هل يوزن الايمان مع الحسنات (فأجاب) بقوله حكى القرطبى عن الحكيم الترمذى أنه لا يوزن لانه لا يقابل اذ لا يمكن كون الانسان يجمع ايمانا وكفرا وما فى الاحاديث مما يقتضى وزنه مؤول بان المراد الزيادة على أصله الواجب (وسئل) رضى الله عنه هل يحشر الطفل على صورته وهل يتزوج من الحور العين وهل الولدان من جنس الحور (فأجاب) بقوله الطفل يكون فى الحشر على خلقته ثم عند دخول الجنة يزاد فيها حتى يكون كالبالغ

مطلب خبر لا وحى بعدى باطل

والديلمى عن أنس وابن عباس والطبرانى فى الكبير عن أبى سعيد عن أبيه (حديث) التدبير نصف المعيشة والتودد نصف العقل والهم نصف الهرم وقلة العيال أحد اليسارين الديلمى من حديث أنس وأخرج أحمد فى الزهد عن

****

مطلب فى أن فى الآخرة صراطين

مطلب فى أن الطفل يتنعم فى الآخرة ويتزوج

بحار الانوار الجزء 54

العلامة المجلسي

[1]

بحار الانوار الجامعة لدرر أخبار الائمة الاطهار تأليف العلم العلامة الحجة فخر الامة المولى الشيخ محمد باقر المجلسي (قدس الله سره) الجزء الرابع والخمسون دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان الطبعة الثالثة المصححة 1403 هـ 1983 م دار احياء التراث العربي بيروت لبنان بناية كليوباترا - شارع دكاش ص. ب 7957 / 11 تلفون المستودع: 274696 - 273032 - 278766 المنزل 830711 - 830717 برقيا: التراث تلكس 44632 / LE تراث

على آدم، وكان بين ما أكل من الشجرة وبين مات تاب الله عزوجل عليه ثلاثمأة سنة من أيام الدنيا في أيام الآخرة يوم كألف سنة ما بين العصر إلى العشاء، وقد أوردت مثله بأسانيد في المجلد الخامس. وبما رواه السيوطي في الدرر المنثور عن عكرمة قال: سأل رجل ابن عباس ما هؤلاء الآيات (في يوم كان مقداره خمسين ألف سنة (1)) و (يدبر الامر من السماء إلى الارض ثم يعرج إليه في يوم كان مقداره ألف سنة (2)) و (يستعجلونك بالعذاب ولن يخلف الله وعده وإن يوما عند ربك كألف سنة مما تعدون (3)) ؟ قال: يوم القيامة حساب خمسين ألف سنة، و خلق السماوات والارض في ستة أيام كل يوم ألف سنة، ويدبر الامر من السماء إلى الارض ثم يعرج إليه في يوم كان مقداره ألف سنة، وذلك (4) مقدار السير. وعن عكرمة (في يوم كان مقداره خمسين ألف سنة) قال: هي الدنيا أولها إلى آخرها يوم مقداره خمسون ألف سنة. لكن فيما زيف بن بعض الوجوه الاخر نظر، إذ بناء تحقيقه على تحقق الزمان الموهوم قبل خلق العالم وإن كان تقديره وقسمته بالايام والساعات، فيمكن أن يقال: بعد خلق الكواكب وحركاتها وتعيين الليالي والايام والشهور والاسابيع يمكن الرجوع القهقهرى، وتعيين جميع ذلك في الازمنة الماضية تقديرا، وتكلف التقدير مشترك بين الوجهين، مع

أن هذا الوجه أوفق بظواهر أكثر الآيات والاخبار، وأما أن الستة الايام لا يكون مبالغة في جانب القلة إذا حملت على أيام الدنيا فليس كذلك، بل في خلق السماوات والارض مع وفور عظمتها واشتمالهما على أنواع الحكم الدقيقة والصمالح الانيقة مما يدل على غاية القدرة والعلم والحكمة، وأما أنه كان يمكن خلقهما في أقل من ذلك الزمان فبين الرضا عليه السلام الحكمة في ذلك، فلعله سبحانه جمع بين الامرين أي عدم الخلق دفعة وقلة الزمان رعاية للامرين معا، وسائر ما ذكرت قدس سره إما محض

بحار الانوار جزء 56 صفحة 223 ط بقية

قال اللہ تعالیٰ

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

"اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دیں وہ قبول کیا کرو اور جس سے وہ روکیں اس سے رک جایا کرو"

(سورۃ الحشر ۷)

مشکوٰۃ المصابیح

عربیہ

للشیخ الامام ولی الدین ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب العمری التبریزی رحمہ اللہ

جلد پنجم

ترجمہ وتشریح

مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

تحقیق ونظر ثانی

حافظ ناصر محمود انور

فاضل اسلامک یونیورسٹی المدینۃ المنورۃ

ناشر

مکتبہ محمدیہ

چک 109/7R چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

واحد تقسیم کار

ضیاء السنۃ ادارۃ الترجمۃ والتالیف

رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد، پاکستان

میں اُٹھائے جائیں گے (ترمذی) امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا۔
وضاحت: علامہ ناصرالدین اَلبانی نے اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے (ضعیف ترمذی صفحہ ۴۹۱)

٦٠٦٤ - (٩) وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأٰى اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ: «هٰذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلاً.

۶۰۶۴: عبداللہ بن حنطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کو دیکھا اور فرمایا' یہ دونوں (میرے لیئے) کان اور آنکھ (کی مانند) ہیں (امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو مرسل بیان کیا ہے)

٦٠٦٥ - (١٠) وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَلَهُ وَزِيْرَانِ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ، وَوَزِيْرَانِ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ، فَاَمَّا وَزِيْرَايَ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرَئِيْلُ — وَمِيْكَائِيْلُ، وَاَمَّا وَزِيْرَايَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

۶۰۶۵: ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہر پیغمبر کے دو وزیر اہلِ آسمان میں سے اور دو وزیر اہلِ زمین میں سے ہوتے ہیں۔ آسمان والے میرے دونوں وزیر جبرائیلؑ اور میکائیلؑ ہیں اور زمین والے (دونوں وزیر) ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں (ترمذی) امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔
وضاحت: علامہ ناصرالدین اَلبانی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے (ضعیف ترمذی صفحہ ۴۹۲)

٦٠٦٦ - (١١) وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ: رَاَيْتُ كَاَنَّ مِيْزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ، فَوُزِنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْ بَكْرٍ، فَرَجَحْتَ اَنْتَ؛ وَوُزِنَ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ فَرَجَحَ اَبُوْ بَكْرٍ، وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ، فَرَجَحَ عُمَرُ؛ ثُمَّ رُفِعَ الْمِيْزَانُ» فَاسْتَاءَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، يَعْنِيْ فَسَاءَهُ ذٰلِكَ. فَقَالَ: «خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ، ثُمَّ يُؤْتِي اللهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَاَبُوْ دَاوُدَ.

۶۰۶۶: ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ذکر کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے گویا کہ ایک ترازو آسمان سے اترا' آپؐ کا اور ابوبکرؓ کا وزن کیا گیا تو آپؐ بھاری نکلے اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کا وزن کیا گیا تو ابوبکرؓ بھاری نکلے اور عمرؓ اور عثمانؓ کا وزن کیا گیا تو عمرؓ بھاری نکلے' پھر ترازو اُٹھا لیا گیا۔ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خواب نے غمگین کر دیا۔ (آپؐ نے فرمایا' اس خواب میں) نبوّت کی خلافت کی جانب اشارہ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا بادشاہت عطا کرے گا (مسلم)
وضاحت: اس حدیث میں دراصل دو روایات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ امام ابوداوٗدؒ نے اس حدیث کو کتاب السُّنّۃ

میں اور امام ترمذیؒ نے کتاب الرُّؤیا میں "پھر ترازو اٹھا لیا گیا" جملے تک کے الفاظ ذکر کیے ہیں (ان الفاظ کے ساتھ) یہ حدیث صحیح ہے اور "آپؐ کو اس خواب نے غمگین کر دیا" کے الفاظ صرف ابوداؤد میں ہیں' اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان راوی ناقابلِ حجت ہے (تنقیح الرواۃ جلد ۴ صفحہ ۲۲۱)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

٦٠٦٧ - (١٢) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «يَطَّلِعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ». فَاطَّلَعَ اَبُوْبَكْرٍ، ثُمَّ قَالَ: «يَطَّلِعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ»، فَاطَّلَعَ عُمَرُ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

تیسری فصل

۶۰۶۷: ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' تمہارے پاس اہلِ جنت میں سے ایک شخص آئے گا۔ چنانچہ ابوبکرؓ آئے۔ پھر فرمایا' تمہارے پاس اہلِ جنت میں سے ایک شخص آئے گا۔ چنانچہ عمرؓ آئے (ترمذی) امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔

وضاحت: علامہ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے (ضعیف ترمذی صفحہ ۴۹۴)

٦٠٦٨ - (١٣) وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: بَيْنَا رَأْسُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ حِجْرِيْ فِيْ لَيْلَةٍ ضَاحِيَةٍ - اِذْ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! هَلْ يَكُوْنُ لِاَحَدٍ مِنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نُجُوْمِ السَّمَاءِ؟ قَالَ: «نَعَمْ، عُمَرُ». قُلْتُ: فَاَيْنَ حَسَنَاتُ اَبِيْ بَكْرٍ؟ قَالَ: «اِنَّمَا جَمِيْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ كَحَسَنَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ اَبِيْ بَكْرٍ». رَوَاهُ رَزِيْنٌ.

۶۰۶۸: عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چاندنی رات تھی' رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ اچانک میں نے سوال کیا' اے اللہ کے رسول! کیا کسی شخص کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر بھی ہیں' آپؐ نے فرمایا' ہاں! عمرؓ کی ہیں (عائشہؓ کہتی ہیں) میں نے دریافت کیا' ابوبکرؓ کی نیکیاں کتنی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' عمرؓ کی تمام نیکیاں ابوبکرؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں (رزین)

وضاحت: یہ حدیث موضوع ہے (تنقیح الرواۃ جلد ۴ صفحہ ۲۲۱)

قال اللہ تعالیٰ

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

"اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دیں وہ قبول کیا کرو اور جس سے وہ روکیں اس سے رُک جایا کرو"

(سورۃ الحشر ۷)

مشکوٰۃ المصابیح

عربیؒ

للشیخ الامام ولی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی رحمہ اللہ

جلد پنجم

ترجمہ وتشریح

مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

تحقیق ونظر ثانی

حافظ ناصر محمود انور

فاضل اسلامک یونیورسٹی المدینۃ المنورۃ

ناشر

مکتبہ محمدیہ

چک 109/7R چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

واحد تقسیم کار

ضیاء السنۃ ادارۃ الترجمۃ والتالیف

رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد، پاکستان

لِعُمَرَ وَقَدْ وُضِعَ عَلٰى سَرِيْرِهٖ، إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِیْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهٗ عَلٰى مَنْكِبِیْ يَقُوْلُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، إِنِّیْ لَأَرْجُوْ أَنْ يَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ، لِأَنِّیْ كَثِيْرًا مَا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: «كُنْتُ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَفَعَلْتُ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَانْطَلَقْتُ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَدَخَلْتُ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَخَرَجْتُ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ» . فَالْتَفَتُّ فَإِذَا عَلِیُّ بْنُ أَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

٦٠٥٧ : ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں کچھ لوگوں میں کھڑا تھا' انہوں نے عمرؓ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی جب کہ (وفات کے بعد) ان کا جنازہ چارپائی پر رکھا گیا تھا۔ اچانک میرے پیچھے ایک شخص نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی اور (عمرؓ کے لئے دعائیہ کلمات) کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے' بے شک میں اُمید رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں رفقاء کے ساتھ جمع کرے گا' اس لئے کہ میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہا سنا کرتا تھا' آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ میں' ابوبکرؓ اور عمرؓ (فلاں جگہ) تھے' میں نے' ابوبکرؓ نے اور عمرؓ نے (فلاں کام) کیا' میں ابوبکرؓ اور عمرؓ چلے' میں ابوبکرؓ اور عمرؓ داخل ہوئے' میں ابوبکرؓ اور عمرؓ نکلے (ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ) میں نے مڑ کر دیکھا تو یہ باتیں علیؓ بن ابی طالب فرما رہے تھے (بخاری' مسلم)

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

٦٠٥٨ - (٣) عَنْ أَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: «إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ أَهْلَ عِلِّيِّيْنَ، كَمَا تَرَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّیَّ فِیْ أُفُقِ السَّمَاءِ، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ مِنْهُمْ وَأَنْعِمَا» . رَوَاهُ فِیْ «شَرْحِ السُّنَّةِ»، وَرَوَى نَحْوَهٗ أَبُوْ دَاوٗدَ، وَالتِّرْمِذِیُّ، وَابْنُ مَاجَهْ

دوسری فصل

٦٠٥٨ : ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' بے شک جنّتی لوگ (آپس میں ایک دوسرے کو) بلند مرتبہ لوگوں (کے اونچے مقام) کو دکھائیں گے جیسا کہ تم آسمان کے اُفق میں روشن ستارے کو دیکھتے ہو۔ بلاشبہ ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی بلند مقام والوں میں سے ہوں گے اور سب سے اچھے ہوں گے (شرحُ السُّنّہ) نیز ابوداوٗد' ترمذی' ابنِ ماجہ نے اس کی مثل بیان کیا ہے۔

وضاحت : یہ حدیث ضعیف ہے' اس کی سند میں عطیہ بن سعد راوی ضعیف ہے (تنقیح الرواۃ جلد ۴ صفحہ ۲۲۰)

٦٠٥٩ - (٤) وَعَنْ أَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: «أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا كُهُوْلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ إِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ

۶۰۵۹: انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ابوبکرؓ اور عمرؓ انبیاء اور رسولوں کے علاوہ اوّلین اور آخرین اُدھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہوں گے (ترمذی)

٦٠٦٠ - (٥) وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

۶۰۶۰: نیز ابنِ ماجہ نے اس حدیث کو علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

وضاحت: ترمذی کی حدیث کی سند جیّد درجہ کی ہے البتہ ابنِ ماجہ کی حدیث جو علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' اس کی سند میں حارث اعور راوی ضعیف ہے نیز جنّت میں سبھی لوگ جوان ہوں گے' اُدھیڑ عمر کے لوگوں سے مقصود وہ لوگ ہیں جو ادھیڑ عمر میں فوت ہوں گے (تنقیح الرواۃ جلد۴ صفحہ۲۲۰)

٦٠٦١ - (٦) **وَعَنْ** حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «إِنِّيْ لَا أَدْرِيْ مَا بَقَائِيْ فِيْكُمْ؟ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ: أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.

۶۰۶۱: حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' بلاشبہ میں نہیں جانتا کہ میں نے تم میں کتنا (عرصہ) زندہ رہنا ہے؟ پس تم میرے بعد دو شخصوں ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء کرنا (ترمذی)

٦٠٦٢ - (٧) **وَعَنْ** أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ لَمْ يَرْفَعْ أَحَدٌ رَأْسَهُ غَيْرَ أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ، كَانَا يَتَبَسَّمَانِ إِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ إِلَيْهِمَا، رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

۶۰۶۲: انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو ابوبکرؓ اور عمرؓ کے علاوہ کوئی شخص اپنا سربلند نہیں کرتا تھا' وہ دونوں آپؐ کی زیارت کر کے مسکراتے تھے اور آپؐ انہیں دیکھ کر مسکراتے تھے (ترمذی) امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔

وضاحت: یہ حدیث ضعیف ہے' اس کی سند میں حَکَم بن عطیۃ راوی متکلّم فیہ ہے (تنقیح الرواۃ جلد۴ صفحہ۲۲۱' ضعیف ترمذی صفحہ۴۹۱)

٦٠٦٣ - (٨) **وَعَنِ** ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ وَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ، أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِيْنِهِ، وَالْآخَرُ عَنْ شِمَالِهِ، وَهُوَ آخِذٌ بِأَيْدِيْهِمَا، فَقَالَ: «هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ». رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَقَالَ: هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ.

۶۰۶۳: ابنِ عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز (اپنے حجرۂ مبارکہ سے) باہر آئے اور مسجد میں داخل ہوئے جب کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ میں سے ایک آپؐ کی دائیں جانب اور دوسرا آپؐ کی بائیں جانب تھا۔ آپؐ نے ان دونوں کے ہاتھوں کو پکڑا ہوا تھا اور آپؐ فرما رہے تھے کہ قیامت کے دن ہم اسی کیفیت

﴿لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا۟ مِن قَبْلُ لَفِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٤﴾﴾ [٣/ آل عمران/ الآية ١٦٤].

صحيح مسلم

للإمام أبي الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري

٢٠٦ - ٢٦١ هـ

لو أن أهل الحديث يكتبون مائتي سنة الحديث
فمدارهم على هذا المسند

صنفت هذا المسند الصحيح من ثلاثمائة ألف حديث مسموعة
مسلم بن الحجاج

طبعة معتنى بها مرقمة
الأحاديث مع الفهارس

دار المغني

(٠٠) وحدّثناه ابْنُ أَبِي عُمَرَ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ مُنْصَرَفَهُ مِنْ أُحُدٍ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي رَأَيْتُ هَـٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطِفُ السَّمْنَ وَالْعَسَلَ. بِمَعْنَى حَدِيثِ يُونُسَ.

(٠٠٠) وحدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ. أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَوْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: كَانَ مَعْمَرٌ أَحْيَاناً يَقُولُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَأَحْيَاناً يَقُولُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلاً أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي أَرَى اللَّيْلَةَ ظُلَّةً. بِمَعْنَى حَدِيثِهِمْ.

(٠٠٠) وحدّثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَـٰنِ الدَّارِمِيُّ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، وَهُوَ ابْنُ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ مِمَّا يَقُولُ لأَصْحَابِهِ: **«مَنْ رَأَى مِنْكُمْ رُؤْيَا فَلْيَقُصَّهَا أَعْبُرْهَا لَهُ»** قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتُ ظُلَّةً. بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ.

(٤) باب رؤيا النبيّ ﷺ

١٨-(٢٢٧٠) حدّثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ. حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: **«رَأَيْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فِيمَا يَرَى النَّائِمُ، كَأَنَّا فِي دَارِ عُقْبَةَ بْنِ رَافِعٍ. فَأُتِينَا بِرُطَبٍ مِنْ رُطَبِ ابْنِ طَابٍ. فَأَوَّلْتُ الرِّفْعَةَ لَنَا فِي الدُّنْيَا وَالْعَاقِبَةَ فِي الآخِرَةِ. وَأَنَّ دِينَنَا قَدْ طَابَ»**.

١٩-(٢٢٧١) وحدّثنا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ. أَخْبَرَنِي أَبِي. حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: **«أَرَانِي فِي الْمَنَامِ أَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ. فَجَذَبَنِي رَجُلاَنِ. أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الآخَرِ. فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الأَصْغَرَ مِنْهُمَا. فَقِيلَ لِي: كَبِّرْ. فَدَفَعْتُهُ إِلَى الأَكْبَرِ»** [خ:٢٤٦].

٢٠-(٢٢٧٢) حدّثنا أَبُو عَامِرٍ، عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرَّادٍ الأَشْعَرِيُّ وَ أَبُو كُرَيْبٍ، مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلاَءِ (وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ). قَالاَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، جَدِّهِ، عَنْ أَبِي مُوسَىٰ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: **«رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ. فَذَهَبَ وَهَلِي إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرُ. فَإِذَا هِيَ الْمَدِينَةُ يَثْرِبُ. وَرَأَيْتُ فِي رُؤْيَايَ**

هَـذِهِ أَنِّي هَزَزْتُ سَيْفاً. فَانْقَطَعَ صَدْرُهُ. فَإِذَا هُوَ مَا أُصِيبَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ. ثُمَّ هَزَزْتُهُ أُخْرَى فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ. فَإِذَا هُوَ مَا جَاءَ اللَّهُ بِهِ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِينَ. وَرَأَيْتُ فِيهَا أَيْضاً بَقَراً، وَاللَّهُ خَيْرٌ. فَإِذَا هُمُ النَّفَرُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ. وَإِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللَّهُ بِهِ مِنَ الْخَيْرِ بَعْدُ، وَثَوَابُ الصِّدْقِ الَّذِي آتَانَا اللَّهُ بَعْدُ، يَوْمَ بَدْرٍ» [خ: ـ ٣٦٢٢].

٢١-(٢٢٧٣) حدثني مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ. حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ. أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ. حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ: قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ، الْمَدِينَةَ. فَجَعَلَ يَقُولُ: إِنْ جَعَلَ لِي مُحَمَّدٌ الأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ تَبِعْتُهُ. فَقَدِمَهَا فِي بَشَرٍ كَثِيرٍ مِنْ قَوْمِهِ. فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ. وَفِي يَدِ النَّبِيِّ ﷺ قِطْعَةُ جَرِيدَةٍ. حَتَّى وَقَفَ عَلَى مُسَيْلِمَةَ فِي أَصْحَابِهِ. قَالَ: «لَوْ سَأَلْتَنِي هَذِهِ الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا. وَلَنْ أَتَعَدَّى أَمْرَ اللَّهِ فِيكَ. وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللَّهُ. وَإِنِّي لأَرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيكَ مَا أُرِيتُ. وَهَذَا ثَابِتٌ يُجِيبُكَ عَنِّي». ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ [خ:٤٣٧٣].

(٢٢٧٤) فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَسَأَلْتُ عَنْ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «إِنَّكَ أُرَى الَّذِي أُرِيتُ فِيكَ مَا أُرِيتُ» فَأَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِي يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ. فَأَهَمَّنِي شَأْنُهُمَا. فَأُوحِيَ إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ أَنِ انْفُخْهُمَا. فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا. فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ بَعْدِي. فَكَانَ أَحَدُهُمَا الأَسْوَدُ الْعَنْسِيُّ، صَاحِبَ صَنْعَاءَ. وَالآخَرُ مُسَيْلِمَةَ، صَاحِبَ الْيَمَامَةِ».

٢٢-(٠٠٠) وحدثنا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ. أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ. قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا: وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُوتِيتُ خَزَائِنَ الأَرْضِ. فَوَضَعَ فِي يَدَيَّ أُسْوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ. فَكَبُرَا عَلَيَّ وَأَهَمَّانِي. فَأُوحِيَ إِلَيَّ أَنِ انْفُخْهُمَا. فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا. فَأَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ أَنَا بَيْنَهُمَا: صَاحِبَ صَنْعَاءَ، وَصَاحِبَ الْيَمَامَةِ».

كتاب اليواقيت والجواهر في بيان عقائد الاكابر
للامام العارف بالله تعالى سيدى عبد
الوهاب الشعراني نفعنا
الله والمسلمين به
آمين
م

تقول الصوفية فنقول و بالله التوفيق اعلم ان الاصل فى صحة الرويا مارواه الطبرانى
وغيره مرفوعا رأيت الليلة ربى فى صورة شاب أمرد قطط له وفرة من شعر وفى رجليه
نعلان من ذهب الحديث قال الحافظ السيوطى رحمه الله وهو حديث صحيح قال الشيخ
محي الدين فى الباب الاحد وثمانين وثلثمائة قد اضطربت عقول العلماء فى معنى هذا
الحديث وفى صحته فنفاه بعضهم وأثبته بعضهم وتوقف فى معناه واوله ولا يحتاج الامر
الى تأويل فانه صلى الله عليه وسلم انما راى هذه الرويا فى عالم الخيال الذى هو النوم ومن
شأن الخيال ان النائم يرى فيه تجرد المعانى فى الصور المحسوسة و تجسد ما ليس من
شأنه ان يكون جسدا لان حضرته تعطى ذلك فما ثم اوسع من الخيال قال ومن حضرته
أيضا ظهر وجود المحال فانك ترى فيه واجب الوجود الذى لا يقبل الصور فى صورة ويقول
لك معبر المنام صحيح ما رايت ولكن تأويلها كذا وكذا فقد قبل المحال الوجود فى هذه
الحضرة فاذا كان الخيال بهذه القوة من التحكم فى الامور من تجسد المعانى وجعله ما ليس
قائما بنفسه وهو مخلوق فكيف بالخالق وكيف يقول بعضهم ان الله تعالى غير قادر على
خلق المحال وهو يشهد من نفسه قدرة الخيال على المحال واطال الشيخ الكلام على ذلك
فى الباب الثامن والتسعين ومائة ثم قال ولو لم يكن من قوة الخيال الا انه يريك الجسم
فى مكانين فيكون الانسان نائما فى بيته ويرى فى منامه ان عين جسمه فى مدينة اخرى
وعلى حالة اخرى تخالف حاله الذى هو عليه فى بيته وهو عينه لا غيره لمن ادرك الوجود
على ما هو عليه ولولا ذلك ما قدر العقلاء على فرض المحال فانه لولا صورة فى نفسه ما قدر
على فرضه قال ومن هذا الباب مشاهدة المقتول فى سبيل الله فى المعركة وهو عند الله
حى يرزق ويأكل وروى الترمذى فى حديث القبضتين مرفوعا ان الحق لما فتح قبضته اى
كما يليق بجلاله فاذا فيها آدم وذريته فآدم فى هذه القصة فى القبضة وهو عينه خارجها
فيا من يحيل الجمع بين الضدين ما تقول فى هذا الحديث واطال فى ذلك هذا كلامه
بحرفه فتامله وحرره والله يتولى هداك (فان قلت) فاذن المواطن تحكم بنفسها على كل
من دخل فيها فمن مر على موطن نصبغ به كما حكم الخيال على صاحبه برؤية الحق تعالى
فى صورة (فالجواب) كما قال الشيخ فى الباب الرابع والستين واربعمائة نعم وهو كذلك
والدليل الواضح فى ذلك ما ذكرته فى السؤال من رؤيتك لله تعالى فى المنام الذى هو موطن
الخيال فى صورة فاذا كان حكم الموطن قد حكم عليك فى الحق تعالى بما هو منزه عنه
فلا تراه لا بذلك فكيف بغيره ثم انك اذا خرجت من حضرة الخيال الى موطن النظر
العقلى لم تدرك الحق تعالى الا منزها عن تلك الصورة التى أدركته فيها فى موطن الخيال فاذا
كان الحكم للمواطن عرفت ذات الحق تعالى ما رأيت واثبت ذلك الحكم للموطن حتى
يبقى الحق تعالى لك مجهولا أبدا فلا يحصل لك به احاطة أبدا وغاية أمرك توحيد المرتبة له
لا غير واما ذاته تعالى فهو محال لانك لا تخرج عن موطن تكون فيه يحكم عليك
ذلك الموطن بحاله فلا تعرف الله تعالى من حيث ما يعرف الله نفسه ابدا فما عندك من
معرفته فى موطن يغذ منك فى موضع آخر فما عندك من العلم به ينفذ وما عنده تعالى

شرح
فتوح الغیب اردو

قطب الاقطاب حضرت غوث صمدانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

تصنیف

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترجمہ

علامہ ظہور احمد جلالی

صفہ اکیڈمی لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	————	شرح فتوح الغیب
تصنیف	————	شیخ عبدالحق محدث دہلوی
اردو ترجمہ	————	علامہ ظہور احمد جلالی
ناشر	————	صفہ اکیڈمی لاہور
زیر اہتمام	————	علامہ محمد اسلم شہزاد
		حجاز پبلی کیشنز لاہور
بار اول	————	مئی ۲۰۰۰ء
تعداد	————	گیارہ سو (۱۱۰۰)
قیمت	————	۲۲۵ روپے

وَقَالَ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَقَالَ
اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ.

اور فرمایا اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے ۲۸ (۶۹/۲۹) مزید فرمایا: اور اللہ سے ڈرو ۲۹ اور اللہ تمہیں احکام سکھاتا ہے ۳۰

---

۲۳ یعنی اس کے نزدیک تمہاری قدر و منزلت بڑھ جائے گی کیونکہ رضا اور محبت حق حاصل ہو چکی ہے جو کہ متوکلین کے متعلق ہے۔

۲۴ اور از روئے کشف معلوم ہو جائے گا کہ فلاں چیز تمہارے نصیب میں ہے اور پہنچنے والی ہے خواہ وقت کا تعین ہو یا نہ ہو۔ اس کلام میں اشارہ ہے کہ جب تک آدمی اسرار کا محافظ و امین نہ بن جائے کشف و اسرار کے لائق نہیں ہوتا اور اگر کشفوں میں امین نہ بنے اسرار کی حفاظت نہ کرے تو وہ کشف آخر وبال جان بن جاتا ہے۔

۲۵ یعنی اپنی معلومات کا تم پر کشف و القاء اور حصول نعمت کی خوشخبری۔

۲۶ یعنی اپنے فضل و کرم اور صفات لطیفہ سے دوسروں کو تعلیم و تکمیل ہدایت دے گا جو کہ علم و یقین اور کمال کو لازم ہے۔

۲۷ آیات سے مراد کتاب ہے یا دین کے دلائل و امارات۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مولا کریم کی اطاعت پر صبر کرنے والے احکام ربوبیت پر یقین رکھنے والے یقیناً ائمہ دین مہدی اور ہادی ہیں۔

۲۸ یعنی جو لوگ اپنی قوت و توانائی کو بروئے کار لا کر نفس اور غیر نفس کے ساتھ

...يُرَدُّ عَلَيْكَ التَّكْوِينُ بِالْإِذْنِ الصَّرِيحِ الَّذِي لَا غُبَارَ
عَلَيْهِ وَالدَّلَالَاتِ اللَّائِحَةِ كَالشَّمْسِ الْمُنِيرَةِ وَبِكَلَامٍ لَذِيذٍ
أَلَذَّ مِنْ كُلِّ لَذِيذٍ وَإِلْهَامٍ صِدْقٍ مِنْ غَيْرِ تَلَبُّسٍ
صَفِيٍّ مِنْ هَوَاجِسِ النَّفْسِ وَوَسَاوِسِ الشَّيْطَانِ اللَّعِينِ
قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى فِي بَعْضِ كُتُبِهِ يَا ابْنَ آدَمَ أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ
إِلَّا أَنَا أَقُولُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُونُ وَأَطِعْنِي

اس کے بعد نظام تکوین تمہارے سپرد کر دیا جائے گا ۳۱ اور تم شک و شبہ کی آمیزش بغیر اذن صریح اور چمکتے ہوئے آفتاب کی طرح واضح دلائل دلآویز کلام سب لذتوں سے زیادہ لذیذ ہو بلا التباس و اشتباہ سچے الہام سے کائنات میں تصرف کر سکو گے اور وہ الہام تمام نفسانی خطروں ۳۲ اور شیطان لعین کے وسوسوں ۳۳ سے پاک و صاف ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں ارشاد فرمایا: اے ابن آدم! میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں جس شے کو حکم دوں کہ "ہو جا" وہ ہو جاتی ہے تو میری اطاعت کرے گا تو تجھے ایسا ہی بنا دوں گا کہ جس چیز کو کہے گا "ہو جا"۔

دین اسلام کی تقویت ہماری معرفت کی تحصیل اور ہمارے وصول کے راستے پر چلنے کے لیے جہاد کیا ہم انہیں راہیں دکھا دیتے ہیں اپنے قرب، وصول کے رستے کی ہدایت دیتے ہیں اور خیر اور سلوک طریقت کی توفیق کے طور پر ہدایت میں اضافہ فرما دیتے ہیں۔

۲۹ اس کے امر و نہی کو نگاہ میں رکھو۔

*

شرح شرح الغیب

هذا كتاب فتوح الغيب للقطب الربانى
والغوث الصمدانى محيى الدين
سيدى عبد القادر الجيلانى
رضى الله عنه وأرضاه
ونفعنا بعلومه
آمين

لكاتبه وهو الشيخ زين المرصفى الصياد حفظه الله تعالى

ان رمت فيض معارف ومعانى ❋ فاقرأ فتوح الغيب للجيلانى
قطب الحقيقة شمس افق سمائها ❋ بحر الشريعة منبع العرفان
أبدى فتوح الغيب من أسراره ❋ لذوى النهى والذوق والامعان
فبطيه شمس المعارف أشرقت ❋ وبنشره طبعا بلغت أمانى

تفہیمات ربانیہ صفحہ 78 کا حوالہ = شرح عبدالحق محدث دہلوی دو، در ترجمہ صفحہ 197

ووساوس الشيطان اللعين قال الله تعالى في بعض كتبه يا ابن ادم انا الله الذي لا اله الا انا اقول للشئ كن فيكون اطعني اجعلك تقول للشئ كن فيكون وقد فعل ذلك بكثير من انبيائه واوليائه وخواصه من بني آدم

(المقالة السابعة عشر في كيفية الوصول الى الله بواسطة المرشد قال رضي الله تعالى عنه)

اذا وصلت الى الله وقربت بتقريبه وتوفيقه ومعنى الوصول الى الله عز وجل خروجك عن الخلق والهوى والارادة والمنى والثبوت مع فعله ومن غير ان يكون منك حركة فيك ولا في خلقه بك بل بحكمه وامره وفعله فهي حالة الفناء يعبر عنها بالوصول فالوصول الى الله عز وجل ليس كالوصول الى احد من خلقه المعقول المعهود ليس كمثله شئ وهو السميع البصير جل الخالق ان يشبه بمخلوقاته اويقاس على مصنوعاته فالواصل اليه عز وجل معروف عند اهل الوصول بتعريفه عز وجل لهم كل واحد على حدة لا يشاركه فيه غيره وله عز وجل مع كل واحد من رسله وانبيائه واوليائه سر من حيث هو لا يطلع على ذلك احد غيره حتى انه قد يكون للمريد سر لا يطلع عليه شيخه وللشيخ سر لا يطلع عليه مريده الذي قد دنا سيره الى عتبة باب حالة شيخه فاذا بلغ المريد حالة شيخه افرد عن الشيخ وقطع عنه فيتولاه الحق عز وجل فيفطمه عن الخلق جملة فيكون الشيخ كالظئر والداية لا رضاع بعد الحولين ولا خلق بعد زوال الهوى والارادة الشيخ يحتاج اليه مادام ثم هوى وارادة لكسرهما واما بعد زوالهما فلا لانه لا كدورة ولا نقصان فاذا وصلت الى الحق عز وجل على ما بينا فكن آمنا ابدا من سواه عز وجل فلا ترى لغيره

الكافي

المجلد الثامن

للمحدث الجليل والعالم الفقيه الشيخ محمد بن يعقوب الكليني المعروف بثقة الإسلام الكليني

المتوفى سنة ٣٢٩ هجرية

ترقيم الصفحات يوافق طبعة دار الكتب الاسلامية

٣٥١- يَحْيَى الْحَلَبِيُّ عَنْ أَبِي الْمُسْتَهِلِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَأَلَنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ (عليه السلام) فَقَالَ مَا دَعَاكُمْ إِلَى الْمَوْضِعِ الَّذِي وَضَعْتُمْ فِيهِ زَيْداً قَالَ قُلْتُ

خصَالٌ ثَلَاثٌ أَمَّا إِحْدَاهُنَّ فَقِلَّةُ مَنْ تَخَلَّفَ مَعَنَا إِنَّمَا كُنَّا ثَمَانِيَةَ نَفَرٍ وَ أَمَّا الْأُخْرَى فَالَّذِي تَخَوَّفْنَا مِنَ الصُّبْحِ أَنْ يَفْضَحَنَا وَ أَمَّا الثَّالِثَةُ فَإِنَّهُ كَانَ مَضْجَعَهُ الَّذِي كَانَ سَبَقَ إِلَيْهِ فَقَالَ كَمْ إِلَى الْفُرَاتِ مِنَ الْمَوْضِعِ الَّذِي وَضَعْتُمُوهُ فِيهِ قُلْتُ قَذْفَةُ حَجَرٍ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ أَ فَلَا كُنْتُمْ أَوْقَرْتُمُوهُ حَدِيداً وَ قَذَفْتُمُوهُ فِي الْفُرَاتِ وَ كَانَ أَفْضَلَ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ لَا وَ اللَّهِ مَا طُقْنَا لِهَذَا فَقَالَ أَيَّ شَيْءٍ كُنْتُمْ يَوْمَ خَرَجْتُمْ مَعَ زَيْدٍ قُلْتُ مُؤْمِنِينَ قَالَ فَمَا كَانَ عَدُوُّكُمْ قُلْتُ كُفَّاراً قَالَ فَإِنِّي أَجِدُ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا فَإِذا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقابِ حَتَّى إِذا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَ إِمَّا فِداءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزارَها فَابْتَدَأْتُمْ أَنْتُمْ بِتَخْلِيَةِ مَنْ

صفحة 252

أسرتم سبحان الله ما استطعتم أن تسيروا بالعدل ساعة

الفردوس بمأثور الخطاب

تأليف أبي شجاع شيرويه بن شهردار بن شيرويه الديلمي
الهمذاني، الملقب "إلكيا" (٤٤٥-٥٠٩ / ١٠٥٣-١١١٥م)

الجزء الأول

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

الإنجيل أنْ قُلْ للملأ من بني اسرائيل أنَّ : مَنْ صَامَ لمِرْضَاتِي صححت له جسمه وأعْظَمْتُ له أَجْرَهُ .

٥١٣ ـ أبو مُوسىٰ : أوحى الله عز وجل إلى عيسى بن مريم : يا عيسى : عِظْ نفسك بحكمتي فإنْ انتفعت فعظ الناس ، وإلا فاستحِ مني .

٥١٤ ـ أبو هريرة : أوحى الله عز وجل إلى أخي العزير : « يا عزير : إنْ أصابتك مصيبةٌ فلا تشكين إلى خلقي فقد أصابني منك مصائب كثيرة ولم أشكك إلى ملائكتي . يا عزير : إعصمني بقدر طَاقَتِكَ عَلَىٰ عذابي ، وسَلْني حوائجك على مقدار عملك لي ، ولا تأمن مكري حتى تدخل جنتي » . فاهتز عزير يبكي ، فأوحى اللَّهُ إليه لا تبكِ يا عزير ، فإنْ عصيتني بجهلك غفرتُ لك بحلمي لأني كريم لا أعجل بالعقوبة على عبادي وأنا أرحم الراحمين .

٥١٥ ـ عبد الله المزني : أوحىٰ اللَّهُ ـ عز وجل ـ إلى ذي القرنين : « وعزتي وجلالي ما خلقتُ خلقاً أحب إليَّ من المعروف ، وسأجعل له عَلَماً ، فمن رأيتني أحببت إليه المعروف واصطناعه وحببت إلى الناس الطلب إليه فأحبه وتوله فإني أُحبه وأتولاه ، ومَنْ رَأَيْتَني كرهتُ إليه المعروف وبَغَّضْتُ إلى الناس الطلب إليه فابغضه ولا تتوله فإنه من شر ما خلقت .

٥١٦ ـ أبو هريرة : أوحىٰ اللَّهُ عز وجل إلى نبي من الأنبياء لإدخالك يدك بين لحيي الأسد وإخراج طعمه أيسر من طلب الحاجة إلى لئيم قد تعود الفقر في صباه .

---

٥١٣ ـ الاتحافات السنية ص ١٩٥ .

٥١٦ ـ تنزيه الشريعة ٢٩٧/٢ اللآلىء المصنوعة ١٢٠/١ ، ١٢١ ـ الدر المنثور ١٨٦/٦ ـ تاريخ بغداد ٥٢/٣ .

الفِردَوسُ بمأثُور الخِطَاب

تأليفُ أبي شجاع شِيْرَوَيْه بن شَهْرَدَار بن شِيْرَوَيْه الدَّيْلميّ
الهَمَذَاني، الملقّب "إِلْكِيَا" (٤٤٥-٥٠٩) (١٠٥٣-١١١٥م)

الجُزء الأول

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

١٦٩٢ - **أنس بن مالك** : آل محمد كل تقي .

١٦٩٣ - **ابن عمر** : آل فارس من ولد إسحق بن إبراهيم صلى الله عليهما .

١٦٩٤ - **أنس بن مالك** : أرواح المؤمنين إلى الحابية وأرواح الكافرين إلى وادٍ بحضرموت يقال له برهوت ترد عليها هام الكفار في ليلة - إلهام الأرواح .

١٦٩٥ - **أنس بن مالك** : آجال البهائم كلها وخشاش الأرض والدواب كلها في التسبيح فإذا انقضى تسبيحها قبض الله أرواحها وليس إلى ملك الموت في ذلك شيء .

١٦٩٦ - **ابن مسعود** : آكِل الربا وموكله وشاهده وكاتبه إذا علموا والواشمة والمستوشمة للحُسن ملعونون على لسان محمد ﷺ .

١٦٩٧ - **جابر** : أصل نبات القمح من عَرق آدم كلما قطر قطرة نبتت القمح .

= الأفراد، والديلمي عن ابن مسعود رضي اللّه عنه . وبالهامش قال الدارقطني تفرد به عنبسه عن المعلى والمعلى عن شقيق وعنبسة والمعلى متروكان قاله النسائي وقال ابن حبان يرويان الموضوعات لا يحل الاحتجاج بهما.

١٦٩٤ - الفتاوى الحديثية ص ٦ وذكره بنحوه.

١٩٩٦ - إرواء الغليل ١٨٣/٥ حديث رقم (١٣٢٢) وذكره الألباني عن الحارث بن عبد الله عن ابن مسعود قال: . .وذكر الحديث. وعزاه النسائي (٢٨١/٢) والطحاوي في مشكل الآثار (٢٩٧/٢) وابن حبان (١١٥٤) وأحمد (٤٠٩/١ و٤٣٠ و٤٦٥) والزيادة له في رواية من طريق علقمة قال فذكره وإسنادها صحيح . وأما أصل الحديث فمن طريق الحارث وهو الأعور، وهو ضعيف. لكن ذكر المنذري أن ابن خزيمة رواه من طريق مسروق عن ابن مسعود. . .

البداية والنهاية

الإمام الحافظ المفسر المحدث الفقيه المؤرخ عماد الدين إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الشافعي
الشهير بابن كثير
(701 - 774) هـ

طبعة مضبوطة، موزعة الفقرات، مخرجة الأحاديث والنصوص، معنونة وواضحة بأشياء لم تذكر في السابق مقابلة على عدد من النسخ المطبوعة، مفهرسة الآيات والأحاديث والتراجم والموضوعات

الجزء الأول

اعتنى به
حسان عبد المنان

بيت الأفكار الدولية

الحفري عن الثوري عن أبي الزناد، عن الأعرج عن أبي سلمة عن أبي هريرة

وقال أحمد [٤٦٣/٢]: حدثنا وكيع حدثنا سفيان الثوري عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «أنا أولى الناس بعيسى عليه السلام والأنبياء إخوة أولاد علات وليس بيني وبين عيسى نبي».

وهذا إسناد صحيح على شرطهما ولم يخرجوه من هذا الوجه.

وأخرجه أحمد [٣١٩/٢] عن عبد الرزاق عن معمر عن همام عن أبي هريرة عن النبي ﷺ بنحوه.

وأخرجه ابن حبان [الإحسان (٦١٩٤)] من حديث عبد الرزاق به، بنحوه.

وقال أحمد [٤٣٧/٢]: حدثنا يحيى عن ابن أبي عروبة حدثنا قتادة عن عبد الرحمن بن آدم عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: «الأنبياء إخوة لعلات، ودينهم واحد وأمهاتهم شتى. وأنا أولى الناس بعيسى بن مريم لأنه لم يكن بيني وبينه نبي وإنه نازل فإذا رأيتموه فاعرفوه فإنه رجل مربوع إلى الحمرة والبياض سبط كأن رأسه يقطر وإن لم يصبه بلل بين ممصرتين فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويعطل الملل حتى تهلك في زمانه الملل كلها غير الإسلام ويهلك الله في زمانه المسيح الدجال الكذاب وتقع الأمنة في الأرض حتى ترتع الإبل مع الأسد جميعاً والنمور مع البقر والذئاب مع الغنم ويلعب الصبيان والغلمان بالحيات لا يضر بعضهم بعضاً فيمكث ما شاء الله أن يمكث ثم يتوفى فيصلي عليه المسلمون ويدفنونه».

ثم رواه أحمد [٤٠٦/٢] عن عفان عن همام عن قتادة عن عبد الرحمن عن أبي هريرة فذكر نحوه وقال:

«فيمكث أربعين سنة. ثم يتوفى ويصلي عليه المسلمون».

ورواه أبو داود [٤٣٢٤] عن هدبة بن خالد عن همام بن يحيى به نحوه.

وروى هشام بن عروة عن صالح مولى أبي هريرة عنه أن رسول الله ﷺ قال: «فيمكث في الأرض أربعين سنة».

وسيأتي بيان نزوله عليه السلام في آخر الزمان في «كتاب الملاحم» كما بسطنا ذلك أيضاً في التفسير عند قوله تعالى في سورة النساء: ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلاَّ لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً﴾ [النساء: ١٥٩].

وقوله: ﴿وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ﴾ الآية [الزخرف: ٦١].

وأنه ينزل على المنارة البيضاء بدمشق وقد أقيمت صلاة الصبح فيقول له إمام المسلمين: تقدم يا روح الله فصل، فيقول: لا! بعضكم على بعض أمراء تكرمة الله هذه الأمة.

وفي رواية فيقول له عيسى: إنما أقيمت الصلاة لك فيصلي خلفه. ثم يركب ومعه المسلمون في طلب المسيح الدجال فيلحقه عند باب لد فيقتله بيده الكريمة.

وذكرنا أنه قوي الرجاء حين بنيت هذه المنارة الشرقية بدمشق التي هي من حجارة بيض وقد بنيت أيضاً من أموال النصارى حين حرقوا التي هدمت وما حولها فينزل عليها عيسى ابن مريم عليه السلام فيقتل الخنزير ويكسر الصليب ولا يقبل من أحد إلا الإسلام.

وأنه يحج من فج الروحاء حاجاً أو معتمراً أو لثنتيهما ويقيم أربعين سنة ثم يموت فيدفن فيما قيل في الحجرة النبوية عند رسول الله ﷺ وصاحبيه».

وقد ورد في ذلك حديث ذكره ابن عساكر في آخر ترجمة المسيح عليه السلام في كتابه عن عائشة مرفوعاً: أنه يدفن مع رسول الله ﷺ وأبي بكر وعمر في الحجرة النبوية؛ ولكن لا يصح إسناده.

وقال أبو عيسى الترمذي [٣٦١٧]: حدثنا زيد بن أخزم الطائي حدثنا أبو قتيبة سَلْم بن قتيبة حدثني أبو مودود المدني حدثنا عثمان بن الضحاك عن محمد ابن يوسف بن عبد الله بن سلام عن أبيه عن جده قال: مكتوب في التوراة صفة محمد وعيسى ابن مريم عليهما السلام يدفن معه.

قال أبو مودود: وقد بقي من البيت موضع قبر.

ثم قال الترمذي: هذا حديث حسن. كذا قال! والصواب الضحاك بن عثمان المدني.

وقال البخاري [التاريخ الكبير (٢٦٣/١)] هذا الحديث لا يصح عندي ولا يتابع عليه.

وروى البخاري [٣٩٤٨] عن يحيى بن حماد عن أبي عوانة عن عاصم الأحول عن أبي عثمان النهدي عن سلمان قال: الفترة ما بين عيسى ومحمد ﷺ ستمائة سنة.

وعن قتادة: خمسمائة وستون سنة [تفسير عبد الرزاق: ١٨٦/٢].

وقيل: خمسمائة وأربعون سنة.

وعن الضحاك: أربعمائة وبضع وثلاثون سنة [تفسير الطبري: ١٦٧/٦].

والمشهور ستمائة سنة.

ومنهم من يقول: ستمائة وعشرون سنة بالقمرية فتكون ستمائة بالشمسية والله أعلم.

وقال ابن حبان في صحيحه [الإحسان (٦٢٣٦)]: ذكر المدة التي بقيت فيها أمة عيسى على هديه:

حدثنا أبو يعلى حدثنا أبو همام حدثنا الوليد بن مسلم عن الهيثم بن حميد عن الوضين بن عطاء عن نصر بن علقمة عن جبير بن نفير عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله ﷺ: «لقد قبض الله داود من بين أصحابه فما فتنوا ولا بدلوا ولقد مكث أصحاب المسيح على سنته وهديه مائتي سنة».

وهذا حديث غريب جداً وإن صححه ابن حبان.

وذكر ابن جرير [تفسيره: ٦٠٢/١، ٦٠٣] عن محمد ابن إسحاق أن عيسى عليه السلام قبل أن يرفع وصى الحواريين بأن يدعو الناس إلى عبادة الله وحده لا شريك له وعين كل واحد منهم إلى طائفة من الناس في إقليم من الأقاليم من الشام والمشرق وبلاد المغرب فذكروا أنه أصبح كل إنسان منهم يتكلم بلغة الذين أرسله المسيح إليهم.

وذكر غير واحد أن الإنجيل نقله عنه أربعة: لوقا ومتى ومرقس ويوحنا وبين هذه الأناجيل الأربعة تفاوت كثير بالنسبة إلى كل نسخة ونسخة وزيادات كثيرة ونقص بالنسبة إلى الأخرى.

وهؤلاء الأربعة منهم اثنان ممن أدرك المسيح ورآه وهما: متى ويوحنا ومنهم اثنان من أصحاب أصحابه وهما مرقس ولوقا فالله أعلم.

وكان ممن آمن بالمسيح وصدقه من أهل دمشق رجل يقال له: ضينا وكان مختفياً في مغارة داخل الباب الشرقي قريباً من الكنيسة المصلبة خوفاً من برلص اليهودي وكان ظالماً غاشما مبغضاً للمسيح ولما جاء به - وكان قد حلق رأس ابن أخيه حين آمن بالمسيح وطاف به في البلد - ثم رجمه

كتاب

فردوس الأخبار

بمأثور الخطاب المخرّج على كتاب الشهاب

تأليف

الحافظ شيرويه بن شهردار بن شيرويه الديلمي

ومعه

تسديد القوس للحافظ ابن حجر العسقلاني

مسند الفردوس لأبي منصور شهردار بن شيرويه الديلمي

قدّم له وحققه وخرّج أحاديثه

فواز أحمد الزمرلي   محمد المعتصم بالله البغدادي

الجزء الثالث

الناشر

دار الكتاب العربي

[٤٩٦٠] ابن عباس :
كُتِبَ عليَّ النَّحر ولم يُكتب عليكم وأُمِرتُ بِصلاة الضُّحى ولم تؤمروا بها .

[٤٩٦١] جابر بن عبد الله :
كلامُ الله ينسخ كلامي ، وكلامي لا ينسخ كلام الله وكلام الله ينسخ بعضه بعضاً .

[٤٩٦٢] ابن عباس :
كادَ صاحبُ الأناة أن يُصيب أو قد أصاب ، وكاد صاحبُ العَجَلة أن يخطىء أوْ قَد أخطأ .

[٤٩٦٣] ابن عباس :
كهيعصّ : كاف من كَريم ، هاء من هَادي ، ياء من حَكيم ،عين من عَليم ، صادٌ من صادق .

= ـ رضي الله عنه ـ للمروزي بتحقيق الأرناؤط ص ١٣١ ـ ١٣٢ .

[٤٩٦٠] رواه ابن منيع وأحمد ٣١٧/١ عن ابن عباس كما رواه الطبراني عنه وأبو يعلى قال المناوي : قال الذهبي : فيه جابر الجعفي ضعيف جداً بل كذاب رافضي خبيث وقال ابن حجر في التخريج حديث ضعيف من جميع طرقه وصححه الحاكم فذهل » ولكن قال الهيثمي رجال أحمد رجال الصحيح»: فيض ٥٤٩/٤ .

[٤٩٦١] لم يعزه ولم يسنده لأحد . وفي الجامع الصغير بلفظ : كلامي لا ينسخ كلام الله وكلام الله ينسخ كلامي وكلام الله ينسخ بعضه بعضاً ، وعزاه لابن عدي والدارقطني عن جابر قال الذهبي : فيه جبرون بن واقد الإفريقي متهم فإنه روْى نقله حياته هذا الحديث أ هـ . وقال الفرياني في مختصر الدارقطني : فيه جبرون غير ثقة . وعنه داود بن محمد القنطري أتى بحديثين باطلين قاله الذهبي . وقال ابن الجوزي في العلل قال ابن عدي هذا حديث منكر وفي الميزان تفرد به القنطري وهو موضوع وبه يعرف: فيض ٥٧/٥ والعلل لإبن الجوزي ١٣٢/١ وسنن الدارقطني ١٤٥/١ وميزان الأعتدال ٣٨٨/١.

[٤٩٦٢] قال في المسند : أخبرناه أحمد بن عمر إجازه رحمه الله عن أبي القاسم عن محمد بن يحيى عن محمد بن بشر الزبيري عن أبي أمية محمد بن إبراهيم عن عبيد بن العطار عن أبي عبد الله عن سعد بن طريف عن عكرمة عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما . رفعه .

[٤٩٦٣] لم يعزه ولم يسنده . وفي الدر المنثور عزاه السيوطي لعبد الرزاق وآدم بن أبي إياس =

الفردوس
بمأثور الخطاب

تأليف أبي شجاع شِيرَوَيْه بن شَهْرَدار بن شِيرَوَيْه الدَّيْلمي
الهَمَذاني، الملقّب "إِلْكِيا" (٤٤٥-٥٠٩) (١٠٥٣-١١١٥م)

الجزء الخامس

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

٧٢٩٠ ـ أبو هريرة: لا تسبوا الشيطان وتعوذوا بالله من شره.

٧٢٩١ ـ أبو عبيدة بن الجراح: لا تسبوا السلطان فإنه ظل الله في أرضه.

٧٢٩٢ ـ أبو أمامة: لا تسبوا الأئمة فإنهم نقمة وادعوا لهم بالصلاح فإن صلاحهم صلاح لكم.

٧٢٩٠ ـ إسناد هذا الحديث في زهر الفردوس ٤/١٧٥: قال أخبرنا أبي أخبرنا أبو القاسم عبد العزيز المخلص حدثنا البغوي حدثنا ابن زنجويه حدثنا عبد الغفار بن داود أبو صالح الحراني حدثنا عيسى بن يونس عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة مرفوعاً.

ـ فيض القدير ٩٧٨٩ ـ (المخلص) عن أبي هريرة ورمز له السيوطي بالضعف.

ـ قال المناوي: رواه عنه الديلمي أيضاً.

٧٢٩١ ـ إسناد هذا الحديث في زهر الفردوس ٤/١٧٤: قال أبو نعيم حدثنا أبو أحمد محمد بن أحمد بن إسحق حدثنا أحمد بن مهران حدثنا سليمان بن داود حدثنا محمد بن عمر بن وافد حدثنا امامة وعبد الله ابنا زيد بن أسلم عن أبيهما عمن خبرهما أنه سمع أبا عبيدة بن الجراح ورفع الحديث.

ـ فيض القدير ـ ٩٧٨٨ ـ (البيهقي في الشعب) عن عبيدة. ورمز له السيوطي بالضعف.

ـ قال المناوي: قال المناوي وفيه ابن أبي فديك وفيه موسى بن يعقوب الزمعي أوردهُ الذهبي في الضعفاء وقال: قال النسائي غير قوي وعبد الأعلى قال الذهبي لا يعرف واسماعيل بن رافع قال ضعيف.

ـ ورواه القضاعي في مسند الشهاب من طريق اسماعيل مولى المزنيين عن زيد بن أسلم به مرفوعاً.

٧٢٩٢ ـ فيض القدير ٩٧٨٤ ـ (الطبراني في الكبير) عن أبي امامة ورمز له السيوطي بالضعف.

الفردوس

بمأثور الخطاب

تأليف أبي شجاع شيرويه بن شهردار بن شيرويه الديلمي
الهمذاني، الملقب «إلكيا» (٤٤٥-٥٠٩) (١٠٥٣-١١١٥م)

الجزء الثالث

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

٥١٢٧ ـ أبو بكر وأبو هريرة: لو لم أبعث فيكم لبعث عمر إن الله عزّ وجل أيد عمر بملكين يوفقانه ويسددانه فإذا أخطأ صرفاه حتى يكون صواباً.

٥١٢٨ ـ أبو هريرة: لو لم يبق من الدنيا إلّا يوم لبعث الله فيكم رجلاً من عترتي يواطىء اسمه اسمي برّاق الجبين يفتح القسطنطينة وجبل الديلم.

٥١٢٩ ـ أنس بن مالك: لو لم يعمل المرءُ إلّا لساعة الموت كان خليقاً بالعمل.

٥١٢٧ ـ تنزيه الشريعة ١/٣٧٣.

(ابن عدي) من حديث بلال بن رباح وفيه زكريا بن يحيى الوقار ومن حديث عقبة بن عامر وفيه عبد الله بن واقد متروك ومشرح بن عاهان لا يحتج به.

(تعقب) بأن زكريا ذكره ابن حبان في الثقات (وابن واقد) أحمد وثقه ومشرح ثقة روى له أبو داود والترمذي وابن ماجة.

وللحديث شاهد من حديث أبي هريرة وأبي بكر أخرجهما الديلمي.

قال ابن عراق ومن حديث عصمة بن مالك أخرجه الطبراني في الكبير ومن حديث أبي سعيد الخدري أخرجه الطبراني في الأوسط وأسانيد الكل ضعيفة فيتقوى بعضها ببعض والله أعلم.

وانظر الفوائد المجموعة ص ٣٣٦ ـ الاحياء ٣/١٥٧ ـ الاتحاف ٧/٥٧٢ ـ الكنز ٣٢٧٦١، ٣٢٧٦٣.

٥١٢٨ ـ فيض القدير ٧٤٨٩ ـ أحمد وأبو داود عن علي ـ ورمز له السيوطي بالحسن.

قال المناوي: قال ابن الجوزي فيه ياسين العجلي قال البخاري وفيه نظر ـ.

ـ أحمد ١/٩٩.

بحار الانوار ج ۵۴

لا تقوم به حجج الله ولا به تظهر براهين الله. ثم التفت إلى الرجل وقال له: سل بكل لسانك وما في جوانحك فإني اجيبك، إن الله تعالى لا تعتلج عليه الشكوك ولا يهيجه وسن. فقال الرجل: كم بين المغرب والمشرق ؟ قال علي عليه السلام مسافة الهواء. قال: وما مسافة الهواء ؟ قال [علي عليه السلام] دوران الفلك ؟ قال الرجل: وما قدر دوران الفلك ؟ قال: مسيرة يوم للشمس. قال الرجل: صدقت. قال: فمتى القيامة ؟ قال: على قدر قصور المنية (1) وبلوغ الاجل. قال الرجل: صدقت، فكم عمر الدنيا ؟ قال علي: يقال سبعة آلاف ثم لا تحديد. قال الرجل: صدقت، فأين بكة من مكة ؟ قال علي: مكة من أكناف الحرم، وبكة موضع البيت. قال: فلم سميت مكة مكة ؟ قال: لان الله مك الارض من تحتها قال: فلم سميت بكة ؟ قال: لانها بكت رقاب الجبارين وعيون المذنبين قال: صدقت، وأين كان الله قبل أن يخلق عرشه ؟ قال: علي: سبحان من لا تدرك كنه صفته حملة العرش. على قرب زمراتهم من كراسي كرامته، ولا الملائكة المقربون من أنوار سبحات جلاله. ويحك ! لا يقال أين، ولا ثم، ولافيم، ولا لم، ولا أنى، ولا حيث، ولا كيف. قال الرجل: صدقت، فكم مقدار ما لبث الله عرشه على الماء من قبل أن يخلق الارض والسماء ؟ قال: أتحسن أن تحسب ؟ قال: نعم، قال: لعلك لا تحسن !

قال: بلى، إني لاحسن أن أحسب. قال على عليه السلام: أفرأيت لو كان صب خردل في الارض [حتى] سد الهواء وما بين الارض والسماء، ثم اذن لمثلك على ضعفك أن تنقله حبة حبة من مقدار المشرق إلى المغرب، ثم مد في عمرك واعطيت القوة على ذلك حتى تنقله وأحصيته لكان ذلك أيسر من إحصاء عدد أعوام ما لبث عرشه على الماء من قبل أن يخلق الارض والسماء، وإنما وصفت لك ببعض عشر عشير العشير من جزء مائة ألف جزء، وأستغفر الله من القليل في التحديد. قال: فحرك الرجل رأسه وشهد أن لاإله إلا الله وأن محمدا رسول الله. بيان: والضرب بسكون الراء: الرجل الخفيف اللحم. (على مسافة

الكافي

المجلد الثامن

للمحدث الجليل والعالم الفقيه الشيخ محمد بن يعقوب الكليني المعروف بثقة الإسلام الكليني

المتوفى سنة ٣٢٩ هجرية

ترقيم الصفحات يوافق طبعة دار الكتب الاسلامية

الذَّهَبِ وَ الْفِضَّة فِيهَا الدُّرُّ وَ الْيَاقُوتُ وَ الزَّبَرْجَدُ فَيَنْثُرُونَهَا عَلَيْهَا ثُمَّ يُعَانِقُهَا وَ تُعَانِقُهُ فَلَا يَمَلُّ وَ لَا تَمَلُّ قَالَ ثُمَّ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ (عليه السلام) أَمَّا الْجِنَانُ الْمَذْكُورَةُ فِي الْكِتَابِ فَإِنَّهُنَّ جَنَّةُ عَدْنٍ وَ جَنَّةُ الْفِرْدَوْسِ وَ جَنَّةُ نَعِيمٍ وَ جَنَّةُ الْمَأْوَى قَالَ وَ إِنَّ لِلَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ جِنَاناً مَحْفُوفَةً بِهَذِهِ الْجِنَانِ وَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيَكُونُ لَهُ مِنَ الْجِنَانِ مَا أَحَبَّ وَ اشْتَهَى يَتَنَعَّمُ فِيهِنَّ كَيْفَ يَشَاءُ وَ إِذَا أَرَادَ الْمُؤْمِنُ شَيْئاً أَوِ اشْتَهَى إِنَّمَا دَعْوَاهُ فِيهَا إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُولَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ فَإِذَا قَالَهَا تَبَادَرَتْ إِلَيْهِ الْخَدَمُ بِمَا اشْتَهَى مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونَ طَلَبَهُ مِنْهُمْ أَوْ أَمَرَ بِهِ وَ ذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ دَعْواهُمْ فِيها سُبْحانَكَ اللَّهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيها سَلامٌ يَعْنِي الْخُدَّامَ قَالَ وَ آخِرُ دَعْواهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعالَمِينَ يَعْنِي بِذَلِكَ عِنْدَ مَا يَقْضُونَ مِنْ لَذَّاتِهِمْ مِنَ الْجِمَاعِ وَ الطَّعَامِ وَ الشَّرَابِ يَحْمَدُونَ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ عِنْدَ فَرَاغَتِهِمْ وَ أَمَّا قَوْلُهُ أُولئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَعْلُومٌ قَالَ يَعْلَمُهُ الْخُدَّامُ فَيَأْتُونَ بِهِ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ قَبْلَ أَنْ يَسْأَلُوهُمْ إِيَّاهُ وَ أَمَّا قَوْلُهُ عَزَّ وَ جَلَّ فَواكِهُ وَ هُمْ مُكْرَمُونَ قَالَ فَإِنَّهُمْ لَا يَشْتَهُونَ شَيْئاً فِي الْجَنَّةِ إِلَّا أُكْرِمُوا بِهِ .

٧٠- الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَشْعَرِيُّ عَنْ مُعَلَّى بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْوَشَّاءِ عَنْ أَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ قِيلَ لِأَبِي جَعْفَرٍ (عليه السلام) وَ أَنَا عِنْدَهُ إِنَّ سَالِمَ بْنَ أَبِي حَفْصَةَ وَ أَصْحَابَهُ يَرْوُونَ عَنْكَ أَنَّكَ تَكَلَّمُ عَلَى سَبْعِينَ وَجْهاً لَكَ مِنْهَا الْمَخْرَجُ فَقَالَ مَا يُرِيدُ سَالِمٌ مِنِّي أَ يُرِيدُ أَنْ أَجِيءَ بِالْمَلَائِكَةِ وَ اللَّهِ مَا جَاءَتْ بِهَذَا النَّبِيُّونَ وَ لَقَدْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ (عليه السلام) إِنِّي سَقِيمٌ وَ مَا كَانَ سَقِيماً وَ مَا كَذَبَ وَ لَقَدْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ (عليه السلام) بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هذا وَ مَا فَعَلَهُ وَ مَا كَذَبَ وَ لَقَدْ قَالَ يُوسُفُ (عليه السلام) أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسارِقُونَ وَ اللَّهِ مَا كَانُوا سَارِقِينَ وَ مَا كَذَبَ .

الكافي

المجلد الثامن

للمحدث الجليل والعالم الفقيه الشيخ محمد بن يعقوب الكليني المعروف بثقة الإسلام الكليني

المتوفى سنة ٣٢٩ هجرية

ترقيم الصفحات يوافق طبعة دار الكتب الاسلامية

٢١٠- عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَسْبَاطٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (عليه السلام) وَ لَوْ أَنَّا كَتَبْنا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ وَ سَلِّمُوا لِلْإِمَامِ تَسْلِيماً أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيارِكُمْ رِضًا لَهُ ما فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِنْهُمْ وَ لَوْ أَنَّ أَهْلَ الْخِلَافِ فَعَلُوا ما يُوعَظُونَ بِهِ لَكانَ خَيْراً لَهُمْ وَ أَشَدَّ تَثْبِيتاً وَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ ثُمَّ لا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَيْتَ مِنْ أَمْرِ الْوَالِي وَ يُسَلِّمُوا لِلَّهِ الطَّاعَةَ تَسْلِيماً .

٢١١- عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي جُنَادَةَ الْحُصَيْنِ بْنِ الْمُخَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَرْقَاءَ بْنِ حَبَشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ السَّلُولِيِّ صَاحِبِ رَسُولِ اللَّهِ (صلى الله عليه وآله) عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْأَوَّلِ (عليه السلام) فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ أُولئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ ما فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ فَقَدْ سَبَقَتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ الشَّقَاءِ وَ سَبَقَ لَهُمُ الْعَذَابُ وَ قُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغاً .

٢١٢- عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ أُذَيْنَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ تَلَا أَبُو جَعْفَرٍ (عليه السلام) أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ خِفْتُمْ تَنَازُعاً فِي الْأَمْرِ فَأَرْجِعُوهُ إِلَى اللَّهِ وَ إِلَى الرَّسُولِ وَ إِلَى أُولِي الْأَمْرِ

الكافي

المجلد الثامن

للمحدِث الجليل والعالم الفقيه الشيخ محمد بن يعقوب الكليني المعروف بثقة الإسلام الكليني

المتوفى سنة ٣٢٩ هجرية

ترقيم الصفحات يوافق طبعة دار الكتب الاسلامية

الْأَعْلَى إِنَّ لَكُمْ عَلَيْنَا لَحَقّاً كَحَقِّنَا عَلَيْكُمْ وَ اللَّهِ مَا أَنْتُمْ إِلَيْنَا بِحُقُوقِنَا أَسْرَعَ مِنَّا إِلَيْكُمْ ثُمَّ قَالَ سَأَنْظُرُ ثُمَّ قَالَ يَا عَبْدَ الْأَعْلَى مَا عَلَى قَوْمٍ إِذَا كَانَ أَمْرُهُمْ أَمْراً وَاحِداً مُتَوَجِّهِينَ إِلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يَأْخُذُونَ عَنْهُ أَلَّا يَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ وَ يُسْنِدُوا أَمْرَهُمْ إِلَيْهِ يَا عَبْدَ الْأَعْلَى إِنَّهُ لَيْسَ يَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ وَ قَدْ سَبَقَهُ أَخُوهُ إِلَى دَرَجَةٍ مِنْ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ أَنْ يَجْذِبَهُ عَنْ مَكَانِهِ الَّذِي هُوَ بِهِ وَ لَا يَنْبَغِي لِهَذَا الْآخَرِ الَّذِي لَمْ يَبْلُغْ أَنْ يَدْفَعَ فِي صَدْرِ الَّذِي لَمْ يَلْحَقْ بِهِ وَ لَكِنْ يَسْتَلْحِقُ إِلَيْهِ وَ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ .

٢٨٣- مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى عَنِ ابْنِ مَحْبُوبٍ عَنْ جَمِيلِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ أَبِي خَالِدٍ الْكَابُلِيِّ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ (عليه السلام) قَالَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَ رَجُلًا سَلَماً لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا قَالَ أَمَّا الَّذِي فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ فَلِأَنَّ الْأَوَّلَ يَجْمَعُ الْمُتَفَرِّقُونَ وَلَايَتَهُ وَ هُمْ فِي ذَلِكَ يَلْعَنُ بَعْضُهُمْ بَعْضاً وَ يَبْرَأُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ فَأَمَّا رَجُلٌ سَلَمٌ رَجُلٍ فَإِنَّهُ الْأَوَّلُ حَقّاً وَ شِيعَتُهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الْيَهُودَ تَفَرَّقُوا مِنْ بَعْدِ مُوسَى (عليه السلام) عَلَى إِحْدَى وَ سَبْعِينَ فِرْقَةً مِنْهَا فِرْقَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَ سَبْعُونَ فِرْقَةً فِي النَّارِ وَ تَفَرَّقَتِ النَّصَارَى بَعْدَ عِيسَى (عليه السلام) عَلَى اثْنَتَيْنِ وَ سَبْعِينَ فِرْقَةً فِرْقَةٌ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ وَ إِحْدَى وَ سَبْعُونَ فِي النَّارِ وَ تَفَرَّقَتْ هَذِهِ الْأُمَّةُ بَعْدَ نَبِيِّهَا (صلى الله عليه وآله) عَلَى ثَلَاثٍ وَ سَبْعِينَ فِرْقَةً اثْنَتَانِ وَ سَبْعُونَ فِرْقَةً فِي النَّارِ وَ فِرْقَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَ مِنَ الثَّلَاثِ وَ سَبْعِينَ فِرْقَةً ثَلَاثَ عَشْرَةَ فِرْقَةً تَنْتَحِلُ وَلَايَتَنَا وَ مَوَدَّتَنَا اثْنَتَا عَشْرَةَ فِرْقَةً مِنْهَا فِي النَّارِ وَ فِرْقَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَ سِتُّونَ فِرْقَةً مِنْ سَائِرِ النَّاسِ فِي النَّارِ .

٢٨٤- وَ عَنْهُ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ مَحْبُوبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (عليه السلام) قَالَ لَمْ تَزَلْ دَوْلَةُ الْبَاطِلِ طَوِيلَةً وَ دَوْلَةُ الْحَقِّ قَصِيرَةً .

٢٨٥- وَ عَنْهُ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ مَحْبُوبٍ عَنْ يَعْقُوبَ السَّرَّاجِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ (عليه السلام) مَتَى فَرَجُ شِيعَتِكُمْ قَالَ فَقَالَ إِذَا اخْتَلَفَ وُلْدُ الْعَبَّاسِ وَ وَهَى سُلْطَانُهُمْ

الجامع الصحيح للبخاري

من رواية أبي ذر الهروي
عن مشايخه الثلاثة
الكشميهني والمستملي والسرخسي

الجزء الثاني

تقديم وتحقيق وتعليق
عبد القادر شيبة الحمد
عضو هيئة التدريس بقسم الدراسات العليا
بالجامعة الإسلامية سابقاً
والمدرس بالمسجد النبوي الشريف

٣٥٧٦- نا عبدُالله بن مسلمةَ قال نا عبدُالعزيز بن أبي حازم عن أبيه أنَّ رجُلاً جاءَ إلى سهلِ ابن سعدٍ فقالَ: هذا فُلانٌ -لأمير المدينة- يدعو عليًّا عندَ المنبر. قالَ: فيقولُ ماذا؟ قالَ: يقولُ لهُ: أبوتُراب، فضحكَ. وقالَ: واللهِ ما سماهُ إلا النبيُّ صلى اللهُ عليه، وما كان لهُ اسمٌ أحبَّ إليه منهُ. فاستطعمتُ الحديثَ سهلاً فقُلتُ: يا أباعباسٍ كيفَ؟ قالَ: دخلَ عليٌّ على فاطمةَ، ثُم خرجَ فاضطجعَ في المسجد، فقالَ النبيُّ صلى اللهُ عليه: «أين ابن عمِّك؟» قالت: في المسجد، فخرج إليه فوجدَ رداءهُ قد سقطَ عن ظهره وخلصَ التُّرابُ إلى ظهره، فجعلَ يَمسحُ عن ظهره فيقولُ: «اجلس يا أباتُرابٍ». مرَّتين.

٣٥٧٧- نا مُحمدُ بن رافعٍ قال نا حُسينٌ عن زائدة عن أبي حصينٍ عن سعد بن عُبيدةَ قالَ: جاءَ رجلٌ إلى ابن عُمرَ فسألهُ عن عُثمانَ، فذكرَ عن محاسنِ عمله، قالَ: لعلَّ ذلك يسوؤكَ؟ قالَ: نعم. قالَ: فأرغمَ اللهُ بأنفكَ. ثُمَّ سألهُ عن عليٍّ فذكرَ محاسنَ عمله قال: هو ذاك، بيته أوسطُ بُيوتِ النبي صلى اللهُ عليه. ثُم قالَ: لعلَّ ذلكَ يسوؤكَ؟ قالَ: أجل. قالَ: فارغمَ اللهُ بأنفك، انطلق فاجهد على جهدك.

٣٥٧٨- نا مُحمدُ بن بشّار قال نا غُندرٌ قال نا شُعبةُ عن الحكم قال سمعتُ ابن أبي ليلى قالَ نا عليٌّ أنَّ فاطمةَ شكتْ ما تلقى من أثرِ الرَّحي، فأتي النبيَّ صلى اللهُ عليه سبيٌ، فانطلقتْ، فلم تجدهُ، فوجدتْ عائشةَ فأخبرتها. فلما جاءَ النبيُّ صلى اللهُ عليه أخبرتهُ عائشةُ بمجيء فاطمةَ، فجاءَ النبيُّ صلى اللهُ عليه إلينا -وقد أخذنا مضاجعنا- فذهبتُ لأقوم فقالَ: «على مكانكما». فقعد بيننا حتى وجدتُ بردَ قدميه على صدري، وقالَ: «ألا أُعلمُكما خيراً مما سألتُماني؟ إذا أخذتُما مضاجعكُما فكبرا أربعًا وثلاثينَ، وسبِّحا ثلاثًا وثلاثينَ، واحمدا ثلاثًا وثلاثينَ، فهو خيرٌ لكما من خادمٍ».

٣٥٧٩- نا عليُّ بن الجعدِ قال أنا شُعبةُ عن أيوبَ عن ابن سيرينَ عن عَبيدة عن علي قال: اقضوا كما كُنتُم تقضون، فإني أكرهُ الاختلافَ، حتى تكون الناسُ جماعةً، أو أموتُ كما ماتَ أصحابي. فكانَ ابن سيرينَ يرى أنَّ عامَّة ما يُروى عن علي الكذبُ.

٣٥٨٠- نا مُحمدُ بن بشارٍ قال نا غُندرٌ قال نا شُعبةُ عن سعدٍ قالَ: سمعتُ إبراهيم بنَ سعدٍ عن أبيه قالَ: قال النبيُّ صلى اللهُ عليه لعليٍّ: «أما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى»؟

+ فيض الباري جلد ٤ صفحه ٤٨٢ روايت 3706

تفسير

الإمام مجاهد بن جبر

المتوفى سنة ١٠٢ هجرية

تحقيق

الدكتور / محمد عبد السلام أبو النيل

الاستاذ المساعد بجامعة الامارات العربية المتحدة
كلية الآداب - قسم الدراسات الاسلامية

أنا عبد الرحمن قال ثنا إبراهيم قال نا آدم قال نا ورقاء عن ابن أبي نجيح عن مجاهد ﴿يُؤْتَىٰٓ أَحَدٌ مِّثْلَ مَآ أُوتِيتُمْ﴾ ٧٣، حسدا من اليهود أن تكون النبوة في غيرهم، وأرادوا أن يتابعوهم على دينهم، فقال(١) الله قل يا محمد ﴿إِنَّ ٱلْفَضْلَ بِيَدِ ٱللَّهِ﴾ ﴿يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِۦ مَن يَشَآءُ﴾ ٧٤ يعني بالنبوة.

أنبأ عبد الرحمن قال نا إبراهيم قال نا آدم قال ثنا ورقاء عن ابن أبي نجيح عن مجاهد في قوله ﴿إِلَّا مَادُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا﴾ ٧٥ قال: يعني مواظبا.

أنا عبد الرحمن قال نا إبراهيم قال نا آدم قال نا ورقاء عن ابن أبي نجيح عن مجاهد في قوله ﴿يَلْوُۥنَ أَلْسِنَتَهُم بِٱلْكِتَٰبِ﴾ ٧٨ يعني يحرفونه(٢).

أنا عبد الرحمن قال نا إبراهيم قال نا آدم قال نا ورقاء عن ابن أبي نجيح عن مجاهد ﴿وَلَٰكِن كُونُوا۟ رَبَّٰنِيِّۦنَ﴾ ٧٩ قال: كونوا فقهاء علماء حكماء(٣).

أنا عبد الرحمن قال نا إبراهيم قال ثناآدم قال ثنا ورقاء عن ابن أبي نجيح عن مجاهد ﴿وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلنَّبِيِّۦنَ لَمَآ ءَاتَيْتُكُم مِّن كِتَٰبٍ وَحِكْمَةٍ﴾ ٨١ قال: هذا خطأ من الكتاب، وهي في قراءة ابن مسعود: وإذا أخذ الله ميثاق الذين أوتوا الكتاب لما آتيتكم(٤).

---

(١) في الأصل: فقالوا قل محمد.

(٢) يؤيده ما جاء في البخاري عن ابن عباس.

(٣) الأخيرة ليست في ط، ولا في د، وفيها زيادة: وهم فوق الأحبار.

(٤) يروي هذا عن الربيع أيضا، ويرى ابن جرير - رحمه الله - أن المكتوب في المصحف الآن أصدق وأصح وأشمل مما اختاروه، فما أخذ على النبيين مأخوذ بالضرورة على أممهم. انظر تفسير الطبري ٣ / ٣٣٢، ٣٣٣.

[حدثنا أبو كريب قال ثنا وكيع عن سفيان عن منصور عن مجاهد ﴿وَلَهُۥٓ أَسْلَمَ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ﴾ ٨٣ قال هو كقوله ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ﴾ ٣٨ الزمر.

صحيح أبي عبد الله البخاري

بشرح الكرماني

الجزء الرابع والعشرون

طبعة أولى : ١٣٥٦ هـ – ١٩٣٧ م
طبعة ثانية : ١٤٠١ هـ – ١٩٨١ م

دار إحياء التراث العربي
بيروت - لبنان

باب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَرَوْنَ بَعْدِى أُمُورًا تُنْكِرُونَهَا

وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِى عَلَى الْحَوْضِ

٦٦٢٨ **حدثنا** مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ حَدَّثَنَا زَيْدُ ابْنُ وَهْبٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِى أَثَرَةً وَأُمُورًا تُنْكِرُونَهَا قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا يَارَسُولَ اللهِ قَالَ أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللهَ حَقَّكُمْ

٦٦٢٩ **حدثنا** مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنِ الْجَعْدِ عَنْ أَبِى رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً

٦٦٣٠ **حدثنا** أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْجَعْدِ أَبِى عُثْمَانَ حَدَّثَنِى أَبُو رَجَاءٍ الْعُطَارِدِىُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وبالمعجمة البصرى و ﴿سحقاً﴾ أى بعداً ثم التبديل ان كان بالكفر كالذين قاتلهم أبوبكر رضى الله عنه فبعداً لهم أبداً من الجنة والحوض وسائر الخيرات وان كان فى البدع والمظالم ونحوهما فبعداً لهم حالا لكن فى المآل يشفع لهم ويقربون منها وأحاديث هذا الباب كلها تقدمت فى كتاب الحوض قوله ﴿يحيى بن سعيد القطان﴾ بالرفع لأنه صفة ليحيى و ﴿الأثرة﴾ بفتح الهمزة والمثلثة الاستئثار فى الحظوظ الدنيوية والاختيار لنفسه والاختصاص بها و ﴿الجعد﴾ بفتح الجيم وإسكان المهملة الأولى أبو عثمان الصيرفى و ﴿أبو رجاء﴾ ضد الخوف عمران العطاردى بضم المهملة الأولى وكسر الراء وبالمهملة و ﴿من السلطان﴾ أى من طاعته و ﴿الميتة﴾ بالكسر أى كموت أهل الجاهلية حيث لم

الوسيط

في تفسير القرآن المجيد

تأليف
أبي الحسن علي بن أحمد الواحدي النيسابوري
المتوفى سنة ٤٦٨ هـ

تحقيق وتعليق
الشيخ عادل أحمد عبد الموجود — الشيخ علي محمد معوض
الدكتور أحمد محمد صيرة — الدكتور أحمد عبد الغني الجمل
الدكتور عبد الرحمن عويس

قدمه وقرظه
الأستاذ الدكتور عبد الحي الفرماوي
كلية أصول الدين - جامعة الأزهر

الجزء الأول

المحتوى
سورة الفاتحة - سورة آل عمران

دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

بيده ذا عاهة إلا برأ وقال إبراهيم النخعي [١]: «المسيح»: الصديق [٢].

وقال أبو عبيدة[٣]: هو بالسريانية مشيحا، فعربته العرب.

وقوله ﴿وجيهاً في الدنيا والآخرة﴾ يعني: «الوجيه»: ذو الجاه والشرف والقدر يقال: وجه الرجل يوجه فهو وجيه إذا صارت له منزلة رفيعة عند الناس[٤].

وقوله[٥] ﴿ومن المقربين﴾[٦]: إلى ثواب الله وكرامته.

وقوله ﴿ويكلم الناس في المهد﴾ يعني: صغيراً، و«المهد»: الموضع الذي مهد لنوم الصبي [٧].

ويعني بكلامه في المهد: تبرئته أمه مما قُرفت[٨] به، حين ﴿قال إني عبد الله ءاتاني الكتاب...﴾ الآية[٩].

وقوله ﴿وكهلاً﴾ «الكهل»: الذي اجتمع قوته وتم شبابه[١٠].

وقال ابن عباس[١١]: يريد أنه يتكلم بكلام النبوة كهلا ﴿ومن الصالحين﴾ قال: يريد مثل: موسى وإسرائيل وإسحاق وإبراهيم.

قوله[١٢] ﴿قالت ربي أنى يكون لي ولد ولم يمسسني بشر﴾ تعجبت حين بشرت بولد من غير أب، لخروج ذلك عن العادة، و«البشر»: الخلق واحده وجمعه سواء[١٣].

﴿قال كذلك الله يخلق ما يشاء﴾ أي: يخلق الله ما يشاء مثل ذلك من الأمر وهو خلق الولد من غير مسيس [١٤].

وقوله[١٥] ﴿ويعلمه الكتاب﴾ يعني: الكتابة ﴿والحكمة﴾ العلم ﴿والتوراة والإنجيل﴾.

﴿ورسولا إلى بني إسرائيل﴾ قال الزجاج[١٦]: وتجعله رسولا ﴿أني [١٧] قد جئتكم بآية من ربكم﴾. ثم ذكر

---

(١) إبراهيم بن يزيد بن قيس بن الأسود أبو عمران من مذحج من أكابر التابعين صلاحاً وصدق رواية وحفظاً للحديث من أهل الكوفة ولد سنة ٤٦ هـ وتوفي سنة ٩٦ هـ (الأعلام ١/٧٦).
(٢) انظر تفسير الرازي ٨/٤٩ والبحر ٢/٤٦٠ والدر ٢/٢٥ والزاهر ١/٤٩٣ والطبري ٦/٤١٤ كلها عن النخعي وتفسير الثوري ص ٨٨.
(٣) هكذا في جميع النسخ «أبو عبيدة» والمثبت عن أبي عبيد القاسم بن سلام، انظر الزاهر ١/٤٩٣ ـ ٤٩٤، والقرطبي ٤/٨٩، والبحر ٢/٤٦٠ وفتح القدير ١/٣٤١ كلها عن أبي عبيدة. وفي تفسير الرازي ٨/٤٩ عن أبي عبيدة والليث.
(٤) انظر غريب القرآن ١٠٥ ومجاز القرآن ١/٩٣ والبحر ٢/٤٦١ واللسان /وجه.
(٥) في (د): قوله.
(٦) في غير (أ) أي إلى ثواب.
(٧) انظر اللسان / مهد.
(٨) «القرف: التهمة والقذف» (حاشية أ).
(٩) سورة مريم / ٣٠.
(١٠) انظر الزاهر ٢/٢٦٩، «الكهل من الرجال: الذي جاوز الثلاثين ووخطه الشيب» (اللسان /كهل).
(١١) انظر تفسير ابن عباس ٤٧ بنحوه وابن كثير ١/٣٦٤ وفتح القدير ١/٣٤١ عن الزجاج وغرائب النيسابوري ٣/١٩٩ والبحر ٢/٤٦٢ عن ابن عباس والقرطبي ٤/٩٠ ابن عباس.
(١٢) في (د): وقوله.
(١٣) في (د): وإذا قضا.
(١٤) انظر تفسير الآية ١١٧ من سورة البقرة.
(١٥) في (د): قوله.
(١٦) انظر الزجاج ١/٤١٧ والطبري ٦/٤٢٣ والبيان ١/٢٠٤.
(١٧) في (د): أي.

الفتوحات المكية

التي فتح الله بها على الشيخ الإمام العامل الراسخ الكامل
خاتم الأولياء الوارثين برزخ البرازخ محيي الحق
و الدين أبي عبدالله محمّد بن علي المعروف بابن عربي
الحاتمي الطائي قدّس الله روحه و نوّر ضريحه آمين

بقيه

الجزء الثانى

PC کا صفحہ 556

و هو الذي يمكن أن يكون أقرب و هو الصرف فيدعي في ذلك أن الذي هو مقدور لكم في العادة إذا أتيت أنا به على صدق دعواي فإن الذي أرسلني يصرفكم عنه فلا تقدرون على معارضته فكل من في قدرته ذلك يجد في نفسه العجز في ذلك الوقت فلا يقدر على إتيان ما كان قبل هذه الدعوى يقدر عليه و هذا أرفع للبس من الأول فهذا معنى الأمر المعجز و مع هذا فقد وقع و عرف أنه معجزة و حصل العلم به عند الناظر بصدق هذا الرسول و ما رزق الايمان به وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْماً وَعُلُوًّا فتعلم أن الايمان لا تعطيه إقامة الدليل بل هو نور إلهي يلقيه الله في قلب من شاء من عباده و قد يكون عقيب الدليل و قد لا يكون هناك دليل أصلا كما قال تعالى وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوراً نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا فاعلم ذلك وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ انتهى الجزء السادس عشر و مائة

((بسم الله الرحمن الرحيم))

(الباب الثامن و الثمانون و مائة في معرفة مقام الرؤيا و هي المبشرات)

بالصدق رؤيا الرجال الصادقين و من	يصاحب الضد لم تصدق له رؤيا
الصدق بالعدوة القصوى منازله	و ضده ضده بالعدوة الدنيا
هي النبوة إلا أنها قصرت	عن نسخ شرع و هذي رتبة عليا
إني رأيت سيوفا للهوى انتضيت	و في يميني سيف للهوى دنيا
فما تركت لها عينا و لا أثرا	بذلك السيف في الأخرى و في الدنيا

اعلم أيدك الله أن للإنسان حالتين حالة تسمى النوم و حالة تسمى اليقظة و في كلتا الحالتين قد جعل الله له إدراكا يدرك به الأشياء تسمى تلك الإدراكات في اليقظة حسا و تسمى في النوم حسا مشتركا فكل شيء تبصره في اليقظة يسمى رؤية و كل ما تبصره في النوم يسمى رؤيا مقصورا و جميع ما يدركه الإنسان في النوم هو مما ضبطه الخيال في حال اليقظة من الحواس و هو على نوعين إما ما أدرك صورته في الحس و إما ما أدرك أجزاء صورته التي أدركها في النوم بالحس لا بد من ذلك فإن نقصه شيء من إدراك الحواس في أصل خلقته فلم يدرك في اليقظة ذلك الأمر الذي فقد المعنى الحسي الذي يدركه به في أصل خلقته فلا يدركه في النوم أبدا فالأصل الحس و الإدراك به في اليقظة و الخيال تبع في ذلك و قد يتقوى الأمر على بعض الناس فيدركون في اليقظة ما كانوا يدركونه في النوم و ذلك نادر و هو لأهل هذا الطريق من نبي و ولي هكذا عرفناه فإذا علمت هذا فاعلم أيضا أن النبوة خطاب الله تعالى أو كلام الله تعالى كيفما شئت قلت لمن شاء من عباده في هاتين الحالتين من يقظة و منام و هذا الخطاب الإلهي المسمى نبوة على ثلاثة أنواع نوع يسمى وحيا و نوع

يسمعه كلامه من وَراءِ حِجابٍ و نوع بوساطة رسول فيوحي ذلك الرسول من ملك أو بشر بإذن الله ما يشاء لمن أرسله إليه و هو كلام الله إذ كان هذا الرسول إنما يترجم عن الله كما قال تعالى وَما كانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْياً أَوْ من وَراءِ حِجابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فالوحي منه ما يلقيه إلى قلوب عباده من غير واسطة فأسمعهم في قلوبهم حديثا لا يكيف سماعه و لا يأخذه حد و لا يصوره خيال و مع هذا يعقله و لا يدري كيف جاء و لا من أين جاء و لا ما سببه و قد يكلمه من وراء حجاب صورة ما يكلمه به و قد يكون الحجاب بشريته و قد يكون الحجاب كما كلم موسى من الشَّجَرَةِ . . . من جانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ له لأنه لو كلمه من الأيسر الذي هو جهة قلبه ربما التبس عليه بكلام نفسه فجاءه الكلام من الجانب الذي لم تجر العادة أن تكلمه نفسه منه و قد يكلمه بوساطة رسول من ملك كقوله نَزَلَ به الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلى قَلْبِكَ يعني بالقرآن الذي هو كلام الله و قد يكون بوساطة بشر و هو قوله فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلامَ اللهِ فأضاف الكلام إلى الله و ما سمعته الصحابة و لا هذا الأعرابي إلا من لسان رسول الله ص و ليست النبوة بأمر زائد على الإخبار الإلهي بهذه الأقسام و القرآن خبر الله و هو النبوة كلها لأنه الجامع لجميع ما أراد الله أن يخبر به عباده و صح في الحديث أنه من حفظ القرآن فقد أدرجت النبوة بين جنبيه فإذا تقرر ما ذكرناه فاعلم أن مبدأ الوحي الرؤيا الصادقة و هي لا تكون إلا في حال النوم قالت عائشة في الحديث الصحيح أول ما بديء به رسول الله ص من الوحي الرؤيا الصادقة فكان لا يرى رؤيا إلا جاءت مثل فلق الصبح و سبب ذلك صدقه ص فإنه ثبت عنه أنه قال أصدقكم رؤيا أصدقكم حديثا فكان لا يحدث أحدا ص بحديث عن تزوير يزوره في نفسه بل يتحدث بما يدركه بإحدى قواه الحسية أو بكلها ما كان يحدث بالغرض و لا يقول ما لم يكن و لا ينطق في اليقظة عن شيء يصوره في خياله مما لم ير لتلك الصورة بجملتها عينا في الحس فهذا سبب صدق رؤياه و إنما بديء الوحي بالرؤيا دون الحس لأن المعاني المعقولة أقرب إلى الخيال منها إلى الحس لأن الحس طرف أدنى و المعنى طرف أعلى و ألطف و الخيال بينهما و الوحي معنى فإذا أراد المعنى أن ينزل إلى الحس فلا بد أن يعبر على حضرة الخيال قبل وصوله إلى الحس و الخيال من حقيقته أن يصور كل ما حصل عنده في صورة المحسوس لا بد من ذلك فإن كان ورود ذلك الوحي الإلهي في حال النوم سمي رؤيا و إن كان في حال اليقظة سمي تخيلا أي خيل إليه فلهذا بديء الوحي بالخيال ثم بعد ذلك انتقل الخيال إلى الملك من خارج فكان يتمثل له الملك رجلا أو شخصا من الأشخاص المدركة بالحس فقد ينفرد هذا الشخص المراد بذلك الوحي بإدراك هذا الملك و قد يدركه الحاضرون معه فيلقي على سمعه حديث ربه و هو الوحي و تارة ينزل على قلبه ص فتأخذه البرحاء و هو المعبر عنه بالحال فإن الطبع لا يناسبه فلذلك يشتد عليه و ينحرف له مزاج الشخص إلى أن يؤدي ما أوحى به إليه ثم يسرى عنه فيخبر بما قيل له و هذا كله موجود في رجال الله من الأولياء و الذي اختص به النبي من هذا دون

الجزء الثاني لبغية

الولي الوحي بالتشريع فلا يشرع إلا النبي و لا يشرع إلا رسول خاصة فيحلل ويحرم ويبيح ويأتي بجميع ضروب الوحي و الأولياء ليس لهم من هذا الأمر إلا الإخبار بصحة ما جاء به هذا الرسول و تعيينه حتى يكون هذا التابع على بصيرة فيما تعبده به ربه على لسان هذا الرسول إذ كان هذا الولي لم يدرك زمانه حتى يسمع منه كما سمع أصحابه فصار هذا الولي بهذا النوع من الخطاب بمنزلة الصاحب الذي سمع من لفظ رسول الله ص ما شرع و لذلك جاء في القرآن أَدْعُوا إِلَى اللهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي و هم هؤلاء الذين ذكرناهم فرب حديث صحيح من طريق رواية الثقات عندنا ليس بصحيح في نفس الأمر فنأخذه على طريق غلبة الظن لا على العلم و هذه الطائفة التي ذكرناها تأخذه من هذا الطريق فتكون من عدم صحة ذلك الخبر الصحيح عندنا على بصيرة أنه ليس بصحيح في نفس الأمر و بالعكس و هو أن يكون الحديث ضعيفا من أجل ضعف الطريق من وضاع فيه أو مدلس و هو في نفس الأمر صحيح فتدرك هذه الطائفة صحته فتكون فيه على بصيرة فهذا معنى قوله تعالى أَدْعُوا إِلَى اللهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي و هم هؤلاء فهم ورثة الأنبياء لاشتراكهم في الخبر و انفراد الأنبياء بالتشريع قال تعالى يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فجاء بمن و هي نكرة لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ فجاء بما ليس بشرع و لا حكم بل بإنذار فقد يكون الولي بشيرا و نذيرا و لكن لا يكون مشرعا فإن الرسالة و النبوة بالتشريع قد انقطعت فلا رسول بعده و لا نبي أي لا مشرع و لا شريعة فاعلم ذلك فلنرجع إلى ما بوبنا عليه ثبت عن رسول الله ص أنه قال إن الرسالة و النبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي و لا نبي قال فشق ذلك على الناس فقال لكن المبشرات فقالوا يا رسول الله و ما المبشرات فقال رؤيا المسلم و هي جزء من أجزاء النبوة هذا حديث حسن صحيح من حديث أنس بن مالك حدثنا به إمام المقام بالحرم المكي الشريف تجاه الركن اليماني الذي فيه الحجر الأسود سنة أربع و ستمائة شيخنا مكين الدين أبو شجاع زاهر بن رستم الأصفهاني البزار و غيره عن أبي الفتح عبد الملك بن أبي القاسم بن أبي سهل الكرخي الهروي قال أخبرني أبو عامر محمود بن القاسم الأزدي و أبو نصر عبد العزيز بن محمد الترياقي و أبو بكر أحمد بن أبي حاتم العورجي التاجر قالوا أخبرنا محمد بن عبد الجبار الجراحي قال أخبرنا أبو العباس محمد بن أحمد المحبوبي قال أخبرنا أبو عيسى محمد بن عيسى الترمذي قال حدثنا الحسن بن محمد الزعفراني حدثنا عفان بن مسلم حدثنا عبد الواحد حدثنا المختار بن فلفل حدثنا أنس بن مالك قال قال رسول الله ص و ذكر هذا الحديث قال و في الباب عن أبي هريرة و حذيفة و ابن عباس و أم كرز فأخبر ص أن الرؤيا جزء من أجزاء النبوة فقد بقي للناس من النبوة هذا و غيره و مع هذا لا يطلق اسم النبوة و لا النبي إلا على المشرع خاصة فحجر هذا الاسم لخصوص وصف معين في النبوة و ما حجر النبوة التي ليس فيها هذا الوصف الخاص و إن كان حجر الاسم فنتأدب و نقف حيث وقف ص بعد علمنا بما قال و ما أطلق و ما حجر فنكون

على بينة من أمرنا و إذا علمت هذا فلنقل إن الرؤيا ثلاث منها بشرى و هي ما نحن بصدده في هذا الباب و رؤيا مما يحدث المرء به نفسه في اليقظة فيرتقم في خياله فإذا نام أدرك ذلك بالحس المشترك لأنه تصوره في يقظته فبقي مرتسما في خياله فإذا نام و انصرفت الحواس إلى خزانة الخيال أبصرت ذلك و سيأتي علم ذلك كله و صورته و الرؤيا الثالثة من الشيطان و روينا في هذا حديثا صحيحا من حديث أبي عيسى الترمذي قال حدثنا نصر بن علي حدثنا عبد الوهاب الثقفي حدثنا أيوب عن محمد بن سيرين عن أبي هريرة قال قال رسول الله ص إذا اقترب الزمان لم تكد رؤيا المؤمن تكذب و أصدقهم رؤيا أصدقهم حديثا و رؤيا المسلم جزء من ستة و أربعين جزءا من النبوة و الرؤيا ثلاث فالرؤيا الصالحة بشرى من الله تعالى و رؤيا من تحزين الشيطان و رؤيا مما يحدث الرجل به نفسه و إذا رأى أحدكم ما يكره فليقم و ليتفل و لا يحدث به الناس الحديث و قال فيه حديث صحيح و في حديث أبي قتادة عن رسول الله ص إذا رأى أحدكم شيئا يكرهه فلينفث عن يساره ثلاث مرات و ليستعذ بالله من شرها فإنها لا تضره و هو حديث حسن صحيح و في الحديث الصحيح عن النبي ص أن رؤيا المسلم على رجل طائر ما لم يحدث بها فإذا حدث بها وقعت فاعلم إن لله ملكا موكلا بالرؤيا يسمى الروح و هو دون السماء الدنيا و بيده صور الأجساد التي يدرك النائم فيها نفسه و غيره و صور ما يحدث من تلك الصور من الأكوان فإذا نام الإنسان أو كان صاحب غيبة أو فناء أو قوة إدراك لا يحجبه المحسوسات في يقظته عن إدراك ما بيد هذا الملك من الصور فيدرك هذا الشخص بقوته في يقظته ما يدركه النائم في نومه و ذلك أن اللطيفة الإنسانية تنتقل بقواها من حضرة المحسوسات إلى حضرة الخيال المتصل بها الذي محله مقدم الدماغ فيفيض عليها ذلك الروح الموكل بالصور من الخيال المنفصل عن الأذن الإلهي ما يشاء الحق أن يريه هذا النائم أو الغائب أو الفاني أو القوي من المعاني متجسدة في الصور التي بيد هذا الملك فمنها ما يتعلق بالله و ما يوصف به من الأسماء فيدرك الحق في صورة أو القرآن أو العلم أو الرسول الذي هو على شرعه فهنا يحدث للرائي ثلاث مراتب أو إحداهن المرتبة الواحدة أن تكون الصورة المدركة راجعة للمرئي بالنظر إلى منزلة ما من منازله و صفاته التي ترجع إليه فتلك رؤيا الأمر على ما هو عليه بما رجع إليه و المرتبة الثانية أن تكون الصورة المرئية راجعة إلى حال الرائي في نفسه و المرتبة الثالثة أن تكون الصورة المرئية راجعة إلى الحق المشروع و الناموس الموضوع أي ناموس كان في تلك البقعة التي ترى تلك الصورة فيها في ولاة أمر ذلك الإقليم القائمين بناموسه و ما ثم مرتبة رابعة سوى ما ذكرناه فالأولى و هي رجوع الصورة إلى عين المرئي فهي حسنة كاملة و لا بد لا تتصف بشيء من القبح و النقص و المرتبتان الباقيتان قد تظهر الصورة فيهما بحسب الأحوال من الحسن و القبح و النقص و الكمال فلينظر إن كان من تلك الصورة خطاب فبحسب ما يكون الخطاب يكون حاله و بقدر ما يفهم منه في رؤياه و لا يعول على التعبير في ذلك بعد الرجوع إلى عالم

الحس إلا إن كان عالما بالتعبير أو يسأل عالما بذلك و لينظر أيضا حركته أعني حركة الرائي مع تلك الصورة من الأدب و الاحترام أو غير ذلك فإن حاله بحسب ما يصدر منه في معاملته لتلك الصورة فإنها صورة حق بكل وجه و قد يشاهد الروح الذي بيده هذه الحضرة و قد لا يشاهده و ما عدا هذه الصورة فليست إلا من الشيطان إن كان فيه تحزين أو مما يحدث المرء به نفسه في حال يقظته فلا يعول على ما يرى من ذلك و مع هذا و كونها لا يعول عليها إذا عبرت كان لها حكم و لا بد يحدث لها ذلك من قوة التعبير لا من نفسها و هو أن الذي يعبرها لا يعبرها حتى يصورها في خياله من المتكلم فقد انتقلت تلك الصورة عن المحل الذي كانت فيه حديث نفس أو تحزين شيطان إلى خيال العابر لها و ما هي له حديث نفس فيحكم على صورة محققة ارتسمت في ذاته فيظهر لها حكم أحدثه حصول تلك الصورة في نفس العابر كما جاء في قصة يوسف مع الرجلين و كانا قد كذبا فيما صوراه فكان مما حدثا به أنفسهما فتخيلاه من غير رؤيا و هو أبعد في الأمر إذ لو كان رؤيا لكان أدخل في باب التعبير فلما قصاه على يوسف حصل في خيال يوسف ع صورة من ذلك لم يكن يوسف حدث بذلك نفسه فصارت حقا في حق يوسف و كأنه هو الرائي الذي رأى تلك الرؤيا لذلك الرجل و قاما له مقام الملك الذي بيده صور الرؤيا فلما عبر لهما رؤياهما قالا له أردنا اختبارك و ما رأينا شيئا فقال يوسف قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ فخرج الأمر في الحس كما عبر ثم إن الله تعالى إذا رأى أحد رؤيا فإن صاحبها له فيما رآه حظ من الخير و الشر بحسب ما تقتضي رؤياه أو يكون الحظ في ناموس الوقت في ذلك الموضع و أما في الصورة المرئية فلا فيصور الله ذلك الحظ طائرا و هو ملك في صورة طائر كما يخلق من الأعمال صورا ملكية روحانية جسدية برزخية و إنما جعلها في صورة طائر لأنه يقال طار له سهمه بكذا و الطائر الحظ قال الله عز و جل قالُوا طائِرُكُمْ مَعَكُمْ أي حظكم و نصيبكم معكم من الخير و الشر و يجعل الرؤيا معلقة من رجل هذا الطائر و هي عين الطائر و لما كان الطائر إذا اقتنص شيئا من الصيد من الأرض إنما يأخذه برجله لأنه لا يد له و جناحه لا يتمكن له الأخذ به فلذلك علق الرؤيا برجله فهي المعلقة و هي عين الطائر فإذا عبرت سقطت لما قيلت له و عند ما تسقط ينعدم الطائر لأنه عين الرؤيا فينعدم بسقوطها و يتصور في عالم الحس بحسب الحال التي تخرج عليه تلك الرؤيا فترجع صورة الرؤيا عين الحال لا غير فتلك الحال إما عرض أو جوهر أو نسبة من ولاية أو غيرها هي عين صورة تلك الرؤيا و ذلك الطائر و منه خلقت هذه الحالة و لا بد سواء كانت جسما أو عرضا أو نسبة أعني تلك الصورة كما خلق آدم من تراب و نحن من ماء مهين حتى إذا دلت الرؤيا على وجود ولد فذلك الولد مخلوق من عين تلك الرؤيا ماء في صلب أبيه و إن كان الماء قد نزل في الرحم تصورت فيه تلك الرؤيا ولد فهو ولد رؤيا و إن لم تتقدم له رؤيا فهو على أصل نشأته كما هو سائر الأولاد فاعلم ذلك فإنه سر عجيب و كشف صحيح و كل ولد يكون عن رؤيا ترى له تمييزا على غيره و يكون أقرب إلى الأرواح

الفتوحات المكية

التي فتح الله بها على الشيخ الإمام العامل الراسخ الكامل
خاتم الأولياء الوارثين برزخ البرازخ محيي الحق
والدين أبي عبدالله محمّد بن علي المعروف بابن عربي
الحاتمي الطائي قدّس الله روحه و نوّر ضريحه آمين

بقية

الجزء الثاني

بسم الله الرحمن الرحيم

(الباب السابع و الثمانون و مائة في معرفة مقام المعجزة و كيف يكون هذا المعجز كرامة لمن كان له معجزا لاختلاف الحال)

ما كان معجزة فلا سبيل إلى — ظهوره مرة أخرى إلى الأبد
لا في ولي و لا في غيره فإذا — حققت قولي فلا تعدل عن الرشد
و لو تحدي به خلق لأكذبه — صدق المقدم في الأدنى و في البعد
لذلك اختلفت في الأنبياء فلم — يظهر لها أثر من بعد في أحد

اختلف الناس فيما كان معجزة لنبي هل يكون كرامة لولي أم لا فالجمهور أجاز ذلك إلا الأستاذ أبا إسحاق الأسفرايني فإنه منع من ذلك و هو الصحيح عندنا إلا أنا نشترط أمرا لم يذكره الأستاذ و هو أن نقول إلا إن قام الولي بذلك الأمر المعجز على تصديق النبي لا على جهة الكرامة به فهو واقع عندنا بل قد شهدناه فيظهر على الولي ما كان معجزة لنبي على ما قلناه و لو تنبه لذلك الأستاذ لقال به و لم ينكره فإنه ما خرج عن بابه فإن الذي وقع فيه الخلاف أنه هل يكون كرامة لولي و هذا ليس بكرامة لولي إلا إن الذين أجازوا ذلك قالوا بشرط أن لا يظهر عليه بالطريق التي ظهرت على يد الرسول الذي بها سميت معجزة و جوزوا أن الولي لو تحدي بذلك على ولايته لجاز أن يخرق الله له تلك العادة و الكاذب لو تحدي بها على كذبه و هو صادق في أنه كاذب فجائز أن يخرق الله له تلك العادة على صدقه أنه كاذب فإن الفارق عندهم حاصل و هو وجه يقال و الصحيح ما ذهب إليه الأستاذ و هو الذي يعطيه الدليل النظري إلا أن يقول الرسول في وقت تحديه بالمنع في الوقت خاصة أو في مدة حياته خاصة فإنه جائز أن يقع ذلك الفعل كرامة لغيره بعد انقضاء زمانه الذي اشترطه و أما إن أطلقه فلا سبيل إلى ما قاله الأستاذ و هذا التفصيل الذي ذكرناه يقتضيه الدليل النظري للطائفتين على أنا ما رأينا أحدا تنبه إلى هذا في علمنا و لا ذكره و الله أعلم و الإعجاز على ضربين الضرب الواحد أن يأتي بأمر لا يكون مقدور البشر و لا يقدر عليه إلا الله و ذلك عزيز أعني الوصول إلى العلم به كإحياء الموتى لا يقدر عليه إلا الله و لكن الوصول إليه على طريق العلم أنه حي في نفس الأمر عزيز فإنا رأينا عصا موسى ع حية و عصي السحرة حيات و لم تفرق العامة بين الحياتين فلهذا قلنا إن الوصول إلى علم ذلك عزيز و الضرب الآخر

و هو الذي يمكن أن يكون أقرب و هو الصرف فيدعي في ذلك أن الذي هو مقدور لكم في العادة إذا أتيت أنا به على صدق دعواي فإن الذي أرسلني يصرفكم عنه فلا تقدرون على معارضته فكل من في قدرته ذلك يجد في نفسه العجز في ذلك الوقت فلا يقدر على إتيان ما كان قبل هذه الدعوى يقدر عليه و هذا أرفع للبس من الأول فهذا معنى الأمر المعجز و مع هذا فقد وقع و عرف أنه معجزة و حصل العلم به عند الناظر بصدق هذا الرسول و ما رزق الايمان به وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْماً وَعُلُوًّا فتعلم أن الايمان لا تعطيه إقامة الدليل بل هو نور إلهي يلقيه الله في قلب من شاء من عباده و قد يكون عقيب الدليل و قد لا يكون هناك دليل أصلا كما قال تعالى وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوراً نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا فاعلم ذلك وَاللهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ انتهى الجزء السادس عشر و مائة

((بسم الله الرحمن الرحيم))

(الباب الثامن و الثمانون و مائة في معرفة مقام الرؤيا و هي المبشرات)

بالصدق رؤيا الرجال الصادقين و من ... يصاحب الضد لم تصدق له رؤيا
الصدق بالعدوة القصوى منازله ... و ضده ضده بالعدوة الدنيا
هي النبوة إلا أنها قصرت ... عن نسخ شرع و هذي رتبة عليا
إني رأيت سيوفا للهوى انتضيت ... و في يميني سيف للهوى دنيا
فما تركت لها عينا و لا أثرا ... بذلك السيف في الأخرى و في الدنيا

اعلم أيدك الله أن للإنسان حالتين حالة تسمى النوم و حالة تسمى اليقظة و في كلتا الحالتين قد جعل الله له إدراكا يدرك به الأشياء تسمى تلك الإدراكات في اليقظة حسا و تسمى في النوم حسا مشتركا فكل شيء تبصره في اليقظة يسمى رؤية و كل ما تبصره في النوم يسمى رؤيا مقصورا و جميع ما يدركه الإنسان في النوم هو مما ضبطه الخيال في حال اليقظة من الحواس و هو على نوعين إما ما أدرك صورته في الحس و إما ما أدرك أجزاء صورته التي أدركها في النوم بالحس لا بد من ذلك فإن نقصه شيء من إدراك الحواس في أصل خلقته فلم يدرك في اليقظة ذلك الأمر الذي فقد المعنى الحسي الذي يدركه به في أصل خلقته فلا يدركه في النوم أبدا فالأصل الحس و الإدراك به في اليقظة و الخيال تبع في ذلك و قد يتقوى الأمر على بعض الناس فيدركون في اليقظة ما كانوا يدركونه في النوم و ذلك نادر و هو لأهل هذا الطريق من نبي و ولي هكذا عرفناه فإذا علمت هذا فاعلم أيضا أن النبوة خطاب الله تعالى أو كلام الله تعالى كيفما شئت قلت لمن شاء من عباده في هاتين الحالتين من يقظة و منام و هذا الخطاب الإلهي المسمى نبوة على ثلاثة أنواع نوع يسمى وحيا و نوع

يسمعه كلامه من وَراءِ حِجابٍ و نوع بوساطة رسول فيوحي ذلك الرسول من ملك أو بشر بإذن الله ما يشاء لمن أرسله إليه و هو كلام الله إذ كان هذا الرسول إنما يترجم عن الله كما قال تعالى وَما كانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلّا وَحْياً أَوْ مِن وَراءِ حِجابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فالوحي منه ما يلقيه إلى قلوب عباده من غير واسطة فأسمعهم في قلوبهم حديثا لا يكيف سماعه و لا يأخذه حد و لا يصوره خيال و مع هذا يعقله و لا يدري كيف جاء و لا من أين جاء و لا ما سببه و قد يكلمه من وراء حجاب صورة ما يكلمه به و قد يكون الحجاب بشريته و قد يكون الحجاب كما كلم موسى من الشَّجَرَةِ . . . من جانِبِ الطُّورِ الأَيْمَنِ له لأنه لو كلمه من الأيسر الذي هو جهة قلبه ربما التبس عليه بكلام نفسه فجاءه الكلام من الجانب الذي لم تجر العادة أن تكلمه نفسه منه و قد يكلمه بوساطة رسول من ملك كقوله نَزَلَ به الرُّوحُ الأَمِينُ عَلى قَلْبِكَ يعني بالقرآن الذي هو كلام الله و قد يكون بوساطة بشر و هو قوله فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلامَ اللهِ فأضاف الكلام إلى الله و ما سمعته الصحابة و لا هذا الأعرابي إلا من لسان رسول الله ص و ليست النبوة بأمر زائد على الإخبار الإلهي بهذه الأقسام و القرآن خبر الله و هو النبوة كلها لأنه الجامع لجميع ما أراد الله أن يخبر به عباده و صح في الحديث أنه من حفظ القرآن فقد أدرجت النبوة بين جنبيهفإذا تقرر ما ذكرناه فاعلم أن مبدأ الوحي الرؤيا الصادقة و هي لا تكون إلا في حال النوم قالت عائشة في الحديث الصحيح أول ما بديء به رسول الله ص من الوحي الرؤيا الصادقة فكان لا يرى رؤيا إلا جاءت مثل فلق الصبح و سبب ذلك صدقه ص فإنه ثبت عنه أنه قال أصدقكم رؤيا أصدقكم حديثا فكان لا يحدث أحدا ص بحديث عن تزوير يزوره في نفسه بل يتحدث بما يدركه بإحدى قواه الحسية أو بكلها ما كان يحدث بالغرض و لا يقول ما لم يكن و لا ينطق في اليقظة عن شيء يصوره في خياله مما لم ير لتلك الصورة بجملتها عينا في الحس فهذا سبب صدق رؤياه و إنما بديء الوحي بالرؤيا دون الحس لأن المعاني المعقولة أقرب إلى الخيال منها إلى الحس لأن الحس طرف أدنى و المعنى طرف أعلى و ألطف و الخيال بينهما و الوحي معنى فإذا أراد المعنى أن ينزل إلى الحس فلا بد أن يعبر على حضرة الخيال قبل وصوله إلى الحس و الخيال من حقيقته أن يصور كل ما حصل عنده في صورة المحسوس لا بد من ذلك فإن كان ورود ذلك الوحي الإلهي في حال النوم سمي رؤيا و إن كان في حال اليقظة سمي تخيلا أي خيل إليه فلهذا بديء الوحي بالخيال ثم بعد ذلك انتقل الخيال إلى الملك من خارج فكان يتمثل له الملك رجلا أو شخصا من الأشخاص المدركة بالحس فقد ينفرد هذا الشخص المراد بذلك الوحي بإدراك هذا الملك و قد يدركه الحاضرون معه فيلقي على سمعه حديث ربه و هو الوحي و تارة ينزل على قلبه ص فتأخذه البرحاء و هو المعبر عنه بالحال فإن الطبع لا يناسبه فلذلك يشتد عليه و ينحرف له مزاج الشخص إلى أن يؤدي ما أوحى به إليه ثم يسرى عنه فيخبر بما قيل له و هذا كله موجود في رجال الله من الأولياء و الذي اختص به النبي من هذا دون

الجزء الثاني

من كتاب الفتوحات المكية التي فتح الله بها على الشيخ
الامام العامل الراسخ الكامل خاتم الاولياء
الوارثين برزخ البرازخ محيي الحق والدين
أبي عبد الله محمد بن علي المعروف
بابن عربي الحاتمي الطائي
قدّس الله روحه ونور
ضريحه آمين
آمين

﴿ طبع على النسخة المقابلة على نسخة المؤلف الموجودة بمدينة قونية
وقام بهذا المهم جماعة من العلماء بأمر المغفور له الأمير عبد القادر
الجزايرلي رحم الله الجميع وأثابهم المكان الرفيع ﴾

(طبعت بمطبعة)
دار الكتب العربية الكبرى
(بمصر)
﴿ على نفقة الحاج محمد أحمد الكشميري وشركاه ﴾

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿الباب الثالث والسبعون في معرفة عدد ما يحصل من الاسرار للمشاهد عند المقابلة والانحراف على كم ينحرف من المقابلة﴾

سلام الله أنت النبأ * لتوقفنا على النبأ اليقين
فقالت قول معصوم عليم * بريء من ملابسة الظنون
ثمانية وعشر فيه أتتنا * جهارا ثم عشر في كمين
ثمانية اشداء غلاظ * وخمستهم أشداء بلين
بأربعة وعشرين افتتحنا * وما يتلو سبعتهم قريني
وخامس عشرة في لين عيش * وأربعة لتطبيق الجفون
وفي احدى وعشرين انبعثنا * عن التقويم بالبلد الامين
سعد ناظرا الحاجب خمس * على الاقوام في عطف ولين
صلاة المشركين بها مكاء * مثلثة تعلمني بديني
وواحدة استطال فطال قهرا * ومنحرف توحد في الوتين
اذا انتقش الوحيد يصير نجما * ويهوى مثله يهواه دوني
تفرقت الهموم غداة تبت * ويعرفها المتيم بعد حين
بشفع من ابتلائكم غنينا * فكرر واحد الصبح المبين
وان زوائد الافلاك عشر * وللبدلاء أبراج الشؤون
ومن عقد المئين لنا ثلاث * على قلب لآدم عن يقين
وان الاربعين لقلب نوح * على بيضاء بالنور المبين
على قلب الخليل لنا رجال * سباعية كآساد العرين
وخمسة أنفس لهم ثبات * بقلب الطاهر الروح الامين
وميكائيل يتلوه ثلاث * تمكن بالحبل المتين
واسرافيل يتبعه وحيد * بقلب قد تفنن بالفنون
تقلقلهم عن التثبيت خمس * ولولاهن كانوا في سكون
وينصرني على الاشراك وترى * تلقى نصر ذلك باليمين
نجيب من ثمانية كرام * وثنتا عشرة نقباء دين
أقاليم البلاد لها رجال * على التمثيل في رأى العيون
ونحرسنا بأربعة رجال * من الاوتاد في الحصن الحصين
اماما العالمين هما وزيرا * مليك العالم القطب المكين

وستة أنفس لجهات ست * أتتهن من نور وطين

فهذا الرمز ان فكرت فيه * ترى سر الظهور مع الكمون

اعلم أيدنا الله وإياك بروح منه ان هذا الباب يتضمن أصناف الرجال الذين يحصرهم العدد والذين لا توقيت لهم ويتضمن من المسائل التي لا يعلمها الا الا كابر من عباد الله الذين هم في زمانهم بمنزلة الانبياء في زمان النبوة وهي النبوة العامة فان النبوة التي انقطعت بوجود رسول الله صلى الله عليه وسلم انما هي نبوة التشريع لا مقامها فلا شرع يكون ناسخا لشرعه صلى الله عليه وسلم ولا يزيد في حكمه شرعا آخر وهذا معنى قوله صلى الله عليه وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي أي لا نبي بعدي يكون على شرع يخالف شرعي بل اذا كان يكون تحت حكم شريعتي ولا رسول أي لا رسول بعدي إلى أحد من خلق الله بشرع يدعوهم اليه فهذا هو الذي انقطع وسد بابه لا مقام النبوة فانه لا خلاف ان عيسى عليه السلام نبي ورسول وانه لا خلاف أنه ينزل في آخر الزمان حكما مقسطا عدلا بشرعنا لا بشرع آخر ولا بشرعه الذي تعبد الله به بني اسرائيل من حيث ما نزل هو به بل ما ظهر من ذلك هو ما قرره شرع محمد صلى الله عليه وسلم ونبوة عيسى عليه السلام ثابتة له محققة فهذا نبي ورسول قد ظهر بعده صلى الله عليه وسلم وهو الصادق في قوله انه لا نبي بعده فعلمنا قطعا أنه يريد التشريع خاصة وهو المعبر عنه عند أهل النظر بالاختصاص وهو المراد بقولهم ان النبوة غير مكتسبة وأما القائلون باكتساب النبوة فانهم يريدون بذلك حصول المنزلة عند الله المختصة من غير تشريع لا في حق أنفسهم ولا في حق غيرهم فمن لم يعقل النبوة سوى عين الشرع ونصب الاحكام قال بالاختصاص ومنع الكسب فاذا وقفتم على كلام أحد من أهل الله أصحاب الكشف يشير بكلامه الى الاكتساب كأبي حامد الغزالي وغيره فليس مرادهم سوى ما ذكرناه وقد بيناه هذا في فصل الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم في آخر باب الصلاة من هذا الكتاب وهؤلاء هم المقربون الذين قال الله فيهم عينا يشرب بها المقربون وبه وصف الله نبيه عيسى عليه السلام فقال وجيها في الدنيا والآخرة ومن المقربين وبه وصف الملائكة فقال ولا الملائكة المقربون ومعلوم قطعا أن جبريل كان ينزل بالوحي على رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يطلق عليه في الشرع اسم نبي مع انه بهذه المثابة فالنبوة مقام عند الله يناله البشر وهو مختص بالاكابر من البشر يعطى للنبي المشرع ويعطى للتابع لهذا النبي المشرع الجاري على سنته قال تعالى ووهبنا له أخاه هرون نبيا فاذا نظر الى هذا المقام بالنسبة الى التابع وانه باتباعه حصل له هذا المقام سمي مكتسبا والتعمل بهذا الاتباع اكتسابا ولم يأته شرع من ربه يختص به ولا شرع يوصله الى غيره وكذلك كان هرون فسددنا باب اطلاق لفظ النبوة على هذا المقام مع تحققه لئلا يتخيل متخيل أن المطلق لهذا اللفظ يريد نبوة التشريع فيغلط كما اعتقده بعض الناس في الامام أبي حامد فقال عنه انه يقول باكتساب النبوة في كيمياء السعادة وغيره معاذ الله أن يريد أبو حامد غير ما ذكرناه وسأذكر ان شاء الله ما يختص به صاحب هذا المقام من الاسرار الخاصة به التي لا يعلمها الا من حصله فاذا سمعتني أقول في هذا الباب ومما يختص بهذا المقام كذا فاعلم أن ذلك الذي أذكره هو من علوم أهل هذا المقام فلنذكر أولا شرح ما بوبنا عليه من المقابلة والانحراف

﴿وصل﴾ اعلم أن للحق سبحانه في مشاهدة عباده اياه نسبتين نسبة تنزيه ونسبة تنزل الى الخيال بضرب من التشبيه فنسبة التنزيه تجليه في ليس كمثله شيء والنسبة الاخرى تجليه في قوله عليه السلام اعبد الله كانك تراه وقوله ان الله في قبلة المصلي وقوله تعالى فأينما تولوا فثم وجه الله وثم ظرف ووجه الله ذاته وحقيقته والاحاديث والآيات الواردة بالالفاظ التي تطلق على المخلوقات باستصحاب معانيها اياها ولولا استصحاب معانيها اياها المفهومة من الاصطلاح ما وقعت الفائدة بذلك عند المخاطب بها اذ لم يرد عن الله شرح ما أراد بها مما يخالف ذلك اللسان الذي نزل به هذا التعريف الالهي قال تعالى وما أرسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم يعني بلغتهم ليعلموا ما هو الامر عليه ولم يشرح الرسول المبعوث بهذه الالفاظ بشرح يخالف ما وقع عليه الاصطلاح فننسب تلك المعاني المفهومة من تلك الالفاظ الواردة الى الله تعالى كما نسبها لنفسه ولا يتحكم في شرحها بمعان لا يفهمها أهل ذلك اللسان

الفتوحات المكية

التي فتح الله بها على الشيخ الإمام العامل الراسخ الكامل
خاتم الأولياء الوارثين برزخ البرازخ محيي الحق
و الدين أبي عبدالله محمّد بن علي المعروف بابن عربي
الحاتمي الطائي قدّس الله روحه و نوّر ضريحه آمين

الجزء الثانی

و بعض أصحابنا يلحظ في ترك العبودية كون الحق قوى العبد و جوارحه فإنه يغيب عن عبوديته في تلك الحال فهو ترك حال لا ترك حقيقة انتهى الجزء المائة

((بسم الله الرحمن الرحيم))

(الباب الثاني و الثلاثون و مائة في معرفة مقام الاستقامة)

للمستقيم ولاية مخصوصة — شملت جميع الكون في تخصيصها

للمستقيم تنزلت أرواحه — بالطيب المكنون في تنصيصها

الاستقامة نزلت أربابها — منها منازل لم تنل بخصوصها

هي نعته سبحانه في قصة — قد قالها فانظره في منصوصها

جاءت هذه الأبيات لزوم ما لا يلزم من غير قصد و كذلك أمثالها فإنما أنطق بما يجريه الله فينا من غير تعمل و لا روية اعلم وفقك الله أن الله أخبر عن نبيه و رسوله ع في كتابه أنه قال إِنَّ رَبِّي عَلى صِراطٍ مُسْتَقِيمٍ فوصف نفسه بأنه على صراط مستقيم و ما خطأ هذا الرسول في هذا القول ثم إنه ما قال ذلك إلا بعد قوله ما من دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِناصِيَتِها فما ثم إلا من هو مستقيم على الحقيقة على صراط الرب لأنه ما ثم إلا من الحق آخذ بناصيته و لا يمكن إزالة ناصيته من يد سيده و هو على صراط مستقيم و نكر لفظ دابة فعم فأين المعوج حتى تعدل عنه فهذا جبر و هذه استقامة فالله يوفقنا لإنزال كل حكمة في موضعها فهنالك تظهر عناية الله بعبده لِكُلٍّ جَعَلْنا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَ مِنْهاجاً و هي أحكام الطريقة التي في قوله وَ مِنْهاجاً فكلها مجعولة بجعل الله فمن مشى في غير طريقه التي عين الله له المشي عليها فقد حاد عن سواء السبيل التي عين الله له المشي عليها كما أن ذلك الآخر لو ترك سبيله التي شرع الله له المشي عليها و سلك سبيل هذا سميناه حائدا عن سبيل الله و الكل بالنسبة إلى واحد واحد على صراط مستقيم فيما شرع له و لهذا خط رسول الله ص خطا و خط عن جنبتي ذلك الخط خطوطا فكان ذلك الخط شرعه و منهاجه الذي بعث به و قيل له قل لأمتك تسلك عليه و لا تعدل عنه و كانت تلك الخطوط شرائع الأنبياء التي تقدمته و النواميس الحكمية الموضوعة ثم وضع يده على الخط و تلا وَ أَنَّ هذا صِراطِي مُسْتَقِيماً فأضافه إليه و لم يقل صراط الله و وصفه بالاستقامة و ما تعرض لنعت تلك الخطوط بل سكت عنها ثم قال فَاتَّبِعُوهُ الضمير يعود على صراطه وَ لا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ يعني شرائع من تقدمه و مناهجهم من حيث ما هي شرائع لهم إلا إن وجد حكم منها في شرعي فاتبعوه من حيث ما هو شرع لنا لا من حيث ما كان شرعا لهم فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ يعني تلك الشرائع عن سبيله أي عن

طريقه الذي جاء به محمد ص و لم يقل عن سبيل الله لأن الكل سبيل الله إذ كان الله غايتها ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ أي تتخذون تلك السبيل وقاية تحول بينكم و بين المشي على غيره من السبل و هو قوله إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا من أي شرع كان إذا كان له الزمان و الوقت رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا على طريقهم التي شرع الله لهم المشي عليها تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ و هذا التنزل هو النبوة العامة لا نبوة التشريع تتنزل عليهم بالبشر أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا فإنكم في طريق الاستقامة ثم قالوا لهم هؤلاء المبشرون من الملائكة نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا أي نحن كنا ننصركم في الحياة الدنيا في الوقت الذي كان الشيطان يلقي إليكم بلمته العدول عن الصراط الذي شرع لكم المشي عليه فكنا ننصركم عليه باللمة التي كنتم تجدونها في وقت التردد بين الخاطرين هل يفعل أو لا يفعل نحن كنا الذين نلقي إليكم ذلك في مقابلة إلقاء العدو فنحن أيضا أولياؤكم في الآخرة بالشهادة لكم إنكم كنتم تأخذون بلمتنا و تدفعون بها عدوكم فهذه ولايتهم في الآخرة و ولايتهم أيضا بالشفاعة فيهم فيما غلب عليهم الشيطان في لمته فيكون العبد من أهل التخليط فتشفع الملائكة فيه حتى لا يؤاخذ بعمل الشيطان فهذا معنى قوله وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ من شهادتنا لها و شفاعتنا فيها في هذا الموطن وَلَكُمْ (فيها) مَا تَدَّعُونَ من الدعة نُزُلًا مِنْ غَفُورٍ رَحِيمٍ بشهادتنا و شفاعتنا حيث قبلها فأسعدكم الله بها فستركم في كنفه و أدخلكم في رحمته هذا معنى الاستقامة المتعلقة بالنجاة و أما الاستقامة التي تطلبها حكمة الله فهي السارية في كل كون قال تعالى مصدقا لموسى ع أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ فكل شيء في استقامة حاصلة فاستقامة النبات أن تكون حركته منكوسة و استقامة الحيوان أن تكون حركته أفقية و إن لم يكن كذلك لم ينتفع بواحد منهما لأن حركة النبات إن لم تكن منكوسة حتى يشرب الماء بأصولها لم تعط منفعة إذ لا قوة له إلا كذلك و كذلك الحيوان لو كانت حركته إلى العلو و قام على رجلين مثلنا لم يعط فائدة الركوب و حمل الأثقال على ظهره و لا حصلت به المنفعة التي تقع بالحركة الأفقية فاستقامته ما خلق له فهي الحركة المعتبرة التي تقع بها المنفعة المطلوبة و إلا فالنبات و الحيوان لهما حركة إلى العلو و هو قوله وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ فلو لا الحركة ما نما علوا و إنما غلبنا عليه الحركة المنكوسة للمنفعة المطلوبة فافهم ذلك فإن المتكلمين في هذا الفن ما حرر و الكلام في حقيقة هذه الحركات فالحركة في الوسط مستقيمة لأنها أعطت حقيقتها كحركة الأرض و حركة الكرة و الحركة من الوسط حركة العروج و الحركة إلى الوسط حركة النزول فحركة النزول ملكية و إلهية و حركة العروج حركة بشرية و كلها مستقيمة فما ثم إلا استقامة لا سبيل إلى المخالفة فإن المخالفة تشاجر ألا ترى أنه ما وقع التحجير على آدم إلا في الشجرة أي لا تقرب التشاجر و ألزم طريقة إنسانيتك و ما تستحقه و اترك الملك و ما يستحقه و الحيوان و ما يستحقه و كل ما سواك و ما يستحقه و لا تزاحم أحدا في حقيقته فإن المزاحمة تشاجر و خلاف و لهذا لما قرب من الشجرة خالف نهي ربه فكان مشاجرا فذهبت عنه في تلك الحال السعادة

فتوحات مکیه ۴ جلدی دار احیاء التراث العربی جلد 2 صفحه 321 ... صفحه 39 ... 242

جزء الثاني من الفتوحات المكية تاليف الشيخ
ـبر امام اهل الحقيقة سيدي محيي الدين بن
العربي تغمده الله برحمته واسكنه في
جنته بمنه وكرمه امين امين
بجاه سيد
المرسلين
تم

العلم والعمل والحال والزمان والمكان والقصد وملازمة العمل وتعيينه قد علم كل اناس مشربهم
قال فرعون لموسى وهرون فمن ربكما ياموسى قال ربنا الذى أعطى كل شئ خلقه وهو الذى
يستحقه فالرب هو القاسم العطايا

*(السؤال الثانى والثمانون) * كم اجزاء النبوة * الجواب أجزاؤها على قد رآى الكتب المنزلة
والصحف والاخبار الالهية من العدد الموضوع فى العالم من آدم الى آخر نبى يموت مما وصل الينا
وعالم يصل على أن القرآن يجمع ذلك كله فان النبى صلى الله عليه وسلم يقول فيمن حفظ القرآن
ان النبوة أدرجت بين جنبيه فهى وان كانت مجموعة فى القرآن فهى مفصلة معينة فى آى الكتب
المنزلة مفسرة فى الصحف متميزة فى الاخبار الالهية الخارجة عن قيد الصحف والكتب ويجمع
النبوة كلها أم الكتاب ومفتاحها بسم الله الرحمن الرحيم فالنبوة سارية الى يوم القيامة فى الخلق
وان كان التشريع قد انقطع فالتشريع جزء من أجزاء النبوة فانه يستحيل أن ينقطع خبر الله وأخباره
من العالم اذ لو انقطع لم يبق للعالم غذاء يتغذى به فى بقاء وجوده قل لو كان البحر مدادا لكلمات
ربى الآية ولو أن ما فى الارض من شجرة أقلام الآية وقد أخبر الله تعالى أنه ما من شئ يريد ايجاده
الا يقول له كن فيكون فهذه كلمات الله لا تنقطع وهى الغذاء العام لجميع الموجودات فهذا جزء
واحد من أجزاء النبوة لا ينفد فأين أنت من باقى الاجزاء التى لها

*(السؤال الثالث والثمانون) * ما النبوة * الجواب النبوة منزلة يعينها رفيع الدرجات
ذو العرش ينزلها العبد بأخلاق صالحة وأعمال مشكورة حسنة فى العامة وتعرفها القلوب ولا تنكرها
النفوس وتدل عليها العقول وتوافق الاغراض وتزيل الامراض فاذا وصلوا الى هذه المنزلة فتلك
منزلة الانبياء الالهى المطلق لكل من حصل فى تلك المنزلة من رفيع الدرجات ذى العرش فان تطر
الحق من هذا الواصل الى تلك المنزلة تطر استنابة وخلافة ألقى الروح بالانباء من امره على قلب ذلك
الخليفة المعتنى به فتلك نبوة التشريع قال تعالى وكذلك أوحينا اليك روحا من امرنا ما كنت تدرى
وقال ينزل الملائكة بالروح من أمره على من يشاء من عباده فهى عامة لان من نكرة أن انذروا أنه
لا اله الا انا فاتقون نبوة خاصة هى نبوة التشريع يلقى الروح من أمره على من يشاء من عباده مثل ذلك
لينذر يوم التلاق يوم هم بارزون نبوة تشريع لا نبوة عموم نزل به الروح الامين على قلبك لتكون
من المنذرين والانذار مقرون أبدا بنبوة التشريع ولهذه النبوة هى تلك الاجزاء التى سأل عنها
والتى وردت فى الاخبار وأما النبوة العامة فأجزاؤها لا تحصر ولا يضبطها عدد فانها غير موقتة
لها الاستمرار دائما دنيا وآخرة وهذه مسئلة أغفلها اهل طريقنا فلا أدرى عن قصد منهم كان ذلك
اولم يوقفهم الله عليها او ذكروها وما وصل ذلك الذكر الينا والله أعلم بما هو الامر عليه ولقد حدثنى
ابو البدر التماشكى البغدادى رحمه الله عن الشيخ بشير من سادتنا بباب الازج عن امام العصر
عبد القادر أنه قال معاشر الانبياء اوتيتم اللقب وأوتينا ما لم تؤتوا فأما قوله اوتيتم اللقب اى حجر
علينا اطلاق لقب النبى وان كانت النبوة العامة سارية فى اكابر الرجال وأما قوله واوتينا ما لم
تؤتوا هو معنى قول الخضر الذى شهد الله له بعدالته وتقدمته فى العلم وأتعب الكليم المصطفى المقرب
موسى عليه السلام فى طلبه مع العلم بأن العلماء يرون أن موسى أفضل من الخضر فقال له ياموسى
أنا على علم علمنيه الله لا تعلمه أنت فهذا عين معنى قوله اوتينا ما لم تؤتوا وان أراد رضى الله عنه بالانبياء
ههنا انبياء الاولياء اهل النبوة العامة فيكون قد صرح بهذا القول ان الله قد أعطاه ما لم يعطهم
فان الله قد جعلهم فاضلا ومفضولا فمثل هذا لا ينكر

*(السؤال الرابع والثمانون) كم أجزاء الصديقية * الجواب بضع وسبعون جزأ على عدد شعب
الايمان التى يجب على الصديق التصديق بها وليست الصديقية الا الاتباع والانبياء اصحاب

الشرايع

الإنسان الكامل

في معرفة الأواخر والأوائل

تأليف

الشيخ عبد الكريم بن ابراهيم الجيلي

المتوفى سنة ٨٠٥هـ

حقق نصوصه وعلق عليه

أبو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عويضه

منشورات

محمد علي بيضون

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

مقابلة المقام الأنفس، فيتوهم من لا معرفة له بالبلوغ من الوادي الأقدس فليس له إلى ذلك المقام من إلمام ولكنه يقف عند حده دون الحجاب، إذ الرملة من طينة التراب، فينزل عيسى الروح وفي يده حربة الفتوح فيقتله هنالك، لأن عيسى هو روح الله المالك، وإذا جاء الحق زهق الباطل وانقطع حكم الملابس والمداجل، فكما أن هذه الآيات للساعة الكبرى من الشروط والعلامات، فكذلك باطنها وهي الأشياء التي ذكرناها والأمور التي شرحناها في علامات الساعة الصغرى المختصة بالإنسان دون سائر الأكوان.

ومن أشراط الساعة خروج المهدي عليه السلام وأن يعدل أربعين سنة في الأنام، وأن تكون أيامه خضراء ولياليه زهراء يخصب فيها الزرع ويكثر فيها درّ الضرع، ويكون الناس في أمان مشتغلين بعبادة الرحمٰن؛ فكذلك الساعة الصغرى من شروط قيامها في الإنسان خروج المهدي، وهو صاحب المقام المحمدي ذو الاعتدال في أوج كل كمال، وأن تكون دولته أربعين عاماً بغير جحود، وهي عدد مراتب الوجود، وقد شرحناها في كتابنا المسمى ب[الكهف والرقيم في شرح بسم الله الرحمٰن الرحيم] فمن أراد معرفة ذلك فليطالع هنالك، وكون لياليه زهراء وأيامه خضراء هو بمثابة ما يتقلب فيه العارف بين السكر المرقى والصحو المبقى، وتكثير الزرع وتدرير الضرع بمثابة تواتر الإنعامات وترادف الكرامات، والأمان بمثابة دخول العارف مقام الخلة ونزوله في تلك الحلة، فإنه القائل سبحانه عن مقام إبراهيم ﴿ومن دخله كان آمناً﴾(١) يعني من العذاب الأليم، فإذا كان المقام الصوري يحصل به الأمان من الإحراق بالنيران، فبالأولى والأحرى أن المقام المعنوي يحصل به الأمان من مكر الرحمٰن، وهذا هو المقام الذي لما نزله الشيخ عبد القادر الجيلاني قال: إن الحق تعالى عاهده سبعين عهداً أن لا يمكر به، فما بعد ذلك إلا عبادة الرحمٰن وثناء الملك الديان، فانظر إلى هذه الإشارات كيف ناسبت تلك العبارات، فكما أن تلك من أشراط الساعة الكبرى كذلك هذه من أشراط الساعة الصغرى.

ومن أشراط الساعة الكبرى: طلوع الشمس من مغربها، وأن يعلق بها باب التوبة في مغربها، وأن لا ينفع نفساً إيمانها لم تكن آمنت من قبل، إذ قد طوى يومئذٍ بساط الوصل، فحينئذٍ لا تقبل توبة ولا تغفر حوبة، فكذلك الساعة الصغرى من

(١) آية (٩٧) سورة آل عمران.

بـ 61 اردو صفحہ 401

الجزء الثاني من الانسان الكامل في معرفة الاواخر
والاوائل للعارف الرباني والصمدني
الصمداني سيدي عبد الكريم
ابن ابراهيم الجيلاني
رحمه الله
آمين

الزهراء والمدينة ذات الروضة الخضراء فهو بمثابة ما تلبس به النفس على العبد في جميع المقامات ما خلا مقامين أحدهما مقام الاصطلام الذاتي وهو غيبوبة العبد عن وجوده بجاذب من الحضرة الالهية الذاتية فيذهب عن حسه ويفنى عن نفسه وهذا هو مقام السكر والمقام الثاني هو المقام المهدي المعبر عنه في اصطلاح القوم بالصحو الثاني فهذان المقامان ليس للنفس فيهما مجال لانهما مصونان عن طوارق العلل محفوظان في غيب الازل فهما في هذا المجال بمثابة البلدتين اللتين لا يدخلهما الدجال وما يلتبس على العبد من الكشوفات الالهية فيغلط بها عن الصحة الصوابية هو بمثابة توجه هذا اللعين الانجس الى قطر البيت الاقدس ثم وقوفه دون تلك الحلة بالارض المسماة بالرملة هو لاد دجال النفوس عند ظهوره على العارف في كل لبوس قد يظهر في مقابلة المقام الانفس فيتوهم من لا معرفة له البلوغ من الوادي الاقدس فليس له الى ذلك المقام من المرام ولكنه يقف عند حده دون الحجاب اذا الرملة من طينة التراب فينزل عيسى الروح وفي يده حربة الفتوح فيقتله هنالك لان عيسى هو روح الله المالك واذا جاء الحق زهق الباطل وانقطع حكم اللابس والمداخل فكما ان هذه الآيات للساعة الكبرى من الشروط والعلامات فكذلك باطنها وهي الاشياء التي ذكرناها والامور التي شرحناها في علامات الساعة الصغرى المختصة بالانسان دون سائر الاكوان (ومن اشراط الساعة) خروج المهدي عليه السلام وان يعدل اربعين سنة في الانام وان تكون ايامه خضراء ولياليه زهراء يخصب فيها الزرع ويكثر فيها در الضرع ويكون الناس في امان مشتغلين بعبادة الرحمن فكذلك الساعة الصغرى من شروط قيامها في الانسان خروج المهدي وهو صاحب المقام المحمدي ذو الاعتدال في أوج كل كمال وأن تكون دولته اربعين عاما بغير جحود وهي عدد مراتب الوجود وقد شرحناها في كتابنا المسمى بالكهف والرقيم في شرح بسم الله الرحمن الرحيم فمن اراد معرفة ذلك فليطالع هنالك وكون لياليه زهراء وأيامه خضراء هو بمثابة ما يتقلب فيه العارف بين السكر المرق والصحو المبق وتكثير الزرع وتدرير الضرع بمثابة تواتر الانعامات وترادف الكرامات والامان بمثابة دخول العارف مقام الخلة ونزوله في تلك الحلة فانه القائل سبحانه عن مقام ابراهيم ومن دخله كان آمنا يعني من العذاب الاليم فاذا كان المقام الصوري يحصل به الامان من الاحراق بالنيران فبالاولى والاحرى ان المقام المعنوي يحصل به الامان من مكر الرحمن وهذا هو المقام الذي لما نزله الشيخ عبد القادر الجيلاني قال ان الحق تعالى عاهده سبعين عهدا ان لا يمكر به فاسعد ذلك الاعباد الرحمن وثناء الملك الديان فانظر الى هذه الاشارات كيف ناسبت تلك العبارات فكما ان تلك من اشراط الساعة الكبرى كذلك هذه من اشراط الساعة الصغرى (ومن اشراط الساعة الكبرى) طلوع الشمس من مغربها وان يغلق باب التوبة في مغربها وان لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن آمنت من قبل اذ قد طوى يومئذ بساط الوصل فحينئذ لا تقبل توبة ولا تغفر حوبة فكذلك الساعة الصغرى من شروط قيامها في الانسان طلوع شمس شهوده من مغرب وجوده وذلك عبارة عن الباطن الكشفي وهو تحقق اطلاعه على السر الكتمي فيعلم حينئذ ما هو ومن هو ويتحقق بأوصافه ويتمتع في جنة اعرافه فيحل الرموز ويستخرج منها الكنوز ويعرف الالغاز ويفوز

بالله

دراسة فى الأديان
(١)

الوحى والملائكة
فى
اليهودية والمسيحية والإسلام

لواء أحمد عبد الوهاب

الناشر
مكتبة وهبة
١٤ شارع الجمهورية - عابدين
القاهرة - ت - ٣٩١٧٤٧٠

وادعوا شهداءكم من دون الله ان كنتم صادقين . فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التى وقودها الناس والحجارة أعدت للكافرين » .
(البقرة : ٢١ ، ٢٣ - ٢٤)

ومن الواضح ان هذا التحدى القرآنى لا يقتصر على من كذب بالقرآن من الأعراب الذين عاصروا نزوله ، وحاولوا اللغو فيه والالحاد فى آياته ، انما هو تحد يلقاه كل من يكفر بالقرآن منذ تنزلت آياته الى ان يرث الله الأرض ومن عليها .

ولقد أوجز القرآن موضوع التحدى هذا فى كلمات قليلة حين قال :

« قل لئن اجتمعت الانس والجن على أن يأتوا بمثل هذا القرآن ، لا يأتون بمثله ، ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا » . (الاسراء : ٨٨)

ولا يستطيع عاقل يعلم اقل القليل من سيرة الرسول وتواضعه وخلقه ، او حتى لا يعلم شيئا من ذلك ، ثم يغفل عمايذكره القرآن عن الكذابين من مدعى النبوة والرسالة الذين افتروا على الله الكذب ، فزعموا ان وحى الحق تنزل اليهم - فقد جعل القرآن هؤلاء بحق اظلم الظالمين :

« ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا ، او قال أوحى الى ولم يوح اليه شيء ، ومن قال سانزل مثل ما انزل الله ، ولو ترى اذ الظالمون فى غمرات الموت والملائكة باسطوا ايديهم اخرجوا انفسكم ، اليوم تجزون عذاب الهون بما كنتم تقولون على الله غير الحق وكنتم عن آياته تستكبرون .

ولقد جئتمونا فرادى كما خلقناكم أول مرة وتركتم ما خولناكم وراء ظهوركم ، وما نرى معكم شفعاءكم الذين زعمتم انهم فيكم شركاء ، لقد تقطع بينكم وضل عنكم ما كنتم تزعمون » . (الأنعام : ٩٣-٩٤)

« فمن اظلم ممن افترى على كذبا او كذب بآياته ، أولئك ينالهم نصيبهم من الكتاب حتى اذا جاءتهم رسلنا يتوفونهم قالوا اين ما كنتم تدعون من دون الله ، قالوا ضلوا عنا وشهدوا على أنفسهم انهم كانوا كافرين .

قال ادخلوا فى أمم قد خلت من قبلكم من الجن والانس فى النار ،

كلما دخلت امة لعنت اختها حتى اذا اداركوا فيها جميعا قالت اخراهم لأولاهم ربنا هؤلاء أضلونا فآتهم عذابا ضعفا من النار ، قال لكل ضعف ولكن لا تعلمون » . (الأعراف : ٣٧ — ٣٨)

« ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا ، أولئك يعرضون على ربهم ويقول الاشهاد هؤلاء الذين كذبوا على ربهم ، الا لعنة الله على الظالمين ..

اولئك الذين خسروا انفسهم وضل عنهم ما كانوا يفترون . لا جرم انهم فى الآخرة هم الاخسرون » . (هود : ١٨ ، ٢١ — ٢٢)

« ولو أن لكل نفس ظلمت ما فى الأرض لافتدت به ، وأسروا الندامة لما رءوا العذاب وقضى بينهم بالقسط وهم لا يظلمون » .
(يونس : ٥٤)

وما كان الانسان ليصل بظلمه غاية مداه فيفترى على الله الكذب ويقول حسبما املاه عليه هواه ثم يترك مسترسلا فى ضلالاته دون عقاب يصيبه فى الدنيا قبل الآخرة .

ونعلم من القرآن ان محمدا لو تقول على الله شيئا من عنده ، لجاءه القتل عقابا سريعا لا راد له من الله :

« ولو تقول علينا بعض الاقاويل . لأخذنا منه باليمين . ثم لقطعنا منه الوتين . فما منكم من احد عنه حاجزين » . (الحاقة : ٤٤—٤٧)

ونجد توراة موسى تذكر ان الموت العاجل لابد وان يباغت كل من يدعى كذبا انه نبى لله يتلقى وحيه ويتكلم زورا باسمه .

« اما النبى الذى يطغى فيتكلم باسمى كلاما لم أوصه أن يتكلم به أو الذى يتكلم باسم آلهة أخرى ، فيموت ذلك النبى — تثنية ١٨ : ٢٠ » .

وواضح ان الموت هنا يقصد به القتل او الموت العاجل الذى ينهى حياة مدعى الرسالة ، ولا يمكن ان يعنى ذلك الموت الطبيعى الذى ينتظره كل الناس .

فعندما يقول الله عن مخلوق انه « يموت » فان هذا يعنى انه يقتطع من الأرض بأحد الوسائل التى تعجل بنهايته مثل القتل او الغرق ونحوه ، لانها جميعا وسائل تفضى الى الموت العاجل .

ونعلم ذلك من شواهد كثيرة منها أنه عندما اراد الله هلاك قوم نوح قال له :

« نهاية كل بشر قد اتت امامى لأن الأرض قد امتلأت ظلما منهم . فها انا مهلكهم مع الأرض .. ها انا آت بطوفان الماء على الأرض لأهلك كل جسد فيه روح حياة من تحت السماء كل ما فى الأرض يموت ..

وكان الطوفان اربعين يوما على الأرض .. فمات كل ذى جسد كان يدب على الأرض .. كل ما فى انفه نسمة روح حياة كمن كل ما فى اليابسة مات — تكوين ٦ : ١٣ ، ١٧ / ٧ : ١٧ ، ٢١ ، ٢٢ » .

ومن الواضح ان الموت هنا تم عن طريق الغرق الذى لا يعتبر موتا طبيعيا ، كذلك يعنى الموت احداث الوفاة عن طريق المرض او القتل ، كما يتبين ذلك من قصة ابيمالك الذى حاول اغتصاب سارة زوجة ابراهيم :

« وقال ابراهيم عن سارة امرأته هى اختى . فأرسل أبيمالك ملك جرار واخذ سارة فجاء الله الى ابيمالك فى حلم الليل وقال له ها انت ميت من اجل المراة التى اخذتها فانها متزوجة ببعل .. فقال يا سيد أمة بارة تقتل . الم يقل هو لى انها اختى ..

فقال له الله فى الحلم .. الآن رد امراة الرجل فانه نبى فيصلى لأجلك فتحيا . وان كنت لست تردها فاعلم انك موتا تموت وانت وكل من لك — تكوين ٢٠ : ٢ — ٧ » .

وتؤكد اسفار موسى نفس المعنى للموت ، كما ورد فى حكم من يحاول قتل صاحبه :

« اذا بغى انسان على صاحبه ليقتله بغدر فمن عند مذبحى تاخذه للموت — خروج ٢١ : ١٤ » .

فالمقصود بالموت هنا هو القتل ..

ويتبين مما جاء ذكره فى كل من الكتاب المقدس والقرآن ان احدى العلامات التى يعرف بها مدعى النبوة الذى يكذب على الله ، هو أن يقتلع من الأرض قبل أن يتم دعوته ويكون ذلك بالموت قتلا أو نحوه . ولا يمكن ان يعنى هذا ان كل من عجل بنهايته ومات قتيلا من الأنبياء بانه قد كذب على الله ، ولكن العكس فى رايى — هو الصحيح وهو ان كل من كذب على الله فقد اقتلع من الأرض قبل الأوان .

ومن ناحية اخرى فاننا نجد فى الكتاب المقدس علامة اخرى هامة يعرف بها النبى الصادق صاحب رسالة الحق الى العلمين ، وهى ان الله يمسك بيده ويحفظه من كل شر حتى يتمم رسالته ويخرج من ارسل اليهم من الظلمات الى النــور :

« هكذا يقول الله الرب خالق السـموات وناشرها ، باسط الأرض ونتائجها معطى الشعب نسمة الساكنين فيها روحا .

انا الرب قد دعوتك بالبر فامسك بيدك واحفظك واجعلك عهــدا للشعب ونورا للأمم ، لتفتح عيــون العمى لتخرج من الحبس المـأسورين ، من بيت السجن الجالسين فى الظلمــة ــ اشعياء ٤٢ : ٥ ــ ٧ » .

ويقول الله لرسوله فى القرآن :

« يا أيها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك ، وان لم تفعل فمــا بلغت رسالته ، **والله يعصمك من الناس** » . (المـائدة : ٦٧)

فهذا وعد صريح للرســول بأنه لن يوجد من يعجل بالقضاء عليه من الناس . وقد اثبتت آيات القرآن بالنصر المؤكد للرسول ودعوته فى الدنيا والآخرة . وما على الذين رفضوا قبول تلك النبوة حجودا ومكابرة الا أن يفعلوا بانفسهم ما يشاءون من شنق وغيره ، لعل فى ذلك ما يطفىء غيظ القـلوب المكابرة :

« **من كان يظن ان لن ينصره الله فى الدنيا والآخـرة** ، فليمدد بسـبب الى السماء ثم ليقطع فلينظر ، هل يذهبن كيده ما يغيظ » .
(الحج : ١٥)

« يريدون ان يطفئــوا نور الله بافواههم **ويابى الله الا ان يتم نوره** ولو كــره الكافرون . هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظره على الدين كلـه ولو كره المشركون » . (التوبة : ٣٢ ــ ٣٣)

واستمرت آيات الله تنزل على الرســول حتى اكتملت دعوته وبلغ الأمر غايته ، ونزل قول الله :

« اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى ورضيت لكم الاسلام دينــا » . (المـائدة : ٣)

من كل ما سبق نستطيع القول بان ادعاء النبوة والقول زورا بتلقى الوحى من الله انمـا هو امر خطير ، تعجل عقوبته فى الدنيا قبل الآخرة ، فيقطع ذلك المدعى من الارض قبل ان يتمم دعوته .

* *

وخلاصة القول فى موضوع الوحى ان وسائله كثيرة وطرقه متنوعة ، تشابهت جميعها فى اليهودية والمسيحية والاسلام .

ولا يصح لأحد ان يؤمن بها هنا وينكرها هناك ، او يسلم بصدقهـا فى كتاب مقدس ثم يجحد امرها فى كتاب سماوى آخر .

فلم يكن الوحى الى النبى محمد خروجا عن المـالوف الذى تعرض له الانبياء السابقون فى هـــذا المجـــال ، ولا محـل ـ اذن ـ للتعجب او الاستنكار . وانمـا العجب حقـا يتمثـل فى موقف الجاحدين للوحى المحمـدى من الكفار ايام الرسول وممن لا يزال على كفره بالنبى ورسالته من اشياعهم حتى اليوم . وهنـا يستنكر « الحق » موقف هؤلاء وهؤلاء الذين جهلوا حالات الوحى وتاريخ النبوات او تجاهلوها عن عمد فيقول :

« الـر تلك آيات الكتـاب الحكيم . أكان للنـاس عجبا أن أوحينا ألى رجل منهن أن انذر الناس وبشر الذين آمنوا أن لهم قدم صدق عند ربهم، قال الكافرون ان هـــذا لساحر مبين » . (يونس : ١ ــ ٢)

والحق أن الوحى المحمـدى استمرار للوحى الى الانبياء السابقين ، لا عجب فى حالاته ولا غرابة فى وسائله وكيفياته . وصدق الله اذ يقــول لنبيـــه :

« انا أوحينا اليـك كما أوحينا الى نوح والنبيين من بعده » .

ان الوحى تجارب خاصة وحالات غير عادية تعـرض لهـا رجال الله المصطفون الاخيـار ، واحتملوا شدتها وباسـها ، وبلغوا للنـاس ما امروا بتبليغه اليهم ، فكان هديا ونورا للعـالمين .

* * *

البداية والنهاية

الإمام الحافظ المفسر المحدث الفقيه المؤرخ عماد الدين إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي الشافعي
الشهير بابن كثير
(701 - 774) هـ

طبعة مضبوطة، موزعة الفقرات، مخرجة الأحاديث والنصوص،
معنونة وواضحة بأشياء لم تذكر في السابق مقابلة على عدد من النسخ
المطبوعة، مفهرسة الآيات والأحاديث والتراجم والموضوعات

الجزء الأول

اعتنى به
حسان عبد المنان

بيت الأفكار الدولية

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ. هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ [الصف: ٦ - ٩] إلى أن قال بعد ذلك: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ﴾ [الصف: ١٤].

فعيسى عليه السلام هو خاتم أنبياء بني إسرائيل وقد قام فيهم خطيباً فبشرهم بخاتم الأنبياء الآتي بعده ونوه باسمه وذكر لهم صفته ليعرفوه ويتابعوه إذا شاهدوه إقامة للحجة عليهم وإحساناً من الله إليهم كما قال تعالى:

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوباً عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالأَغْلاَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُواْ بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُواْ النُّورَ الَّذِيَ أُنزِلَ مَعَهُ أُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [الأعراف: ١٥٧]

قال محمد بن إسحاق [سيرة ابن هشام: ١٦٦/١]: حدثني ثور بن يزيد عن خالد بن معدان عن أصحاب رسول الله ﷺ أنهم قالوا: يا رسول الله أخبرنا عن نفسك قال: «دعوة أبي إبراهيم وبشرى عيسى ورأت أمي حين حملت بي كأنه خرج منها نور أضاءت له قصور بصرى من أرض الشام.»

وقد روي عن العرباض بن سارية [تفسير الطبري: ٥٥٦/١] وأبي أمامة [أحمد: ٢٦٢/٥] عن النبي ﷺ نحو هذا وفيه «دعوة أبي إبراهيم وبشرى عيسى».

وذلك إن إبراهيم لما بنى الكعبة قال: ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ﴾ [البقرة: ١٢٩] الآية.

ولما انتهت النبوة في بني إسرائيل إلى عيسى قام فيهم خطيباً فأخبرهم أن النبوة قد انقطعت عنهم وأنها بعده في النبي العربي الأمي خاتم الأنبياء على الإطلاق أحمد وهو محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم الذي هو من سلالة إسماعيل بن إبراهيم الخليل عليهم السلام قال الله تعالى:

﴿فَلَمَّا جَاءهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ [الصف: ٦] يحتمل عود الضمير إلى عيسى عليه السلام ويحتمل عوده إلى محمد ﷺ.

ثم حرض تعالى عباده المؤمنين على نصرة الإسلام وأهله ونصرة نبيه ومؤازرته ومعاونته على إقامة الدين ونشر الدعوة فقال:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ﴾ أي من يساعدني في الدعوة إلى الله ﴿قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ﴾

وكان ذلك في قرية يقال لها الناصرة فسموا النصارى بذلك قال الله تعالى: ﴿فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ﴾ يعني لما دعا عيسى بني إسرائيل وغيرهم إلى الله تعالى منهم من آمن ومنهم من كفر فكان ممن آمن به أهل أنطاكية بكمالهم فيما ذكره غير واحد من أهل السير والتواريخ والتفسير بعث إليهم رسلاً ثلاثة: أحدهم شمعون الصفا فآمنوا واستجابوا وليس هؤلاء هم المذكورين في سورة يس كما تقدم تقريره في قصة أصحاب القرية [تفسير الطبري: ١٥٦/٢٢].

وكفر آخرون من بني إسرائيل وهم جمهور اليهود فأيد الله من آمن به على من كفر فيما بعد وأصبحوا ظاهرين عليهم قاهرين لهم كما قال تعالى:

﴿إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُواْ وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُواْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ الآية [آل عمران: ٥٥].

فكل من كان إليه أقرب كان غالباً لمن دونه.

ولما كان قول المسلمين فيه هو الحق الذي لا شك فيه من أنه عبد الله ورسوله كانوا ظاهرين على النصارى الذين غلوا فيه وأطروه وأنزلوه فوق ما أنزله الله به.

ولما كان النصارى أقرب في الجملة مما ذهب إليه اليهود فيه عليهم لعائن الله كان النصارى قاهرين لليهود في أزمان الفترة إلى زمن الإسلام وأهله. والله تعالى أعلم.

٧٨- خبر المائدة

قال الله تعالى: ﴿إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَن يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَاء قَالَ اتَّقُواْ اللَّهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ. قَالُواْ نُرِيدُ أَن نَّأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَن قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ. قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَاء تَكُونُ لَنَا عِيداً لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنكَ وَارْزُقْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ. قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَن يَكْفُرْ بَعْدُ مِنكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَاباً لاَّ أُعَذِّبُهُ أَحَداً مِّنَ الْعَالَمِينَ﴾ [المائدة: ١١٢ - ١١٥].

قد ذكرنا في التفسير الآثار الواردة في نزول المائدة عن ابن عباس وسلمان الفارسي وعمار بن ياسر وغيرهم من السلف.

ومضمون ذلك أن عيسى عليه السلام أمر الحواريين بصيام ثلاثين يوماً فلما أتموها سألوا من عيسى إنزال مائدة من السماء عليهم ليأكلوا منها وتطمئن بذلك قلوبهم أن الله قد تقبل صيامهم وأجابهم إلى طلبتهم وتكون لهم عيداً يفطرون عليها يوم فطرهم وتكون كافية لأولهم وآخرهم لغنيهم وفقيرهم فوعظهم عيسى - عليه السلام - في ذلك وخاف عليهم أن لا يقوموا بشكرها ولا يؤدوا حق شروطها فأبوا عليه إلا أن يسأل لهم ذلك من ربه عز وجل فلما لم يقلعوا عن ذلك قام إلى مصلاه ولبس مسحاً من شعر وصف بين قدميه وأطرق رأسه وأسبل عينيه بالبكاء وتضرع إلى الله في الدعاء والسؤال أن يجابوا إلى ما طلبوا فأنزل الله تعالى المائدة من السماء والناس ينظرون إليها تنحدر بين غمامتين وجعلت تدنو قليلاً قليلاً وكلما دنت سأل عيسى ربه عز وجل أن يجعلها رحمة لا نقمة وأن يجعلها بركة وسلامة فلم تزل تدنو حتى استقرت بين يدي عيسى عليه السلام وهي مغطاة بمنديل فقام عيسى يكشف عنها وهو يقول: "بسم الله خير الرازقين" فإذا عليها سبعة من الحيتان وسبعة أرغفة. ويقال: وخل. ويقال: ورمان وثمار لها رائحة عظيمة جداً قال الله لها: كوني فكانت ثم أمرهم بالأكل منها فقالوا: لا نأكل حتى تأكل فقال: إنكم الذين ابتدأتم السؤال لها فأبوا أن يأكلوا منها ابتداء فأمر الفقراء والمحاويج والمرضى والزمنى وكانوا قريباً من ألف وثلاثمائة فأكلوا منها فبرأ كل من به عاهة أو آفة أو مرض مزمن فندم الناس على ترك الأكل منها لما رأوا من إصلاح حال أولئك.

ثم قيل: إنها كانت تنزل كل يوم مرة فيأكل الناس منها يأكل آخرهم كما يأكل أولهم حتى قيل: إنها كان يأكل منها نحو سبعة آلاف.

ثم كانت تنزل يوماً بعد يوم كما كانت ناقة صالح يشربون لبنها يوماً بعد يوم. ثم أمر الله عيسى أن يقصرها على الفقراء أو المحاويج دون

زاد المعاد

في هدي خير العباد

لابن قيم الجوزية

الإمام المحدث المفسر الفقيه شمس الدين أبي عبد الله محمد بن أبي بكر الزرعي الدمشقي

(٦٩١ - ٧٥١ هـ)

حقق نصوصه، وخرج أحاديثه، وعلق عليه

شعيب الأرنؤوط   عبد القادر الأرنؤوط

الجزء الثالث

مؤسسة الرسالة

فصـل

في قدوم وفد الأزد على رسول الله ﷺ

ذكر أبو نعيم في كتاب «معرفة الصحابة»، والحافظ أبو موسى المديني، من حديث أحمد بن أبي الحواري، قال: سمعت أبا سليمان الداراني قال: حدَّثني علقمة بن يزيد بن سويد الأزديّ، قال: حدَّثني أبي عن جدي سويد بن الحارث قال: وفدت سابعَ سبعةٍ مِن قومي على رسول الله ﷺ، فلما دخلنا عليه، وكلمناه، أعجبَه ما رأى مِن سمتنا وزِيِّنا، فقال: «ما أَنْتُم؟» قلنا: مؤمنون، فتبسم رسول الله ﷺ وقال: «إنَّ لِكُلِّ قَوْلٍ حَقِيقَةً، فَمَا حَقِيقَةُ قَوْلِكُم وإِيمَانِكَم؟» قلنا: خمسَ عشرة خصلة، خمسٌ منها أمرتنا بها رُسُلُك أن نُؤمِنَ بها، وخمسٌ أمرتنا أَنْ نَعْمَلَ بها، وَخِمسٌ تخلقنا بها في الجاهلية، فنحن عليها الآن، إلا أن تكره منها شيئاً، فقال رسول الله ﷺ: «ومَا الخَمْسُ الَّتي أَمَرتكُم بها رُسُلي أَنْ تُؤْمِنُوا بها»؟ قلنا: أمرتنا أن نُؤمِنَ باللَّهِ، وملائكتِه، وكتبه، ورسله، والبعثِ بعدَ الموت. قال: «ومَا الخَمْسُ التي أَمَرْتُكُم أَنْ تَعْمَلُوا بها»؟ قلنا: أمرتنا أن نقولَ: لا إله إلا الله، ونُقيمَ الصلاة، ونؤتيَ الزكاة، ونصومَ رمضان، ونحجَّ البيت الحرام من استطاع إليه سبيلاً، فقال: «ومَا الخَمْسُ الَّتِي تَخَلَّقْتُم بِها في الجَاهِلِيَّة؟» قالوا: الشكرُ عند الرخاءِ، والصبرُ عند البلاء، والرضى بمُرِّ القضاء، والصدق في مواطن اللقاء، وترك الشماتة بالأعداء. فقال رسول الله ﷺ: «حُكَمَاءُ عُلَمَاء كَادُوا مِنْ فِقْهِهِمْ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاء»، ثم قال: وأَنَا أَزِيدُكُم خَمْساً، فَتَتِمُّ لَكُم عِشْرُونَ خَصْلَةً إنْ كُنْتِم كما تَقُولُونَ، فَلا تَجْمَعُوا ما لاَ تَأْكُلُونَ، ولا تَبْنُوا ما لا تَسْكُنُون، ولا تُنافِسُوا في شَيءٍ أَنتم عَنْه غَداً تَزُولُونَ واتَّقُوا الله الذي إليه تُرْجَعُونَ وَعَلَيْهِ تُعْرَضُون، وارْغَبُوا فِيما عَلَيْهِ تَقْدمُون، وفيه تَخْلُدون»، فانصرف القوم مِن عند رسول الله ﷺ، وحفظوا وصيته، وعملوا بها[1].

(١) سنده ضعيف، لأن علقمة بن يزيد بن سويد، قال الذهبي في «الميزان»: لا يعرف،=

رضا بوانی علماء حکماء وہ اپنی سمجھ کے باعث قریب تھا کہ نبی ہو جائیں

الإنسان الكامل

في معرفة الأواخر والأوائل

تأليف

الشيخ عبد الكريم بن ابراهيم الجيلي

المتوفى سنة ٨٠٥ هـ

حقق نصوصه وعلق عليه

أبو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عويضة

منشورات

محمد علي بيضون

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

تعالى بالصفات، ومن فكّ الختم فقد جاوز الوصف والاسم، فهو الله بذاته غير محجوب عن صفاته، فإن أقام الجدار الذي يريد أن ينقض، وأحكم الختم الذي يريد أن ينفض، بلغ يتيماً حقه وخلقه أشدهما واستخرجا كنزهما.

واعلم أن الحقّ سبحانه وتعالى جعل هذا الاسم مرآة للإنسان، فإذا نظر بوجهه فيها علم حقيقة: «كان الله ولا شيء معه»[1] وكشف له حينئذ أن سمعه سمع الله وبصره بصر الله وكلامه كلام الله وحياته حياة الله وعلمه علم الله وإرادته إرادة الله وقدرته قدرة الله تعالى، كلّ ذلك بطريق الأصالة، ويعلم حينئذ أن جميع ذلك إنما كان منسوباً إليه بطريق العارية والمجاز، وهي لله بطريق الملك والتحقيق. قال الله تعالى: ﴿والله خلقكم وما تعملون﴾[2] وقال في موضع آخر: ﴿إنما تعبدون دون الله أوثاناً وتخلقون إفكاً﴾[3] فكأن ذلك الشيء الذي يخلقونه هو الشيء الذي يخلقه الله، فكان الخلق منسوباً إليهم بطريق العارية والمجاز، وهو لله تعالى بطريق الملك والنسبة، والناظر وجهه في مرآة هذا الاسم يكتسب هذا العلم ذوقاً يكون عنده من علوم التوحيد علم الواحدية، ومن حصل له هذا المشهد كان مجيباً لمن دعا الله، فهو إذن مظهر لاسمه الله، ثم إذا ترقى وصفاً من كدر العدم إلى العلم بوجود الواجب، وزكاه الله بظهور القدم من خبث الحدث صار مرآة لاسمه الله، فهو حينئذ مع الاسم كمرآتين متقابلتين توجد كل منهما في الأخرى، ومن حصل له هذا المشهد كان الله مجيباً لمن دعاه، يغضب الله لغضبه ويرضى لرضاه، ويوجد عنده من علوم التوحيد علم الأحدية فما دونها، وبين هذا المشهد والتجلي الذاتي لطيفة، وهي أن صاحب هذا المشهد يتلو الفرقان وحده، والذاتي يتلو جميع الكتب المنزلة فافهم.

واعلم أن هذا الاسم هيولي الكمالات كلها، لا يوجد كمال إلا وهو تحت فلك الاسم، ولهذا ليس لكمال الله من نهاية، لأن كل كمال يظهره الحق من نفسه فإن له في غيبه من الكمالات ما هو أعظم من ذلك وأكمل، فلا سبيل إلى الوقوع على نهاية الكمال من الحق بحيث أن لا يبقى مستأثراً عنده؛ وكذلك الهيولي المعقولة أيضاً لا سبيل إلى بروز جميع صورها بحيث أن لا يبقى فيها قابلية صورة

---

(١) البخاري ٤/٨٨، والحاكم ٢/٣٤١.
(٢) آية (٩٦) سورة الصافات.
(٣) آية (١٧) سورة العنكبوت.

٢ ب ١ اردو صفحہ 57 ←

أخرى، هذا لا يمكن ألبتة فلا يدرك لما في الهيولي من الصور غاية، وإذا كان هذا من المخلوق فكيف في الحق الكبير المتعال، ومن حصل من تجليات الحق في هذا التجلي قال بأن درك العجز عن الإدراك إدراك، ومن تجلى له الحق في تجلي معناه عين الله حيث علمه وتحققه حيث عينه فهو لا يقول بالعجز عن الإدراك ولا بما ينافي ذلك، بل يتداعاه الطرفان، فيكون مقامه المقام الذي لا يمكن عنه تعبير، وهو أعلى مشهد في الله، فاطلبه ولا تكن عنه لاه، وقال فيه رحمه الله تعالى:

الله أكبر هذا البحر قد زخرا وهيج الريح موجاً يقذف الدررا

فاخلع ثيابك واغرق فيه عنك ودع عنك السباحة ليس السبح مفتخرا

ومت فميت بحر الله في رغد حياته بحياة الله قد عمرا

واعلم أن الحقّ سبحانه وتعالى جعل هذا الاسم هيولي كمال صور المعاني إلهية، وكان كل من تجليات الحق التي لنفسه في نفسه داخلاً تحت حيطة هذا الاسم وما بعده، إلا الظلمة المحضة التي تسمى بطون الذات في الذات، وهذا الاسم نور تلك الظلمة فيه يبصر الحق نفسه، وبه يتصل إلى معرفة الحق، وهو باصطلاح المتكلمين علم على ذات استحقت الألوهية.

وقد اختلف العلماء في هذا الاسم فمن قائل يقول: إنه جامد غير مشتق، وهو مذهبنا لتسمى الحق به قبل خلق المشتقّ منه. ومن قائل أنه مشتق من أله يأله إذا عشق، بمعنى تعشق الكون لعبوديته بالخاصية في الجري على إرادته والذلة لعزة عظمته، فالكون به من حيث هو هو لا يستطيع مدافعة لذلك، لما نزل ماهية وجوده عليه من التعشيق لعبودية الحق سبحانه وتعالى كما يتعشق الحديد بالمغناطيس تعشقاً ذاتياً، وهذا التعشق من الكون بعبوديته هو تسبيحه الذي لا يفهمه كل، وله تسبيح ثان وهو قبوله لظهور الحق فيه، وتسبيح ثالث وهو ظهوره في الحق باسم الخلق، وتسبيحات الكون كثيرة لله تعالى، فلها بنسبة كل اسم لله تسبيح خاص يليق به بذلك الاسم الإلهي، فهي تسبيح لله تعالى باللسان الواحد في الآن الواحد بجميع تلك التسبيحات الكثيرة المتعددة التي لا يبلغها الإحصاء، وكل فرد من أفراد الوجود بهذه الحالة مع الله، فاستدل من قال بأن هذا الاسم مشتقّ بقولهم إله ومألوه، فلو كان جامداً لما تصرف، ثم قالوا إن هذا الاسم لما كان أصله أله ووضع للمعبود دخله لام التعريف فصار الإله، فحذف الألف الأوسط منه لكثرة الاستعمال فصار الله؛

اِنسانِ کامل

اِنسانِ کامل

قیمت -/۹۹ روپے

آدمیوں سے زیادہ قریب ہوتا ہے - اس کا حرف نہیں پڑھا جاتا - اور اس کے معنی نہیں سمجھے جاتے - اور حرف پر ایک وہمیہ نقطہ ہے - جس پر ایک دائرہ گھوم رہا ہے - اور اس کے لیے خود اس میں ایک عالم ہے - وہ عالم گول دائرہ کی شکل پر ہے - اس نقطہ کے اوپر اُس دائرے کا ایک نقطہ ہے - اور وہ اس کے اجزا کی ہیئت سے ایک جزو ہے - اور دائرہ سب کا سب اُس کی بساط کے حاشیوں میں سے ایک حاشیہ میں ہے - اور وہ اپنے نفس کی جہت سے بسیط اور بحیثیت اپنی ہیئت کے مرکب ہے اور اپنی ذات کی جہت سے فرد - باعتبار اپنے وضوح کے نور ہے - اور باعتبار اس پر وقوعِ نظر کے تہہ ہونے کے ظلمت ہے - اور یہ تمام گفتگو اس ذات بلند و برتر کی حقیقت کو ادا نہیں کر سکتی زبان اس میں گنگ ہو گئی - اور رُک گئی - وقت اُس سے تنگ ہو گیا - اور وہ چکا - بلند و برتر ہے - اللہ بزرگ شان والا بلند درجہ کی بادشاہت والا - غالب - حاکم - پھر کہا ہے

حی لھند منع الاعتاب	عالی المکانۃ شامخ الابواب
من دونہ ضرب الرقاب وکل ما	لاتستطیع الخلق من اعراب
لوان تشراھب من ارجائھا	سلب العقول وطاش بالالباب

ترجمہ: وہ زندہ ہے - بیشک وہ ایک شمشیر ہے - جو عتبوں اور دہلیزوں سے روکنے والی ہے - وہ دہلیزیں بلند رتبہ اور اُونچے دروازوں والی ہیں - اس کے سوا سب کی اور تمام ان بیابانوں کی گردنیں مارنی چاہئیں - جو وہاں تک پہنچ نہیں سکتے (یعنی کلیتہً غیر اللہ کی نفی کرنی چاہیے) اگر اس کے کناروں سے ساز و سامان پھیلائے ہیں - تو عقلیں جاتی رہیں - اور مغز اُڑ جائیں (مراد کناروں سے ظاہر حق اور مراد ساز و سامان سے اسرارِ حق ہیں واللہ اعلم بالصواب - مترجم)

دوسرا باب

اللہ کے مجرّد اسم کی حقیقت

مراد اسم سے وہ شے ہے جو مسمّیٰ کو فہم میں معین - خیال میں مصوّر - وہم میں حاضر کرے - فکر میں اس کو ترتیب دے - قوتِ حافظہ میں اُسے محفوظ رکھے - عقل میں اُسے موجود کرے برابر ہے - کہ وہ مسمّیٰ موجود ہو یا معدوم - حاضر ہو یا غائب - اور اسم کا پہلا کمال یہ ہے کہ تو اس سے مسمّیٰ کی حقیقت سے اس شخص کو شناسا کرتا ہے جو اس سے جاہل ہوتا ہے - اور اسم کو مسمّیٰ سے وہ نسبت ہے جو ظاہر کو باطن سے ہے - اور وہ اس اعتبار سے عین مسمّیٰ ہے - اور بعض مسمیات ہیں جو فی نفسہٖ معدوم ہیں - اور اپنے اسم میں موجود ہیں - مثلاً اصطلاح میں عنقاء مغرب کہ سوائے اسم کے اس کا کوئی وجود نہیں ہے - اور یہی اُس کا اسم ہے - جس نے اس کے لیے اس اسمی وجود کو کمایا - اور اُسی سے اس کی وہ صفتیں جانی جاتی ہیں جن کا تو اس اسم کی ذات کے لیے تقاضا کرتا ہے - ایسے اسم سے مراد رکھتا ہوں میں کہ وہ اسم غیر مسمّیٰ ہے - اس اعتبار سے کہ اصطلاح میں عنقاء مغرب سے وہ شے مراد ہے جو عقول و افکار سے غروب و پوشیدہ ہو - اور اپنے نقش میں ایک مخصوص ہیئت پر ہو - جس کی عظمت کی وجہ سے کوئی مثال موجود نہ ہو - اور اس کے اسم کا بذاتِ خود یہ حکم نہیں ہے - گویا کہ وہ ان معنوں کے لیے وضع نہیں کیا گیا - مگر ایک وضع کلی جو ان معنوں کے معقول پر صادق آتی ہے - تاکہ وجود میں اس کے رتبہ کو محفوظ رکھے - اور وہ معدوم ہونے نہ پائے اور تو گمان کرے کہ وجود کا بذاتِ خود یہ حکم نہیں ہے - اور یہ ایک راہ ہے - اس کے مسمّیٰ

کو شناخت کرنے کی - اور اسی سے فکر اس کے معنوں کا تعقل کرتی ہے - پس الف کو کلام سے گرا دے - اور پھول کو غلافِ شگوفہ سے نکال[1]

نام کی اہمیت

اور خلق میں عنقاء مغرب حق ہیں اسم اللہ کی ضد ہے - جیسا کہ مسمیٰ عنقا فی نفسہ عدم محض ہے - ایسا ہی مسمیٰ اللہ فی نفسہ وجود محض ہے - سو وہ اسم اللہ کے مقابل ہے - اسم اعتبار سے کہ اس کے مسمیٰ تک نہیں پہنچ سکتے - مگر اُسی کے ذریعہ - اسی اعتبار سے عنقاء مغرب موجود سمجھا جاتا ہے - ایسا ہی حق سبحانہ تعالیٰ کہ سوائے اسماء و صفات کی راہ کے اس کی شناخت کی اور کوئی راہ نہیں ہے - اس لیے کہ تمام اسماء و صفات اس اسم کی تحت میں ہیں - اور نہیں ممکن ہے اس کی طرف پہنچنا - مگر اس کے اسماء و صفات کے ذریعہ - ثابت ہوا کہ اس اسم (اللہ) کے سوا اللہ تک پہنچنے کی اور کوئی سبیل نہیں ہے -

جان کہ یہ اسم وہ ہے جس نے وجود کو اس کی حقیقت سے متحقق ہو کر حاصل کیا اور اسی سے اس کے لیے اس کی طریقت کی راہ واضح ہوتی ہے - پھر وہ انسان میں معنیٔ کامل کی مہر ہے اور اسی سے مرحوم رحمٰن سے ملتا ہے - پھر جس نے نقش ختم کو دیکھا - اُسے اللہ سے صرف اسمی قرب حاصل ہے اور جو منقوشات سے گزرا - اُسے اللہ سے قربِ صفات حاصل ہے - اور جس نے مہر کو توڑ دیا - اور وصف اور اسم سے گزرا - تو اُسے اللہ سے قرب و معیت ذات کا رتبہ حاصل ہوا - اور اس حالت میں وہ اس کی صفات سے بھی محجوب نہیں ہوتا - پھر اگر اس دیوار کو قائم کیا جو گرنے کو تھی - اور اس مہر کو محکم کیا - جو ٹوٹنے پر مستعد تھی - تو حق اور خلق کے دو یتیم اپنی نہایت جوانی کو پہنچے - اور اس دیوار سے اپنے خزانہ کو ان دونوں نے نکالا -

انسان کے لیے آئینہ

پھر جان - کہ اللہ تعالیٰ نے اس اسم کو انسان کے لیے ایک آئینہ بنایا ہے پھر جب اپنے منہ کو اُس نے اس آئینہ

---

[1] کلام سے الف گرا دیں تو لفظ کلم رہ جاتا ہے - جس کے معنی زخم کے ہیں - یعنی غلاف شگوفہ کو زخم دے کر پھول کو نکال - واللہ اعلم -

میں دیکھا تو اُس پر اس بات کی حقیقت کھل گئی کہ کان اللہ ولا شئی معہ - بس اللہ تھا - اور اس کی آنکھ اللہ کی آنکھ ہے اور اس کا کلام اللہ کا کلام ہے - اور اس کی حیات - اللہ کی حیات - اور اس کا علم اللہ کا علم اور اس کی ارادت اللہ کی ارادت اور اس کی قدرت اللہ کی قدرت ہے - اور یہ سب کچھ بطریق اصالت حاصل ہوتا ہے - اور نیز معلوم کرتا ہے کہ یہ سب کچھ صرف بطریق مجاز و رعایت اس کی طرف منسوب ہے - اور بطریق ملک و تحقیق وہ اللہ کے لیے ہے - فرمایا اللہ تعالیٰ نے واللہ خلقکم وما تعملون - اللہ نے تم کو پیدا کیا - اور اُس چیز کو جو تم کر رہے ہو - اور دوسرے مقام میں فرمایا انما تعبدون من دون اللہ اوثانا وتخلقون افکا - اللہ کے سوا جن چیزوں کو تم پوجتے ہو - وہ سوائے بتوں اور نشانوں کے اور کچھ نہیں - اور تم خدا پر دروغ باندھ رہے ہو - گویا یہ چیز جس کو وہ پیدا کرتے ہیں - وہی ہے جس کو اللہ پیدا کرتا ہے - پس یہ مخلوق بطریق عاریت و مجاز ان کی طرف منسوب ہوگی - اور بطریق ملک و نسبت وہ اللہ کے لیے ہے - اور اپنے منہ کو اس اسم کے آئینے میں دیکھنے والا اس علم کو بطریق ذوق حاصل کرتا ہے - اور اس کے پاس علوم توحید سے علم احدیت کا ہوتا ہے - جس کو یہ مقام حاصل ہوا - وہ اُس شخص کی پکار کا جواب دیتا ہے جو اللہ کو پکارتا ہے - اور اس وقت وہ اس کے اسم اللہ کا مظہر ہوتا ہے - پھر جب بطریق وصف وجود واجب کے ساتھ عدم کی کدورت سے علم کی طرف منتقل ہوتا ہے - اور ظہور قدم سے اللہ اس کو خبثِ حدث سے پاک کرتا ہے - تو اس وقت وہ اسم اللہ کا آئینہ ہوتا ہے اور اس اسم کے ساتھ وہ بمنزلہ دو متقابل آئینوں کے ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے میں پایا جاتا ہے جس کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے - اللہ اس کی طرف سے اس شخص کو جواب دیتا ہے جو اس کو پکارتا ہے جب وہ غضب میں آتا ہے تو خدا بھی غضب میں آتا ہے - اور جب وہ راضی ہوتا ہے تو خدا بھی راضی ہوتا ہے اور اس کے پاس اس حالت میں علوم توحید سے احدیت کا علم ہوتا ہے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا - اس مشہد اور تجلی ذاتی کے درمیان ایک لطیفہ ہے - اور وہ یہ ہے کہ اس مقام کا صاحب صرف فرقان کی تلاوت کرتا ہے - اور تجلی ذاتی والا تمام

کتب منزلہ کو پڑھتا ہے۔ فافہم۔

کمالات کا ہیولیٰ

جان۔ کہ یہ اسم جمیع کمالات کا ہیولیٰ اور ان کی اصل ہے۔ اور جو کمال پایا جاتا ہے وہ اس اسم کے فلک کے نیچے ہے۔ اسی لیے کمالِ الٰہی کے لیے کوئی نیابت نہیں ہے۔ کیونکہ ہر وہ کمال جسے حق اپنے نفس سے ظاہر کرتا ہے۔ غیب میں اس کمال کے بھی کمالات ہیں۔ جو اس سے زیادہ بزرگ و اکمل ہیں۔ پس حق کے کمال کی نیابت پر پہنچنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ ایسے طور پر کہ کوئی پوشیدہ کمال وہاں باقی نہ رہے۔ یہی حال اس ہیولیٰ کا ہے۔ جس کا علم معقول یعنی فلسفہ میں ذکر آتا ہے کوئی راہ نہیں کہ تمام صورتیں اس سے نکل جائیں۔ ایسے طور پر کہ پھر کسی صورت کے پیدا کرنے کی قابلیت اس میں باقی نہ رہے۔ یہ ہرگز ممکن نہیں ہے۔ پس جو ہیولیٰ میں صورتیں ہیں۔ ان کی غایت کا ادراک محال ہے۔ جب مخلوق کی یہ شان ہے تو پھر خدا بلند و بزرگ میں کیوں نہ یہ بات ہوگی۔

جس پر یہ حالت وارد ہوتی ہے وہ قائل ہوتا ہے۔ اس بات کا کہ درک العجز عن الادراک ادراک معنی اس قول کے پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔

اعلیٰ مقام

اور جس کے لیے حق اس مذکورہ تجلی کے معنوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ من حیث العلم وہ اللہ کا عین ہوتا ہے اور اس کا تحقق بہ حیثیت اس کے عین ہونے کے ہوتا ہے وہ ادراک سے اپنے عجز کا اعتراف نہیں کرتا۔ اور نہ اُس چیز کا جو عجز کے منافی ہے۔ بلکہ وہ دونوں طرفوں کا مدعی ہوتا ہے۔ پس اُس کا یہ مقام وہ مقام ہے جس کی تعبیر ممکن نہیں۔ اور وہ اللہ کی راہ میں اعلیٰ مقام ہے۔ اس کو طلب کر۔ اور اس سے غافل نہ ہو۔ اور اسی کے متعلق کہا ہے۔ خدا کہنے والے پر رحم کرے۔ ؎

اللہ اکبر ھذا البحر قد زخرا — وھیج الریح موجا یقذف الدررا
فاخلع ثیابک واغرق فیه عنك ودع — عنك السباحة لیس السبح مفتخرا

ومت فبیت بحر اللہ فی رغد — حیاتہم بحیات اللہ قد عمرا

ترجمہ: اللہ اکبر یہ ایک بحر ہے جو بحر زخار ہے۔ ہوا موجیں اٹھاتی ہے اور وہ موتیوں کو پھینکتا ہے اپنے کپڑے اتار اور اپنے آپ سے اس میں غرق ہو۔ اور اپنی طرف سے تیرنا چھوڑ دے۔ تیرنا کوئی فخر کی بات نہیں ہے۔ اور مر جا اس لیے کہ اللہ کے سمندر کا مردہ خوش زندگی و فراخ حالی میں بسر کرتا ہے۔ اس کی زندگی اللہ کی زندگی کے ساتھ آباد ہے۔

اللہ کے نام کی تحقیق

اور جان کہ اللہ تعالیٰ نے اس اسم کو ان کمالات کا ہیولیٰ بنایا ہے جو معانی الٰہیہ کی صورتیں ہیں۔ اور جمیع تجلیات الٰہی جو اس کے نفس کے لیے اس کے نفس میں ہوتی ہیں۔ وہ سب اس اسم کے زیر احاطہ ہیں اور اس کے پیچھے بجز ظلمت محض کے جو بطون الذات فی الذات کے نام سے موسوم ہے اور کچھ نہیں ہے اور یہ اسم اس ظلمت کا نور ہے جس سے حق اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور اسی سے خلق خدا کی معرفت حاصل کرتی ہے۔ اور وہ متکلمین کی اصطلاح میں اسم علم ہے۔ اس ذات کے لیے جو الوہیت کی مستحق ہے، اور علماء نے اس اسم میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ جامد ہے مشتق نہیں ہے۔ اور وہ ہمارا مذہب ہے۔ اس لیے کہ حق مشتق کو پیدا کرنے سے پہلے اس سے موسوم تھا۔ اور مشتق اسی سے ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ من الہ یالہ اذا عشق سے مشتق ہے۔ بہ نظر ان معنوں کے کہ موجودات اس کے ارادہ کے مطابق چلنے میں بالخاصیتہ اس کی عبودیت کی مشتاق ہے۔ اور ذلت اس کی عزت و عظمت کے مقابل ہے۔ اور کون جس حیثیت سے کہ وہ ہے، اُس وقت سے اس تعشق عبودیت کو اپنے آپ سے ہٹا نہیں سکتا۔ جب سے اس تعشق الٰہی کا جامہ اُسے پہنایا گیا ہے۔ یہ تعشق ایسا ہی ہے جیسا کہ لوہے کو مقناطیس سے ذاتی تعشق ہوتا ہے۔ اور کون کا یہ تعشق معبودیت وہ تسبیح ہے جسے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ اور کون و خلق کی دوسری تسبیح اپنے اندر ظہورِ حق کو قبول کرنا ہے۔ اور تیسری تسبیح اپنے اسم خلق سے حق میں اس کا ظہور کرنا ہے۔ اللہ کے لیے مخلوق کی بہت سی تسبیحیں ہیں۔ ہر اسم الٰہی کے مقابل ایک خاص تسبیح ہے۔ جو اسم الٰہی کے لائق ہے۔ اور یہ تسبیح ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے ایک ہی لولی اور

الإنسان الكامل

في معرفة الأواخر والأوائل

تأليف

الشيخ عبد الكريم بن ابراهيم الجيلي

المتوفى سنة ٨٠٥ هـ

حقق نصوصه وعلق عليه

أبو عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عويضة

منشورات

محمد علي بيضون

دار الكتب العلمية

بيروت - لبنان

فيكون ذلك الغير لها كالمرآة أو الطابع، فتنظر نفسها في ذلك الشيء فتقبله لنفسها وتستعمله كما تستعمل ذلك الشيء بحكم الأصالة، فاسم الحق أولاً وسيلة الأرواح إلى السكون إلى الأوصاف الإلهية، وقلب الوليّ الواصل إلى مقام القربة وسيلة الأجسام إلى السكون إلى التحقق بالحقائق الإلهية لظهور الآثار، فلا يمكن الوليّ أن يتحقق جسده بالأمور الإلهية إلا بعد مشاهدته كيفية تحقق وليّ من أهل مقام القربة، فيكون ذلك الوليّ وسيلته في البلوغ إلى درجة التحقق، وكل من الأنبياء والأولياء وسيلتهم محمد ﷺ، فالوسيلة هي عين مقام القربة وأوّل مرتبة من مراتبها مقام الخلة، وانتهاء مقام الخليل ابتداء مقام الحبيب، لأن الحبيب الذاتي عبارة عن التعشق الاتحادي فيظهر كلٌّ من المتعشقين على صورة الثاني، ويقوم كل منهما مقام الآخر. ألا ترى إلى الجسد والروح لما كان تعشقهما ذاتياً كيف تتألم الروح لتألم الجسد في الدنيا، ويتألم الجسد لتألم الروح في الأخرى، ثم يظهر كل منهما في صورة الآخر، وإلى هذا أشار سبحانه وتعالى في كتابه العزيز بقوله لمحمد ﷺ: ﴿إن الذين يبايعونك إنما يبايعون الله﴾[1] أقام محمداً ﷺ مقام نفسه، وكذلك قوله: ﴿من يطع الرسول فقد أطاع الله﴾[2] ثم صرّح النبيّ ﷺ لأبي سعيد الخدري لما رآه في النوم فقال له: يا رسول الله اعذرني فإن محبة الله شغلتني عن محبتك، فقال له: يا مبارك إن محبة الله هي محبتي فلما كان محمد ﷺ هناك خليفة عن الله كان الله هنا نائباً عن محمد ﷺ، والنائب هو الخليفة، والخليفة هو النائب، فذاك هو هذا وهذا هو ذاك، ومن هنا تفرّد محمد ﷺ بالكمال، فختم الكمالات والمقامات الإلهية باطناً، وشهد له بذلك ختمه لمقام الرسالة ظاهراً، وآخر مقام المحبة أول مقام الختام، ومقام الختام عبارة عن التحقق بحقيقة ذي الجلال والإكرام إلا في نوادر مما لا يمكن المخلوق أن يصل إلى ذلك، فتكون تلك الأشياء له في سبيل الإجمال، وهي في الأصل لله على سبيل التفصيل، فلأجل هذا لا يزال الكامل يترقى في الأكملية، لأن الله تعالى ليس له نهاية، فلا يزال الوليّ يترقى فيه على حسب ما يذهب به الله في ذاته.

ثم اعلم أن مقام العبودية غير مختص بمكانة دون غيرها، فقد يرجع الوليّ من مقام الخلة إلى الخلق فيقيمه الله في مقام العبودية، وقد يرجع من مقام الحبّ وقد

(١) آية (١٠) سورة الفتح.
(٢) آية (٨٠) سورة النساء.

يرجع من مقام الختام، وفائدة هذا الكلام أن العبودية رجوع العبد من المرتبة الإلهية بالله إلى الحضرة الخلقية، فمقام العبودية له هيمنة على جميع المقامات، والفرق بين العبادة والعبودية والعبودة: هو أن العبادة صدور أعمال البرّ من العبد بطلب الجزاء، والعبودية صدور أعمال البر من العبد لله تعالى عارياً عن طلب الجزاء، بل عملاً خالصاً لله تعالى، والعبودة هي عبارة عن العمل بالله؛ ولذلك كانت الهيمنة لمقام العبودة على جميع المقامات، وكذلك مقام الختام فإنه منسحب على مقامات القربة جميعها، لأنه عبارة عن ختم مقامات الأولياء، بمجرّد بلوغ الوليّ مقام القربة يجوز جميع المقامات التي يصل إليها المخلوق في الله تعالى؛ لأنه يلتحق في مقام القربة بالله تعالى، فيختم بوصوله إليها جميع مقامات الخلق، ويكون له فيها نصيب من مقام الخلة، ونصيب من مقام الحبّ فيكون هو الختام في نفس مقام القربة، وإنما اختص اسم الخلة بأول مرتبة من مقامات القربة لأن المقرّب هو من تخللت آثار الحقّ وجوده، ثم مقام الحب بعد ذلك، لأنه عبارة عن المقام المحمدي في المناظر الإلهية، ومقام الختام هو اسم لنهاية مقام القربة، ولا سبيل إلى نهايتها، لأن الله تعالى لا نهاية له، لكن اسم الختام منسحب على جميع مقامات القربة، فمن حصل في مقام القربة فهو ختم الأولياء ووارث النبيّ في مقام الختام؛ لأن مقام القربة هو المقام المحمود والوسيلة لذهاب المقرّب فيها إلى حيث لا يتقدمه فيها أحد، فيكون هو فرداً في تلك المقامات الإلهية، وينبغي أن يعتقد ذلك بمحمد ﷺ، وقد أشار إلى ذلك بقوله: إن الوسيلة أعلى مكان في الجنة، ولا تكون إلا لواحد، وأرجو أن أكون أنا ذلك الرجل، لأنه كان له البدء في الوجود، فلا بد أن يكون له الختام عليه أفضل الصلاة والسلام.

تم الكتاب بتحقيق وتعليق

أبي عبد الرحمن صلاح بن محمد بن عويضة

اردو صفحہ 496 - 495

قائم مقام کیا اور ایسا ہی اس کا یہ کہنا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابی سعید خدری کے لیے تصریح فرمائی۔ جب کہ اس نے ان کو خواب میں دیکھا اور کہا کہ اے رسول خدا مجھے معذور رکھیے۔ محبتِ الٰہی نے مجھے آپ کی محبت سے باز رکھا ہے۔ پھر آپ نے اُسے فرمایا کہ اے مبارک اللہ کی محبت ہی میری محبت ہے۔ پس جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں اللہ کے خلیفہ تھے۔ تو اللہ یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب تھا اور نائب خلیفہ کو کہتے ہیں اور خلیفہ نائب کو۔ پس وہ یہ ہیں۔ اور یہ وہ ہیں۔ یہیں سے ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کمال میں منفرد ہوئے۔ پس انہوں نے تمام کمالات اور مقاماتِ الٰہیہ باطن میں ختم کر دیے اور ظاہر میں آپ کے واسطے مقامِ رسالت کا ختم ہونا اس امر کا شاہد ہے۔ اور مقامِ محبت کا آخر تمام ختام کا اوّل ہے۔ اور مقامِ ختام ذوالجلال والاکرام کی حقیقت سے متحقق ہونے سے مراد ہے۔ سوائے اُن نامدار کے کہ وہاں مخلوق کو پہنچنا ممکن نہیں ہے پس یہ چیز بر اعمال کے طور پر اس کو حاصل ہوتی ہیں اور دراصل وہ علی سبیل التفصیل اللہ کے لیے ہوتی ہیں اسی وجہ سے کامل ہمیشہ اکملیت میں ترقی کرتا رہتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی نہایت نہیں ہے۔ پس ہمیشہ ولی اس میں ترقی کرتا رہتا ہے موافق اس سیر کے جو اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اس کو کراتا ہے۔

مقامِ عبودیت

پھر اس کے بعد معلوم کرنا چاہیے۔ کہ مقامِ عبودیت کسی خاص مرتبہ سے مخصوص نہیں ہے۔ کبھی ولی مقامِ خلقت سے خلق کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور کبھی مقامِ ختام سے اس کلام کا فائدہ یہ ہے کہ عبودیت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مرتبہ الٰہیہ سے حضرتِ خلقیہ کی طرف بندہ کا رجوع کرنا ہے۔ اور یہ مقامِ عبودت اس کے لیے جمیع مقامات کو نگاہ رکھنے والا ہے اور عبادت۔ عبودت میں فرق یہ ہے کہ عبادت اس چیز کا نام ہے۔ کہ بندہ طلب جزا کے لیے اعمالِ خیر کو بجا لائے۔ اور عبودیت یہ ہے کہ اعمال خیر محض اللہ کے لیے بجا لائے جائیں۔ ان میں جزاء حاصل کرنے کی کوئی خواہش نہ ہو۔ بلکہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ اور عبودت اللہ تعالیٰ کے ساتھ عمل کرنے سے مراد ہے۔ اسی لیے مقامِ عبودت جمیع مقامات کا محافظ ہے۔ اور ایسا ہی مقامِ ختام۔ اس لیے کہ

وہ جمیع مقاماتِ قرب پر محیط ہے۔ کیونکہ وہ مقاماتِ اولیاء کے خاتمہ کا نام ہے۔ صرف مقامِ قربت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مل جاتا ہے اور وہاں پہنچنے سے جمیع مقاماتِ خلق ختم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اس مقامِ خلّت اور مقامِ حب سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ پس وہ ختام مقامِ قربت میں ہوتا ہے۔ اور خلّت کا نام جو مقاماتِ قرب کے پہلے مرتبہ سے مخصوص ہوا ہے۔ تو اس وجہ سے ہے۔ کہ مقرب کے وجود میں آثارِ حق متخلل ہوتے ہیں۔ پھر اس کے بعد مقامِ حب ہے۔ کیونکہ مقامِ حب مناظر الٰہیہ میں مقامِ محمدی کو کہتے ہیں۔ اور مقامِ ختام مقامِ قرب کی انتہا کا نام ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی تو کوئی نہایت نہیں ہے۔ لیکن ختام کا نام جمیع مقاماتِ قرب کو حاوی ہے۔ پس جو شخص مقامِ قربت میں پہنچ گیا۔ وہ خاتم الاولیاء ہے۔ اور مقامِ ختام میں نبی کا وارث ہے اس لیے کہ مقامِ قربت مقامِ محمود ہے اور مقرب کو وہاں لے جانے کے لیے کہ جہاں اس سے پہلے کوئی نہیں جا سکتا ہے وسیلہ ہے پھر وہ ان مقاماتِ الٰہیہ میں فرد کہلاتا ہے۔ اور چاہیے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتقاد رکھے اسی کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے۔ کہ وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ مکان ہے۔ اور وہ صرف ایک ہی شخص کے لیے ہوگا اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں گا اس لیے کہ وجود کی ابتدا آپ سے ہوئی۔ پس ضروری ہے کہ اس کا ختام بھی آپ پر ہی ہو۔ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔

الأسرار المرفوعة
في
الأخبار الموضوعة

المعروف بالموضوعات الكبرى

للعلامة نور الدين: علي بن محمد بن سلطان
المشهور بالملا علي القاري

حققه وعلق عليه وشرحه

محمد بن لطفي الصباغ

الطبعة الثانية
مع زيادة في التحقيق والتعليق

المكتب الإسلامي

الكلاب تبول وتقبل وتدبر في المسجد ولم يرشوا[1] شيئاً من ذلك. انتهى. فلولا اعتبار أنها تطهر بالجفاف كان ذلك تبقية لها بوصف النجاسة، مع العلم بأنهم يقومون عليها في الصلاة البتة[2] لصغر المسجد وكثرة المصلِّين، فيكون هذا بمنزلة الإجماع في مقام تحقيق النزاع. قال السخاوي: وروي قول أبي قلابة بلفظ «جفوف الأرض طهورها»، ويعارضه[3] حديث أنس في الأمر بصب الماءِ على بول الأعرابي، بل ورد فيه الحفر. انتهى.

وفيه أن المراد هو أَنَّ الجفوفَ إحدى طرق التطهير لا حَصْرُها فيه فتطهيرُها بالماءِ وصبِّه لا يُنافيه.

حرف الراء

٢٠٩ ـ حديث: «رَأَيْتُ رَبِّي يَوْمَ النَّفْر على جَمَلٍ أَوْرَقَ، عليهِ جُبَّةُ صُوفٍ أمامَ النَّاسِ».

موضوعٌ، لا أصل له. كذا في «الذيل». وفي «اللآلىء» عن ابن عباس رَفَعه:

«رَأَيْتُ رَبِّي في صُورَةِ شَابٍّ لَهُ وَفْرَةٌ»[4] وروي: «في صورة شَابٍّ أمْرَد».

قال ابن صدقة عن أبي زرعة: حديث ابن عباس صحيح لا ينكره

(١) قال العجلوني في «كشف الخفاء ١/٤١٧: وفيه أنه لم يشاهدها تبول في المسجد ولم يغسلوا بولها.

(٢) واستعمال المؤلف لكلمة (البتة) غريب.

(٣) وقد عقد البخاري في «صحيحه» باباً لصب الماء على البول في المسجد.

(٤) انظر الحديث في «اللآلىء» ١/٢٨-٣١ وانظر «منهاج السنة» ١/٢٦١

إلا معتزلي [1]. وروي في بعضها: «بفؤاده» [2].

والحديث إن حمل على المنام فلا إشكال في المقام، وإن حمل على اليقظة فأجاب ابنُ الهُمام بأنَّ هذا حجابُ الصُّورَةِ، وَكَأَنَّهُ أراد بهذا الكلام أنَّ تَمامَ المرام يُتَصَوَّرُ بحمله على التجلِّي الصُّوري، فإنَّ من المحال الضروري حَمْلَهُ على التجلِّي الحقيقي، فللّهِ سبحانه وتَعالى أنْواعٌ من التجَلِّيات، بحسب الذات والصفات وكذا له القدرة الكاملة، والقوة الشاملة زيادة على الملائكة وغيرهم، في تَشَكُّل الصُّور والهيئات، وهو مُنَزَّهٌ عن الجسم والصورَةِ والجهاتِ بحَسَبِ الذاتِ.

وبهذا ينحلُّ كثيرٌ من الشُّبَهِ في الآياتِ المتشابهات، وأحاديث الصفات، والله سبحانه أعلم بحقائق المقامات، ودقائق المرامات.

وبهذا اندفع كلام السبكي وغيره. أن حديث «رأيت ربي في صورة شاب أمرد» دائِرٌ على ألسنة عوامِّ الصوفيَّة، وهو موضوعٌ مفترى على رسول الله صلى الله عليه وسلم».

فإنَّهُ إنْ بَنَى الحديث على أنَّ في سَنَدِهِ ما يَدُلُّ على وَضْعِه فَمُسَلَّمٌ، وإلَّا فبابُ التَّأْويل واسِعٌ مُحَتَّم [3].

---

(١) كذا في الأصول، وعبارة «اللآلىء» أوضح. جاء في «اللآلىء» ص٢٩ و٣٠ ما يلي: (قال الطبراني سمعت أبا بكر بن صدقة يقول سمعت أبا زرعة يقول: حديث قتادة عن عكرمة عن ابن عباس في الرؤية صحيح رواه شاذان وعبد الصمد بن كيسان وإبراهيم ابن أبي سويد، لا ينكره إلا معتزلي). وحديث الرؤية الصحيح غير هذا الحديث المكذوب قال ابن تيمية في «منهاج السنة» ١/٣٦١: (ولا يروي أحدٌ من أهل الحديث أنّ الله تعالى ينزل ليلة الجمعة.. ولا أنه ينزل في شكل أمرد؛ بل لا يوجد في الآثار شيء من هذا الهذيان).

(٢) في «اللآلىء» ١/٣٠ وردت هذه الرؤية كما يلي: (قال سفيان ابن زياد: فلقيت عكرمة بعد، فسألته الحديث فقال: نعم كذا حدثني إلا أنه قال: رآه بفؤاده).

(٣) ليس باب التأويل محتماً، بل يسعنا ما وسع الصحابة الكرام رضوان الله عليهم وعلى أية حال فالحديث موضوع كما قال ذلك الأئمة الموثوقون ممن أورد المؤلف بعض كلامهم. وموقف المؤلف من التأويل موقف غير سليم في نظرنا، وكان الأفضل أن يقتصر على تحقيق القول في =

تفهيمات ربانيه صفحه 75

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

مُستند و معرکۃ الآراء تفاسیر کالُبِّ لُباب، وہ شہرہ آفاق و مایہ ناز تفسیر جسے اسکی بیش از بیش افادیت کے سبب مسلمانان پاک و ہند میں، خصوصًا حلقۂ عُلماء میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی ہے

تفسیرِ فتح المنّان

المشہور بہ

تفسیرِ حقّانی

مولانا ابو محمد عبد الحق الحقّانی الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

اوّل

تفسیر ہذا میں مذاہبِ باطلہ کا تعارف اور ان کی بیخ کنی، مستشرقین کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات، تفسیری نکات و دقائق، مسائلِ فقہیہ کا استنباط، مکمل قرآنِ کریم کی نحوی ترکیب، اسبابِ نزول، نیز سابقہ امتوں کے قصص و واقعات وغیرہ۔
بیش بہا فوائد پر سیر حاصل علمی و تحقیقی کلام کیا گیا ہے

بیت العلم
اردو بازار لاہور

سواری کی ضرورت ہے یا جس کی بینائی کم ہو اس کو چشمہ کی حاجت ہے۔ اس روح کی قوت اور تجرد کی دو صورت ہیں: ایک کم' دوسری زیادہ۔ کم یہ ہے کہ بسبب ریاضات و مجاہدات شدیدہ کے بدن کو پژمردہ اور روح کو تازہ کیا جاتا ہے۔ اس میں مؤمن و کافر سب شریک ہیں۔ اس لئے بعض ان شخصوں سے کہ جو نہ نبی ہیں نہ نبی کے مطیع جوگی وغیرہ اور آج کل بھی ایسے لوگ بعض جگہ سنے جاتے ہیں۔ ان سے بھی یہ خوارق عادات سرزد ہو جاتے ہیں کما نشاھدہ فی المرتاضین۔

لیکن یہ خوارق عادات نبی کیا بلکہ اس کے متبع کے خوارق کے بھی برابر نہیں اور ان کے مساوی یا مشابہ ہونے کا تو کیا ذکر؟ البتہ ایسی مماثلت اور مشابہت ہوتی ہے کہ جیسی پیتل اور سونے میں یا چاندی اور قلعی میں یا بلور اور ہیرے میں۔ پس باوجود اس مشابہت کے کبھی کسی عاقل کو پیتل اور سونے میں یا قلعی اور چاندی میں اور ہیرے اور بلور میں اشتباہ نہ ہوگا۔ زیادہ قوت روح کی یہ صورت ہے کہ روح ہمہ تن عالم قدس اور ذات باری تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور پھر اس پر وہاں کے انوار ایسے فائض ہوں کہ جس طرح آئینہ میں آفتاب کے انوار چمکتے ہیں تب اس کو مبدء فیاض سے ایک ایسی خاص مناسبت پیدا ہوتی ہے کہ جس طرح آگ کی صحبت سے لوہا سرخ ہو کر جلانے کے قابل ہو جاتا اور پھل کی صحبت سے مٹی دماغ کو معطر کرنے کے لائق ہو جاتی ہے۔

جمال ہمنشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

تب تو عارف کے ہاتھ خدا کے ہاتھ اور اس کی زبان خدا کی زبان اور اس کی آنکھ خدا کی آنکھ ہو جاتی ہے (اور خدا تعالیٰ درحقیقت ان اعضاء سے پاک ہے) چنانچہ اس حدیث میں فکنتُ سمعہ الذی یسمعُ میں اسی طرف اشارہ ہے اور اسی مرتبہ میں وحدت وجود[1] کا راز کھلتا ہے اگرچہ خدائے پاک اپنی ذات اور صفات میں جمیع کائنات سے الگ اور ممتاز ہے' کوئی ممکن واجب نہیں ہو سکتا۔ لیکن عارف پر وجوب کا ایک ایسا پرتو آپڑتا ہے کہ اس کے آثار اس میں ظہور کرنے لگتے ہیں۔ تب اس کا تصرف عالم میں ہونے لگتا ہے اور وہ شخص فنافی اللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

پس یہ انسان کا کمال انتہائی ہے اور یہ مرتبہ خاص انبیاء علیہم السلام کو اور ان سے کچھ اتر کر ان کے متبعین اولیاء کرام کو نصیب ہوتا ہے۔ ہماری اس تحقیق سے آپ کو خوارق کا امکان تو بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا اور اگر اب بھی دل نہ مانے تو یوں سمجھئے کہ ممکن اس کو کہتے ہیں کہ جس کے فرض وقوع سے کچھ محال لازم نہ آئے اور ان امور خوارق عادات کے واقع ہونے سے کوئی محال لازم نہیں آتا۔ ہاں ایک عادت کے مخالف اور عالم اسباب کے برخلاف ہونے کی وجہ سے بالخصوص اس شخص کو کہ جس کی عقل پر انوار قدس فائز نہیں اور سوائے محسوسات کے اس کے تنگ فکر میں کچھ اور ہی نہیں' تعجب ہوتا ہے کہ کبھی اس کی تنگ عقل اس نور گیتی افروز سے خیرہ ہو کر انکار کر بیٹھتی ہے اور کبھی اس کو سحر مبین کہتی ہے اور کبھی ڈھڈ بندی اور شعبدہ بازی بتلاتی ہے۔ اگر اس بیان کے بعد بھی کوئی شخص نہ مانے اور اس کو بڑھیوں کی کہانی

[1] بعض ناواقف اس سے خالق مخلوق کا اتحاد ذاتی سمجھ گئے۔ منہ

تفہیمات ربانیہ صفحہ 78 کا حوالہ

عصمت غیر انبیاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صراط مستقیم

سید احمد شہید

شاہ اسمٰعیل شہید

ترجمہ

مولانا محمد اکرم ایم اے

اسلامی اکیڈمی

۳ اردو بازار لاہور

طابع ——— منظور احمد

ناشر ——— اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور

قیمت ——— [redacted] روپے

مطبع ——— المطبعۃ العربیۃ

تعداد ——— ایک ہزار

کاتب ——— سیف اللہ گیلانی

ہے ہر وقت اور ہر مرتبہ میں اس کو نئی مہربانی اور تازہ تربیت کے ساتھ پسندیدہ افعال اور صحیح عقائد اور عمدہ اخلاق اور اچھی رسموں اور معاملہ کی طرف کشاں کشاں لے آتی ہے۔ ناپسندیدہ کاموں اور غلط عقیدوں اور برے کاموں اور خراب معاملوں اور رسموں سے طرح طرح کے واقعات اور تصرفات کے ساتھ نگاہ رکھتی ہے پس وہ ضرور انبیاء کی اس محافظت جیسی نگہبانی کے ساتھ کامیاب ہوتا ہے جس کو عصمت کہا جاتا ہے اس کا بیان یوں ہے کہ جس طرح بعض لوگوں کو کسی خوب صورت آدمی کے عشق یا ہنر اور کمال کی طلب یا مال اور جاہ کے حاصل کرنے وغیرہ کسی قلبی عارضہ میں ایسا استغراق ہو جاتا ہے کہ اس کی وجہ اس کی قوت بہیمیہ میں خلل پڑ جاتا ہے اور اسی فتور کے باعث ایسے کاموں کی طرف ان کے دل سے کچھ التفات ظاہر نہیں ہوتی جو عرف یا شریعت میں قبیح ہیں اور ان امور کے ارتکاب کا ارادہ ان کے دل میں پکا نہیں ہوتا اور بعض دوسرے آدمی جو عقل کی تیزی اور طبیعت کی نزاکت اور سرشت کی پاکیزگی پر پیدا ہوئے ہیں اور شفیق آباء اور سکھانے والے استادوں کی تربیت ان کے حق میں خرچ ہوتی ہے ان کا قبائح مذکورہ سے پرہیز کرنا عقل کی تیزی اور طبیعت کی وجہ سے ہوگا اور ان کی عقل کی تہ سے ان قبائح کی نسبت وہ نفرت پیدا ہوگا جو جبلی طہارت والے شخص کو نجاسات اور ناپاک چیزوں سے ہوا کرتا ہے اور اگر کسی وقت ان سے خطا اور نسیان کے طور پر قبائح مذکورہ کی طرف رغبت اور میلان ہو جائے تو وہ بے شک مشفق ہزار حیلہ سے اس کو ان ناپاک چیزوں کے ساتھ آلودہ ہونے سے ہشیار رکھے گا اسی طرح بعض اہل کمال پاک عشق کے غلبہ اور حضرت ذوالجلال کے مشاہدے کے استغراق اور فنا اور بقا اور چیزوں کے حقائق کے منکشف ہونے کے مقام میں کوشش کرنے کے باعث مختلف ارادوں کے فنا ہو جانے سے کامیاب ہو جاتے ہیں اور اسی فنا کے سبب ناپسندیدہ فعلوں اور باطل عقیدوں اور بری عادتوں اور خراب معاملوں سے بچے رہتے ہیں اور یہ بچنا ارباب قرب النوافل

کا حصہ ہے اور بعض ایک کمال لدنی جبلی اور عنایت ازلی کے باعث بھلے کو برے سے تمیز کر کے اپنے آپ قبائح مذکورہ سے پاک رکھتے ہیں اور اگر کبھی ان سے امور مذکورہ کی طرف کچھ رغبت اور توجہ ہو جائے تو ان کے ارادے کے دامن کو ازلی عنایت پکڑ کر عجیب و غریب معاملات سے ان گندگیوں کے ساتھ آلودہ ہونے سے باز رکھتی ہے کہ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ اسی معاملہ کی حکایت ہے اور یہ حفظ انبیاء اور حکماء کا نصیب ہے اور اسی کو عصمت کہتے ہیں یہ نہ سمجھنا کہ باطنی وحی اور حکمت اور وجاہت اور عصمت کو غیر انبیاء کے واسطے ثابت کرنا خلاف سنت اور اختراع بدعت کی جنس سے ہے اس واسطے کہ ان امور میں سے بہت سے امور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں میں صحابہ کبار کے مناقب میں وارد ہوئے ہیں چنانچہ اہل حدیث میں سے واقف کاروں پر پوشیدہ نہیں اور اگر کلام کے طویل ہو جانے سے ملال اور دلگیری کا خوف نہ ہوتا تو ان حدیثوں میں سے کچھ حدیثیں اس جگہ ذکر کی جاتیں اور یہ مت سمجھنا کہ اس کمال والے لوگ اس جہان سے منقطع ہو چکے ہیں اور قرب الوجود روئے زمین سے محو ہو گیا ہے بلکہ جب تک روشنی اور اندھیرے کا خوش رفتار اور رنگ گھوڑا دوڑنے میں ہے وجود کا میدان اور حال اور مقام کے شاہسواروں کے گھوڑے دوڑنے کی جگہ ہے ہاں صاحب کمال کے کمال پر یقینی علم حاصل ہونے کا طریق جو کہ مخبر صادق کی خبروں میں منحصر ہے نبوت کے زمانے کے گزر جانے کی وجہ سے منقطع ہو چکا ہے جیسے کہ اس زمانے کے گزر جانے کے بعد غیر منصوص مسئلوں میں شریعت

لہ بے شک زلیخا نے یوسف کا قصد کیا اور یوسف نے اس کا ارادہ کیا۔ اگر اپنے پروردگار کا برہان نہ دیکھتے تو ہوتا جو ہوتا ۱۲ منہ

طابع — منصور احمد

ناشر — اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور

ہدیہ — [redacted]/- روپے

مطبع — المطبعۃ العربیۃ لاہور

تعداد — ایک ہزار

کاتب — سیف اللہ گیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صراط مستقیم

سید احمد شہید

شاہ اسمٰعیل شہید

ترجمہ

مولانا محمد اکرم بی اے

اسلامی اکیڈمی

۴۰ اردو بازار لاہور

مَنْ تَقَدَّمَ الْقُرْبَ اور ایسے بزرگواروں کا بغض اور کینہ کرنے والے کے نفاق اور بدبختی کا نشان ہے کہ لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ وَلَا یُبْغِضُہٗ اِلَّا مُنَافِقٌ شَقِیٌّ
اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔

تیسرا افادہ

اور شرعی حدوں اور ضمان حکم اور ان کے اشباہ کو خود ان کی جگہ قائم کرنا اور عموماً نوع انسان کی پرورش کے رکنوں اور ادبوں اور مفسدوں اور شرطوں کو مقرر کرنے میں نیابت عن اللہ کا مقام اس مقام سے بڑھ کر ہے اور یہ مقام مستقل طور پر تو انبیاء اور مرسلین میں سے اصحاب شریعت کا مقام ہے اور ان کی متابعت سے ظلّی طور پر انبیاء کرام کی فرمانبرداریوں میں سے بعض ان بزرگوں کو بھی اس مقام سے کچھ حصہ ملتا ہے جن کو قوم کی اصطلاح میں مفہمین کہتے ہیں اور صاحبانِ تعلیم کے پیشوا اور صاحبان تفہیم کے امام حضرت شیخ ولی اللہ قدس سرہ کی اصطلاح میں اس کا نام قربِ الفرائض ہے۔

چوتھا افادہ

غافلوں کو جگانے اور جاہلوں کے عذر کو دور کرنے اور مخالفین اور منکرین پر دلیل یا تلوار اور نیزے کے ساتھ حجت کو پورا کرنے میں نیابت عن اللہ کا مقام اس مقام سے برتر و بلند ہے کیوں کہ ایسے لوگوں کی برکت سے بھرے ہوئے وجود سے قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ کا مضمون ثابت ہوتا ہے اور یہ مقام مستقل طور پر تو انبیائے اولوالعزم کا مقام ہے اور ان کی فرماں برداری سے بعض بڑے باعمل عالم اس مقام کے ظلّ اور اس فخر کے

---

[1] یہ حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فرمائی ہے۔ یعنی پرہیزگار ایماندار کے سوا کوئی شخص اس کو دوست نہیں رکھتا اور بدبخت منافق کے سوا کوئی اس سے دشمنی نہیں رکھتا [2] کہہ دو کہ دلیل اللہ کے لیے مخصوص ہے ۱۲

عکس سے بہرہ ور ہو جاتے ہیں جن کو قوم کی اصطلاح میں حجۃ اللہ کہتے ہیں اور آپ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں اس مقام کا نام قربِ ملکوت ہے۔

پانچواں افادہ

اور اس مقام سے اعلیٰ اور بلند مقام ریاستِ ادوار و اطوار ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ بعض طرح زمانہ کے کسی حصہ میں اللہ تعالیٰ کے فیض سے معاش کے امر میں نوع انسان کی پرورش ایک خاص طور پر واقع ہوتی ہے اور اللہ عزوجل کی وہ عنایت جو عام الالوفی کی طرف خرچ ہو رہی ہے اسی لباس میں ظاہر ہوتی ہے اور جو صاحب کمال نوع انسانی کی تربیت کے واسطے نیابت عن اللہ کے مقام میں قائم ہو چکا ہو اسی وجہ کی تکمیل میں بڑی کوشش کرتا ہے اور جب وہ وجہ اپنے کمال پر پہنچ جاتی ہے، نئی مہربانی اور تازہ عنایت رحمت ازلیہ کے دربار سے مکمل کر تربیت معاشیہ کی وجوہات سے ایک اور وجہ پیدا کرتی ہے اور اسی وجہ کے اجزا میں بنی آدم کے کامل نفوس کو متوجہ کرتی ہے آیۂ کریمہ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ .... اسی بھید کا بیان ہے مثلاً حضرت آدم صفی اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لے کر حضرت ادریس کے زمانے تک خدائی فیض انسانی افراد کو کھیتی باڑی کرنے اور پیسنے اور آٹا گوندھنے اور روٹی بنانے اور باقی طعاموں کے پکانے اور لباس بنانے اور رہنے کے مکانوں کی تعمیر کرنے کی ہدایت کی طرف خرچ ہوتی رہی اور جب یہ تربیت اپنے کمال کو پہنچ گئی تو حضرت ادریس کے زمانے سے درزی گری اور لکھنے اور آہنگری اور زرگری جیسے لطیف و دقیق پیشے اور زمینی

---

[1] تدبیر سے کام اتارتا ہے آسمان سے زمین تک پھر چڑھتا ہے اس کی طرف ایک دن میں جس کا حساب ہزار برس ہے تمہاری گنتی میں۔ ۱۲ موضح القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صراط مستقیم

سید احمد شہید

شاہ اسماعیل شہید

ترجمہ

مولانا محمد اکرم

اسلامی اکیڈمی

۴۲ اردو بازار لاہور

طابع ـــــــــــــ منشور احمد

ناشر ـــــــــــــ اسلامی اکیڈمی ۴۲ اردو بازار لاہور

قیمت ـــــــــــــ [redacted] روپے

مطبع ـــــــــــــ المطبعۃ العربیہ

تعداد ـــــــــــــ ایک ہزار

کاتب ـــــــــــــ حفیظ اللہ گیلانی

نہایت ہی عجیب اور غریب رونق بخشتی ہے۔ پھر جبلّی نور اور شرعی نور کے جمع ہو جانے سے
وہ "ملّت حقّہ" جس نے اس صاحب کمال کے باطن سے دوبالا رونق حاصل کی ہے" چمکنے والے
ستارے کی مانند عالم ملکوت اور ملک کے اختر شناسوں کی عقل کی آنکھ حیران کر دیتی ہے اور
کمالات کے میدانوں کے شہسواروں اور احوال اور مقامات کے دریاؤں کے تیراکوں کے وجود
سے هُوَ سَيِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَيِّدَنَا۔ کی ندا نکل آتی ہے۔ اس قسم کے صاحبان
کمال کو شریعت کی زبان میں صدیقین کہا کرتے ہیں۔ ان داناؤں اور عقل مندوں پر" جن کو
ذہن کی لطافت اور طبیعت کی صفائی کے باعث اس کلام کے مغز اور اس مقام کے خلاصہ
تک رسائی ہے پوشیدہ نہ ہوگا کہ صدیق من وجہ انبیاء کا پیرو اور من وجہ شریعت کا محقق ہوتا
ہے پس اگر صدیق ذکی القلب ہو گا تو وہ مخصوص اقوال اور افعال میں خدائے تعالیٰ کی خوشنودی
اور ناراضامندی کو اور مخصوص عقائد صحیح اور غلط ہونے اور خاص لوگوں کے عادات اور استعداد کی
کے بھلا برا ہونے اور جزئی معاملات اور واقعات کے بگڑنے اور سدھرنے اور ان کے ضروری
انتظام کو اپنی نور کے طبیعت معلوم کر لیتا ہے مثلاً وہ اپنے دل کی شہادت سے جان لیتا ہے
کہ فلاں بات یا فلاں کام اللہ جل شانہٗ کو پسند یا ناپسند ہے اور فلاں عقیدہ درست یا غلط ہے؟
اور فلاں خلق اچھا ہے یا برا اور فلاں معاملہ جو کہ فلاں گھر والوں یا فلاں شہر والوں کے درمیان
منعقد ہوا ہے یا فلاں رسم جو فلاں قسم کے لوگوں میں مروج ہے انتظام کے مخالف ہے
یا موافق پس ان امور مذکورہ کے احکام اس کو دو وجہ سے معلوم ہوتے ہیں ایک تو دل
کی شہادت ہے جو خاص کر ان امور سے متعلق ہے۔ دوم عام طور پر کلیات شرع میں

لہ اس میں اس کلام کی طرف اشارہ ہے جو امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا تھا کہ ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا یعنی ابوبکر ہمارے سردار اور پیشوا
ہیں۔ اور ہمارے سردار کو انہوں نے آزاد کیا۔ دوسرے سید سے مراد حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں ۱۲

ان کے مندرج ہونے کے سبب سے اور جو کہ علم پہلے طریق سے اس کو حاصل ہوا ہے وہ
تحقیقی ہے اور جو کہ علم دوسرے طریق سے حاصل ہوا ہے وہ تقلیدی اور وہ صدیق ذکی العقل
ہے نہ اس کے طبعی نور کی ان کلیات حقہ کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے جو حظیرۃ القدس میں عام طور
پر نوع انسانی کی پرورش کے واسطے مقرر ہوئے ہیں اور وہ کلیات اس کے ذہن میں ہمیشہ
محفوظ رہتے ہیں وہ انہیں کلیات سے جزئیات تمام کو استنباط کر سکتا ہے پس شرعی علوم اس
کو دو طرح سے حاصل ہوتے ہیں ایک تو جبلّی نور کے ذریعہ سے اور دوسرا انبیاء علیہم
الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ سے مثلاً وہ اپنے دل کی شہادت سے جانتا ہے کہ جو کام ایسا ایسا ہو
اور وہ فلاں چیز پر مرتب ہو اور اس سے فلاں ثمرہ حاصل ہو تو وہ کام اللہ تعالیٰ کو پسند یا ناپسند
ہے اور جو عقیدہ فلاں حقیقتوں سے تعلق رکھتا ہو یا فلاں صفات اور اسماء الٰہی کو بیان کرے
یا فلاں واقعات پر دلالت کرے اور فلاں طریق سے حاصل ہوا ہو وہ عقیدہ درست ہے اور
معاش یا معاد میں نوع انسانی کی پرورش میں داخل ہے اور جو عقیدہ کہ فلاں حقائق یا فلاں
اسماء و صفات یا فلاں واقع سے متعلق ہو یا فلاں طریق سے ماخوذ ہو وہ عقیدہ باطل ہے
یا معاش یا معاد میں نوع انسانی کی تربیت میں کسی کام نہیں آتا اور اس کا پڑھنا اور
پڑھانا فضول چیز معلوم ہوتا ہے اور جو خُلق اور ملکہ فلاں نتیجہ دے۔ یا اس کے حاصل
کرنے میں فلاں فلاں امور کی حاجت پڑے وہ اچھا ہے ورنہ برا اور جس معاملہ اور رسم
سے فلاں مصالح حاصل ہوں وہ مقبول اور ضروری انتظام کے موافق ہے ورنہ اس کا رد
کرنا موافق ہے اور وہ انتظام کے مخالف ہے پس کلیات شریعت اور احکام دین میں
اس کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا شاگرد بھی کہہ سکتے ہیں اور نیز اس کے اخذ کا طریق
بھی وحی کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے جس کو شریعت کی اصطلاح میں **نفث**
فی الروع سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض اہل کمال اس کو باطنی وحی کہتے ہیں پس
ان بزرگوں اور انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں فرق صرف اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام

صراط مستقیم

امتوں کی طرف مبعوث ہوتے ہیں اور یہ بزرگ منظان حکم کو قائم کرتے ہیں اور ان کو انبیاء سے وہی نسبت ہوتی ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں سے یا بڑے بیٹوں کو اپنے باپ سے نسبت ہوا کرتی ہے کیوں کہ ان کے درمیان بھی من وجہ نبوت کا علاقہ ہے اور من وجہ اخوت کا اور یہ لوگ اور تمام آدمیوں سے انبیاء کی خلافت کے زیادہ حق دار ہوتے ہیں اگر چہ ظاہری تسلط ان کو نصیب نہ ہوگا اگر چہ جہلا ان کی ریاست کو نہ مانیں اور اسی معنی کو امامت اور وصایت کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور ان کے علم کو جو بعینہٖ پیغمبروں کا علم ہے لیکن ظاہری وحی سے حاصل نہیں ہوا حکمت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور جو مخصوص عنایت اور ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں ہوئی اور ان کو اسی مخصوص عنایت کی وجہ سے اپنی امثال میں امتیاز حاصل ہوا ہے کہ اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ[1] اور اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ[2] اور وَکُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۙ وَمِنْ اٰبَآئِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ وَاِخْوَانِھِمْ ۚ وَاجْتَبَیْنٰھُمْ وَھَدَیْنٰھُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ[3] اور وَاذْکُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ ۝ اِنَّآ اَخْلَصْنٰھُمْ بِخَالِصَۃٍ ذِکْرَی الدَّارِ ۝ وَاِنَّھُمْ عِنْدَنَا

لہ یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والا چھانٹ لیتا ہے اور آدمیوں میں سے ۔ ۱۲

ٹہ بے شک آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے گھر والوں کو اور عمران کے گھر والوں کو جہانوں سے چن لیا ہے ۔ ٹہ اور ہر ایک کو ہم نے جہان والوں پر فضیلت دی ہے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بعض کو ہم نے ہدایت کی ہے اور ان کو پسند کر لیا ہے اور ان کو سیدھے رستہ پر چلایا ہے ٹہ اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب

لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ ۝

اسی معاملہ کا بیان ہے اور اسی برگزیدگی کی وجہ سے خدائے تعالیٰ کی رضامندی ان کی رضامندی میں داخل کی گئی ہے اور اللہ عزوجل کی فرمانبرداری ان کی فرمانبرداری پر موقوف ہوتی ہے اور اللہ جل شانہ کے غصے نے ان کے غصے کے ساتھ اتصال پیدا کیا ہے اسی عنایت اور ولایت کے نمونہ اور اسی بزرگی اور عزت کے عکس سے ان ربانی حکیموں اور انبیاء اور مرسلین کے وارثوں کو حصہ ملا کرتا ہے جس کو قوم[ع1] کی اصطلاح میں وجاہت کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور جناب سید الحکماء اور سید العلماء شیخ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ذکائے عقل کے ساتھ ملی ہوئی صدیقیت کو جو اس حکمت اور وجاہت کے لوازمات میں سے ہے قرب الوجود سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ بھی جاننا چاہیئے قرب الوجود محض عطایا الٰہیہ اور صرف طبعی چیزوں میں سے ہے کسب اور اکتساب اور حدوث اور تجدد کو اس میں کچھ دخل نہیں ہاں اس جبلی نور کے آثار کا ظہور اس کے مددگاروں اور اسباب کے ملنے کے وقت تدریج کے ساتھ ثابت ہوتا ہے جیسے انسان کی انسانیت محض پیدائشی چیز ہے لیکن جو چیز کہ اس کو باقی حیوانات سے جدا کرتی ہے وہ قوت عاقلہ ہے جو ابتدائے پیدائش میں پوشیدہ ہوتی ہے کیوں کہ اس وقت چھوٹے بچے اور چوپائے میں کچھ فرق نہیں ہوتا بلکہ چھوٹا لڑکا سمجھنے اور بوجھنے میں چوپائے سے بہت کمزور ہوتا ہے اور کچھ عرصہ بعد اس چھپی ہوئی قوت کا اثر علوم کے ملنے کی وجہ سے معلومات میں ظاہر ہونے لگتا ہے اور جیسا کہ ابتدائے کلام میں مذکور ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہی مہربانی جو ازل الآزال میں اس صاحب کمال کے بارہ میں عنایت ہوئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۴) ہاتھوں اور آنکھوں والوں کو یاد کر۔ ہم نے ان کو ایک چنی ہوئی آخرت کی یاد سے امتیاز دیا ہے اور بے شک وہ ہمارے ہاں سب چنے ہوئے نیک لوگوں میں سے ہیں

ع۱ قوم سے صوفیائے سابقہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد ہیں ۱۲ منہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صراط مستقیم

سید احمد شہید

شاہ اسمٰعیل شہید

ترجمہ

مولانا محمد اکرم بی اے ۔ ایم

اسلامی اکیڈمی

۴۰ اردو بازار لاہور

طابع ---------- منصور احمد

ناشر ---------- اسلامی اکیڈمی اُردو بازار لاہور

ہدیہ ---------- [redacted]/- روپے

مطبع ---------- المطبعۃ العربیہ لاہور

تعداد ---------- ایک ہزار

کاتب ---------- سیف اللہ کیلانی

اور جو تب و تاب اور قلق و اضطراب محرومی اور مہجوری کے وقت میں برداشت کیے تھے ان کے بدلے میں سرور و ابتہاج کی خلعتیں اور ہم کلامی اور سرگوشی کے سر و پا ہاتھ آتے ہیں غرض پریشانی الفت سے اور وحشت انیست سے بدل جاتی ہے۔

دوسرا افادہ

پھر جب توفیق کا راہبر اس مشاہدہ کی خوشی کے سرمست کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچتا ہے تو فنا اور بقا کا مقام پوشیدگی کے پردہ سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس اجمال کا بیان یہ ہے کہ جس طرح لوہے کے ٹکڑے کو آگ میں ڈال دیتے ہیں اور آگ کے ٹکڑے ہر طرف سے اسے احاطہ کر لیتے ہیں بلکہ آگ کے اجزائے لطیفہ اس آگ کے ٹکڑے کے نفس جوہر میں داخل ہو کر جاتے ہیں اور اس کی شکل و رنگ کو اپنے جیسا بنا لیتے ہیں اور گرمی اور جلانا جو آگ کی خاصیتوں میں سے ہے اس لوہے کے ٹکڑے کو بخش دیتے ہیں تو اس وقت ضرور وہ ٹکڑا لوہے کا آگ کے انگاروں میں شمار ہو جاتا ہے لیکن نہ اس وجہ سے کہ وہ لوہا اپنی حقیقت کو چھوڑ کر خالص آگ کی حقیقت سے بدل گیا ہے کیونکہ یہ امر تو صریح البطلان ہے بلکہ یہ لوہے کا ٹکڑا فی الحقیقت لوہا ہی ہے مگر شعلہ ہائے ناریہ کے لشکروں کے ہجوم کی وجہ سے اس کا لوہا پن اپنے آثار و احکام کے سمیت بھاگ گیا ہے اور جو آثار و احکام آگ پر مترتب ہوتے ہیں وہی آثار و احکام سارے کے سارے بے کم و کاست اس لوہے کے ٹکڑے پر مترتب ہو سکتے ہیں یوں نہیں بلکہ وہ آثار و احکام اب بھی آگ ہی پر مترتب ہیں جس نے اس لوہے کے ٹکڑے کو احاطہ کیا ہوا ہے لیکن چونکہ آگ نے اس لوہے کے ٹکڑے کو اپنی سواری بنا کر اپنی سلطنت کا تخت قرار دے رکھا ہے اس لیے وہ آثار و احکام لوہے کے ٹکڑے کی طرف نسبت کیے جا سکتے ہیں چنانچہ آیۂ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي[1] اس کیفیت کا بیان ہے اور آیت فَأَرَادَ رَبُّكَ[2] اسی کی طرف

---

[1] یعنی میں نے اس کام کو اپنے اختیار و ارادہ سے نہیں کیا۔ [2] سو تیرے رب نے ارادہ کیا۔

اشارہ ہے

الغرض اگر اس میں اس آہن پارہ کو بولنے کی طاقت ہوتی تو سو زبان کے ساتھ آگ اور اپنی عینیت اور یک جان ہونے کا شور اور غل مچاتا اور خواہ مخواہ ضرور ایک ساعت کے لیے اپنی حقیقت سے غافل ہو کر یہ بول اٹھتا کہ میں جلانے والی آگ کا انگارہ ہوں اور میں ہر وہ چیز ہوں کہ باورچیوں لوہاروں اور سناروں بلکہ تمام پیشہ وروں کاریگروں کے کاروبار میرے ساتھ وابستہ ہیں۔ اسی طرح جب اس طالب کے نفس کامل کو رحمانی کشش اور جذب کی موجیں دریائے احدیت کی گہری تہ میں کھینچ لے جاتی ہیں تو أَنَا الْحَقُّ[1] اور لَيْسَ فِي جُبَّتِي سِوَى اللهِ[2] کا آوازہ اس سے صادر ہونے لگتا ہے اور یہ حدیث قدسی كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا[3] اور ایک روایت کی رو سے کہ وَلِسَانَهُ الَّذِي يَتَكَلَّمُ بِهِ[4] اسی حال کی حکایت ہے اور حدیث إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ[5] ...... اور حدیث لِيَقْضِيَ اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا شَاءَ[6] اسی سے کنایہ ہے اور یہ نہایت باریک بات اور نہایت نازک مسئلہ ہے چاہیے کہ تو اس میں خوب تامل و غور کرے اور اس کی تفصیل کو دوسرے مقام پر چھوڑ دے۔

وَرَاءَ ذٰلِكَ فَلَا أَقُولُ لِأَنَّهُ   سِرٌّ يَدُقُّ عَنِ النُّطْقِ عَنْهَا أَخْرَسُ

یعنی اس کے سوا میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ ایسا بھید ہے جس سے بولنے والی زبان

---

[1] یعنی میں خدا ہوں [2] یعنی میرے ہر دو پہلو میں بجز اللہ کے اور کچھ نہیں [3] یعنی میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ [4] اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے۔ [5] یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے کہا اللہ نے اس کی بات کو سن لیا جس نے اس کی تعریف کی اور حمد کی [6] یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر حکم جاری کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

گویا گی ہے اور زنہار خبردار اس معاملہ پر تعجب نہ کرنا اور انکار سے پیش نہ آنا کیوں کہ جب وادیٔ مقدس کی آگ سے ندائے[1] اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ صادر ہوئی تو پھر اشرف موجودات سے جو حضرت ذات سبحانہ وتعالیٰ کا نمونہ ہے، اگر انا الحق کی آواز صادر ہو تو کوئی تعجب کا مقام نہیں اور اس مقام کے لوازم میں سے ہے عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا اور قوی تاثیروں کا ظاہر ہونا اور دعاؤں کا مستجاب اور قبول ہونا اور آفتوں اور بلاؤں کا دور کر دینا اور اس معنی کی تصریح اس حدیث قدسی میں موجود ہے لَئِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ یعنی اگر وہ بندہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اسے دوں گا اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے گا اور منجملہ لوازم اس مقام کے ایک یہ ہے کہ اس صاحب حال کے دشمن و بداندیش پر وبال اور مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے چنانچہ حدیث قدسی[2] مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ اسی مضمون کا فائدہ دیتی ہے

تو ضرور اسکو پناہ دوں گا۔

تیسرا افادہ

پھر جب کوئی اور لطیفہ غیبی اور جذبہ لاریبی اس طالب کو پہنچتا ہے تو اس کے ادراک کو نہایت بڑی وسعت اور بے حساب فراخی حاصل ہو جاتی ہے جس کے سبب سے تمام حقائق کونیہ اور موجودات امکانیہ ذات بیچوں کے سامنے نیست و نابود نظر آنے لگتے ہیں اور جو نسبت پہلے مقام میں اس طالب کے اپنے نفس اور حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کے درمیان ظاہر ہونے لگتی ہے بغرض انبساط وجود یہ حضرت حق کی قیومیت کا انبساط اور ان حقائق متکثرہ کا قیام اس ذات واحد یکتا کے ساتھ اس کی سمجھ میں آسکتا ہے اور آیت[3] هُوَ الْاَوَّلُ

---

[1] یعنی بے شک میں خدا ہوں تمام جہان کا پروردگار [2] یعنی جس نے میرے ولی سے دشمنی کی تو میں اسے لڑائی کے لیے میدان کارزار میں للکارتا ہوں [3] یعنی سب سے پہلے اور پیچھے اور ظاہر اور باطن وہی ہے اور وہ ہر ایک چیز کو جاننے والا ہے ؎

وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور حدیث لَوْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَى الْاَرْضِ السَّابِعَةِ السُّفْلٰى لَهَبَطَ عَلَى اللّٰهِ[1] کے مضمون کے ساتھ دم مارنے لگتا ہے سبحان اللہ حب عشقی کی کیا عمدہ تاثیر اور تجلی علمی کا کیا خوب جذب ہے کہ یہ ایک مشت خاک اس مقدس اور پاک مقام میں کس قدر چالاک ہو جاتی ہے اور اس بے قدر مٹی نے ٹرے رب الارباب کے قرب کی مجلس میں کیا عمدہ جائے نشست اور خوبی کا مقام پایا

؎ جسم خاک از عشق بر افلاک شد ٭ کوہ در رقص آمد و چالاک شد

عشق جان طور آمد عاشقا ٭ طور مست و خر موسیٰ صاعقا

یعنی خاک کا جسم عشق کی بدولت آسمانوں پر چڑھ گیا - پہاڑ عشق کے طفیل رقص میں آیا اور چالاک ہو گیا - اے عاشق عشق طور کی جان ہے طور مست ہے اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر گئے ہیں اور اس مقام کے لوازم میں سے وحدت وجود سے دم مارنا اور معارف الٰہیہ کے ساتھ لب کھولنا اور ان ابیات کے مضمون کو پڑھنا

؎ آنچہ نے میگوید اندر زیر و بم ٭ فاش گر گویم جہاں برہم زنم

جملہ معشوق است و عاشق پردۂ ٭ زندہ معشوق است و عاشق مردۂ

منجملہ احکام حب نفسانی کے جس قدر بیان کرنا یہاں ضروری تھا وہ بیان ہو چکا باقی رہی اس مقام کی شرح و بسط خصوصًا مقام فنا اور بقاء کی تفصیل پس قوم یعنی صوفیاء کی کتابوں سے طلب کرنی چاہیئے اور قدوۃ الاولیاء اور زبدۃ الاصفیاء یعنی حضرت ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس کمال کو "قرب النوافل" سے تعبیر فرماتے ہیں -

دوسری فصل

طریق نبوت کے امتیاز کے وجوہ کے بیان میں اور یہ فصل چار عمدہ ایتوں پر مشتمل ہے

---

[1] یعنی اگر تم سب سے نچلی ساتویں زمین تک ایک رسی لٹکا دو تو وہ اللہ ہی کے علم پر جا گرے گی ؎

78 تفہیمات ربانیہ فارسی کے حوالے کا اردو ترجمہ صراط مستقیم

طابع ———— منصور احمد

ناشر ———— اسلامی اکیڈمی اُردو بازار لاہور

ہدیہ ———— /[redacted] روپے

مطبع ———— المطبعۃ العربیۃ لاہور

تعداد ———— ایک ہزار

کاتب ———— سیف اللہ گیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صراط مستقیم

سید احمد شہیدؒ
شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

ترجمہ

مولانا محمد اکرم بی اے ایم

اسلامی اکیڈمی

۴۰ اردو بازار لاہور

اور آسمانی جسموں کے خواص کی واقفیت کے گہرے علم جو کہ علمِ طب اور نجوم کا خلاصہ ہیں ظاہر ہوئے اور ذوالقرنین اوّل کے زمانے سے بادشاہت اور ریاست کی بناؤں کی مضبوطی اور حکومت اور عدالت کے قانونوں کی تیاری اور لشکروں کا جمع کرنا شروع ہوا۔ اسی طرح نوعِ انسانی کے امرِ معاد کی تربیت میں بھی زمانے اور طریق بدلا کرتے ہیں اور جس دورہ میں جو اہلِ کمال اپنے کمال کو پہنچتے ہیں جو علم کہ ان کے دورے کے مناسب ہیں ان کے دلوں میں ڈال دیئے جاتے ہیں اور ان کو انہی علموں کی تکمیل میں خادم بنا لیا جاتا ہے پھر جب وہ تربیت اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو ایک اور بنیاد تربیت کی رکھی جاتی ہے اور ایک نئی ہدایت کی بنیاد کو مضبوط کیا جاتا ہے مثلاً اس امت کے دوروں میں پہلا دورہ فقہا کا دورہ تھا پھر متکلمین کا دورہ ظاہر ہوا اور اس کے بعد صوفیائے کرام کا دورہ آگیا۔ یہ تمثیل کے طور پہ ذکر کیا گیا ہے ورنہ ادوار انہیں میں منحصر نہیں۔ حاصلِ کلام جب ایک دورہ ختم ہو جاتا ہے تو دوسرے دورے کی ابتدا شروع ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کے وجود سے پہلے دورے کی ہدایت کو کمال کی نہایت تک پہنچایا جاتا ہے اور اس کو ترجمان مقرر کر کے اس کی برکت والی زبان سے اللہ کی تازہ مہربانیوں کی طرف آدمیوں کو دعوت دی جاتی ہے اور اسی دورہ کی امامت اس کو بخشی جاتی ہے جو زمانے میں آدمیوں سے زیادہ باکمال اور اللہ تعالیٰ کے فیض کے زیادہ لائق ہوتا ہے اور یہ مقام مستقل طور پہ تو حضرت خاتم النبوت اور فاتح الولایت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مخصوص ہے اور آپ کی پیروی کی برکت سے اس مقام کا نمونہ بعض بزرگوں کو بھی عطا کیا جاتا ہے اور اصطلاح میں ان کو خاتمین اور فاتحین کا لقب دیا جاتا ہے یعنی ان لوگوں کے وجود سے گذشتہ دورہ کے نتیجہ کی نہایت اور آئندہ دورہ کے کمال کا آغاز ہوتا ہے اور حضرت شیخ ولی اللہ کی اصطلاح میں اس مقام کا نام مقام قردانیت ہے اور اس دورہ میں جتنے اہلِ کمال پائے جاتے ہیں حقیقت میں وہ اسی

امام دورہ کے پیرو ہیں۔ خواہ وہ اس کو جانیں یا نہ جانیں اور ان کی پیروی کے یہ معنی نہیں کہ وہ قصداً اس امام کی تقلید کرتے ہیں یا ان کی تربیت کا سلسلہ اس امام تک جا پہنچتا ہے، بلکہ اس مقام میں اتباع کے یہ معنی ہیں کہ جو شانِ الٰہی دورِ حاضرہ میں ظاہر ہوا ہے یہ لوگ بھی جان و دل سے اسی کی خدمت میں کوشش کرتے ہیں اور شان کے مناسب جتنے علم پہلے پہل اس امام کے دل میں ڈالے گئے تھے دوسری دفعہ غیب کے خزانے سے ان بزرگوں کے دلوں میں ڈالے جاتے ہیں اور جس طرح ان علوم کی اشاعت کا علم اوّل اوّل اس امام کے دل میں پیدا ہوا جاتا ہے،

پہلا افادہ

کیوں کہ یہ تینوں مقام مستقل طور پہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیئے مانے گئے ہیں اور ان کے ماسوا اور ان لوگوں کے کمالات کے ظلّ اور ان مقامات کے نمونے کے سوا اور کسی چیز تک رسائی نہیں۔ باوجودیکہ ایسے بزرگ ان مفاخر کے انشراح کیساتھ کامیاب ہوئے ہیں تاہم کبریت احمر اور اکسیرِ اعظم کی طرح نادر الوقوع اور کم یاب ہیں اور اسی واسطے ان تینوں مقام کے مباحث میں اجمالی اشارات پہ اکتفاء کر کے ان کی تفصیل کو دوسرے مقام کے حوالہ کیا گیا ہے اور نیز ان مقامات کی کنہ کو پہنچنا بلکہ تمام کمالوں کی تحقیق ان خوبیوں کے حاصل ہونے اور ان مفاخر تک پہنچے بغیر ممکن نہیں ہو سکتی پس ان مخفی بھیدوں کے ظاہر کرنے میں کوشش کرنا اور تکلیف اٹھانا لاحاصل ہے اور بے فائدہ۔ فرد

داغِ غلامیت کرد پایہ نصیر و بلند   صد ولایت شود بندہ کہ سلطاں خرید

دوسرا افادہ

یہ جاننا کہ راہِ ولایت اور راہِ نبوت آپس میں متباین ہیں کہ ولایت کے راستے کے چلنے والے راہِ نبوت کے مقامات پہ ہرگز کامیاب نہیں ہوتے یا راہ نبوّت

صراط مستقیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صراط مستقیم

سید احمد شہید

شاہ اسمٰعیل شہید

ترجمہ

مولانا محمد اکرم

اسلامی اکیڈمی

۲۰ اردو بازار لاہور

طابع — منظور احمد

ناشر — اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور

قیمت — [redacted]/ روپے

مطبع — المطبعۃ العربیہ

تعداد — ایک ہزار

کاتب — سیف اللہ گیلانی

انگاروں پر قائم رہنے والا اور جو شخص کہ اس مدت میں نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ مجاہدہ کو چھوڑ کر نفسانی خواہشات کی طرف مائل ہوگا۔ اور امور طبیعیہ پر ٹھہر گیا۔ اور لذتِ شہوانی کو عمل میں لائے گا اور افعال عادیہ میں لگ جائے گا۔ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے جس نے دجال کی خوبی پھر ان مباح امور کی طرف مائل ہو جانا۔ جو عارف کے نزدیک مثل حرام شراب کے ہیں۔ یہ مشابہ اس شخص کے ہے۔ جس کو دجال نے اس کھانے میں سے کھانا کھلایا۔ اور جو شخص نفس غفلتوں اور ان آرزوؤں میں منہمک ہو گیا۔ جو مثل شراب کے ہیں۔ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے۔ جس کو اس ملعون نے اپنے پاس سے پانی پلایا۔ اور عارفین میں سے جو شخص مقام معرفت پر پہنچنے سے پہلے ان اشیاء کی طرف مائل ہو گیا۔ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے جو کبھی نجات نہیں پائے گا پھر دنیاوی زینتوں پر دھوکا کھانا جن کا باقی رہنا محال ہے۔ اور جس کی لذتیں خیالی ہیں۔ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے۔ جو دجال کی جنت میں داخل ہوگا جس کو خدا تعالیٰ دوزخ بنا دے گا اور اس میں اس کا ٹھہرنا ہلاکت ہوگا۔ جس کو توفیق یاور ہوگی۔ اور حق اُسے راہِ حق پہ ثابت رکھے گا۔ وہ انوارِ شریعت سے تحقیق کی رات میں مخالفات۔ مجاہدات و ریاضات کی پشتوں پر سوار ہو کر راہِ حق میں روانہ ہوگا۔ اور دنیا کی گھاس سے ظہورِ رحمٰن کی گاجر میں کھا گزارہ کرے گا[1]۔ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے جو دجال کی آگ میں داخل ہوا۔ جس کو خدا لازوال نعمتیں بنا دے گا۔ اور ایسا ملک بنا دے گا جس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ لیکن وہ ہمیشہ اطراف زمین میں پھرے گا۔ مکہ منورہ اور جنت الاسلام مدینہ میں نہیں جائے گا۔ یہاں تک کہ امر مقدر پورا ہو جائے۔ ایسا ہی دجال نفس کا حال ہے کہ جمیع مقامات میں سوائے دو مقاموں کے وہ بندہ کو اشتباہ میں ڈالتا ہے وہ دو مقام یہ ہیں ایک مقام اصطلام ذاتی یعنی ذات کو لوٹ دینا ہے۔ اور وہ جاذبہ الٰہیہ ذاتیہ سے بندہ کا اپنے وجود سے غائب ہو جانا ہے۔ اور اپنی حس سے کھویا جانا اور اپنے نفس سے فانی ہو جانا ہے اور یہ ہے مقام سُکر اور دوسرا مقام مقام محمدی ہے۔ جو قوم کی اصطلاح میں صحو ثانی کے نام سے موسوم ہے۔ ان دو مقاموں میں نفس کو کوئی مجال نہیں۔ کہ دخل پا سکے۔ اس لیے کہ وہ دونوں غیب الازل میں حوادث علل سے محفوظ ہیں۔ پس وہ دونوں بمنزلہ ان دو شہروں کے ہیں۔ جن میں دجال داخل نہیں ہوگا

[1] لفظ جزر کے معنی گاجر کے ہیں۔ اور اس فقرہ کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مترجم

اور کشوف الٰہیہ میں جو بندہ کو اشتباہ پڑ جاتا ہے اور راہ صواب سے مغالطہ لگ جاتا ہے۔ سو یہ امر اس ملعون پلید کے بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونے کی مانند ہے۔ پھر اس کا اس حلہ کے قریب جس کا نام رملہ ہے۔ ٹھہرنا یہ ہے کہ نفسوں کا دجال جب ہر لباس میں عارف پر ظاہر ہوتا ہے۔ تو کبھی مقام النفس کے مقابلہ میں ظاہر ہوتا ہے پھر جس شخص کو اس بات کی معرفت نہیں ہوتی وہ گمان کرتا ہے کہ وادی اقدس میں پہنچ گیا۔ حالانکہ اس مقام سے اسے کچھ مساس نہیں ہوتا۔ لیکن وہ بدوں حجاب اس کی حد کے قریب پہنچ جاتا ہے اس لیے کہ رملہ مٹی کی اصل سے ہے۔ پھر عیسیٰ روح نازل ہوتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ میں فتوحات کا حربہ ہوتا ہے۔ پھر وہ وہاں اس کو قتل کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ عیسیٰ روح اللہ مالک ہے۔ اور جب حق آجاتا ہے تو باطل ناچیز اور نابود ہو جاتا ہے اور وساوس اور شبہات کا حکم منقطع ہو جاتا ہے پس جیسا کہ ظاہر میں یہ سب امور قیامتِ کبریٰ کی شروط و علامات سے ہیں۔ ایسا ہی باطن میں قیامتِ صغریٰ کی بھی علامات ہیں جو صرف انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔

مہدی علیہ السلام

اور شروط ساعت سے ایک مہدی علیہ السلام کا خروج ہے۔ اور یہ کہ وہ لوگوں میں چالیس سال عدل کریں گے۔ ان کے ایام سرسبز اور ان کی راتیں شگفتہ ہوں گی۔ کھیتی ان میں سرسبز ہوگی۔ تھنوں میں دودھ کثرت سے ہوگا لوگ امن و امان سے عبادتِ رحمٰن میں مصروف ہوں گے۔ ایسا ہی انسان میں قیامتِ صغریٰ کے قائم ہونے کی شرطوں میں سے ایک خروج مہدی ہے اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو صاحبِ مقام محمدی ہے۔ اور ہر کمال کی بلندی میں کامل اعتدال رکھتا ہے اور اس کی دولت چالیس برس تک بغیر انکار کے رہے گی۔ اور وہ مراتب وجود کے عدد ہیں۔ جن کو ہم نے اپنی کتاب مسمّٰی بالکہف والرقیم میں بیان کیا ہے۔ جس کو اس امر کی معرفت مطلوب ہو۔ وہ اس کا مطالعہ کرے۔ اور اس کے ایام کا سرسبز اور راتوں کا شگفتہ ہونا بمنزلہ عارف کے سکر مرقی اور صحو مبقی بدلتے رہنے کے ہے۔ (سکر مُرقی۔ ترقی دینے والا نشہ اور صحو مبقی بقا بخش ہوشیاری) اور زراعت کا کثرت سے ہونا اور تھنوں میں دودھ کا زیادہ ہونا بمنزلہ تواتر انعامات اور پے در پے کرامات کے ہے اور امان بمنزلہ عارف کے مقام خلعت میں داخل

*

باب ۶۱ عربی صفحہ 56 جلد 2

القول المختصر
في
علامات المهدي المنتظر

لأبي العباس أحمد بن محمد بن حجر المكي الهيتمي

دراسة وتحقيق وتعليق
مصطفى عاشور

مكتبة القرآن
للطبع والنشر والتوزيع
٣ شارع القماش بالفرنساوي - بولاق
القاهرة - ت: ٧٦١٩٦٢ - ٧٦٨٥٩١

★ **قادته :**

الخامسة : قادته خير الناس ، أهل نصرته وبيعته من أهل الكوفة ، واليمن ، وأبدال الشام . مقدمته : جبرائيل وميكائيل ، محبوب فى الخلائق ، تطفىء أيديه الفتنة العمياء ، ويأمن أهل الأرض حتى تحج المرأة فى خمس نسوة ما معهن رجل لا يتقين شيئاً إلا الله .

★ **صفته فى أسفار الأنبياء :**

السادسة : مكتوب فى أسفار الأنبياء(٥١) ما عنده ظلم ولا عيب .

★ **فتوحاته :**

السابعة : لواء يعقده المهدى إلى الترك فيهزمهم ، ويأخذ ما معهم من السبى والأموال ، ثم يسير إلى الشام فيفتحها ثم يعتق كل مملوك معه ويعطى قيمته .

★ **حال الناس فى الجزء الأكبر من ولايته :**

الثامنة : يمكث المهدى فيهم تسعاً وثلاثين سنة يقول الصغير : ياليتنى كبرت ، ويقول الكبير : ياليتنى كنت صغيراً .

★ **مدة مكثه :**

التاسعة : يبقى المهدى أربعين عاما .

★ **حياته :**

العاشرة : حياة المهدى ثلاثون، ويمكن الجمع بين هذه الثلاثة بأن المراد بحياته بقاؤه فى الملك ، وعبر بالثلاثين رعايةً للكسر ومن عبر بالأربعين جبره .

★ **عيشته**

الحادية عشر : يعيش المهدى أربع عشرة سنة ، وكأن معناه عيش

---

(٥١) أسفار الأنبياء : أى كتبهم ، مثل : صحف إبراهيم ، وتوراة موسى ، وإنجيل عيسى .

القول المختصر

في

علامات المهدي المنتظر

لأبي العباس أحمد بن محمد بن حجر المكي الهيتمي

دراسة وتحقيق وتعليق

مصطفى عاشور

مكتبة القرآن

للطبع والنشر والتوزيع

٣ شارع القماش بالفرنساوي - بولاق

القاهرة - ت: ٧٦١٩٦٢ - ٧٦٨٥٩١

الثامنة والخمسون : يبايع فى المحرم بعد أن تسبقه فتن وحروب برمضان ومابعده إلى الحجة ، فينهب الحج بمنى ، ويكثر القتل حتى يسيل الدم على الجمرة ، ويهرب صاحبهم المهدى فيبايع بين الركن والمقام وهو كاره ، بل يقال له : إن لم تقبل ضربنا عنقك★.

★ صفة فخذيه :

التاسعة والخمسون : انفراج فخذيه وتباعد ما بينهما .

★ كسر الصليب وقتل الخنزير :

الستون : يخرج المهدى حكما وعدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويطاف بالمال ، فلا يوجد أحد يقبله . ولا ينافيه ما يأتى أن عيسى ﷺ يفعل ذلك ؛ إذ لا مانع أن كلا منهما يفعله .

★ انتصارات المهدى :

الحادية والستون : يفتح الرومية بأربع تكبيرات ، ويقتل ستمائة ألف ، ويستخرج ماأخذ من بيت المقدس ، والتابوت الذى فيه السكينة ، ومائدة بنى إسرائيل ، ورضاضة الألواح ، وحلة آدم ، وعصى موسى ، ومنبر سليمان ، وقفيزين[٣٨] من المنّ الذى أنزل الله عز وجل على بنى إسرائيل أشد بياضاً ، من اللبن ، ثم يأتى لمدينة يقال لها ، (القاطع) طولها ألف ميل ، وعرضها خمسمائة ميل ، ولها ستون وثلثمائة باب ، يخرج من كل باب مائة ألف مقاتل ، فيكبرون عليها أربع تكبيرات ، فيسقط حائطها فيغنمون ما فيها ، ثم يقيمون فيها سبع

★ رواه بنحوه الحاكم فى المستدرك ٥٠٣/٤ .

(٣٨) القفيز : مكيال كان يُكال به قديماً ، ويختلف مقداره فى البلاد ، ويعادل بالتقدير المصرى الحديث نحو ستة عشر كيلو جراماً .

صحيح البخاري

المسمّى:

الجامع الصحيح المسند من حديث رسول الله ﷺ وسننه وأيامه

للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة الجعفي البخاري
رحمه الله تعالى
١٩٤هـ - ٢٥٦هـ

طبعة معتمدة على النسخة "السلطانية" المعتمدة على النسخة اليونينية،
ومصححة على عدة نسخ
ومرقمة الأحاديث والأبواب وفقاً "للمعجم المفهرس" و"تحفة الأشراف"

اعتنى به
أبو عبد الله عبد السلام بن محمد بن عمر علوش

مكتبة الرشد
ناشرون

رَجُلاً قالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسَهَا، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قالَ: «نَعَمْ». [مسلم: كتاب الزكاة، باب وصول ثواب الصدقة عن الميت إليه، رقم: ١٠٠٤]. [الحديث ١٣٨٨ - طرفه في: ٢٧٦٠].

٩٦/٩٦ - بابُ ما جاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ ﵄

﴿فَأَقْبَرَهُۥ﴾ [عبس: ٢١]، أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ إِذَا جَعَلْتَ لَهُ قَبْراً، وَقَبَرْتُهُ: دَفَنْتُهُ. ﴿كِفَاتًا﴾ [المرسلات: ٢٥]: يَكُونُونَ فِيهَا أَحْيَاءً، وَيُدْفَنُونَ فِيهَا أَمْوَاتاً.

١٣٨٩ - حدثنا إِسْماعِيلُ: حَدَّثَنِي سُلَيمانُ، عَنْ هِشَامٍ. وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ، يَحْيى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ: إِنْ كانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيَتَعَذَّرُ فِي مَرَضِهِ: «أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ؟ أَيْنَ أَنَا غَداً؟». اسْتِبْطاءً لِيَوْمِ عائِشَةَ، فَلَمَّا كانَ يَوْمِي، قَبَضَهُ اللهُ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي، وَدُفِنَ فِي بَيْتِي. [طرفه في: ٨٩٠].

١٣٩٠ - حدثنا مُوسى بْنُ إِسْماعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ هِلالٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عائِشَةَ ﵂ قالَتْ: قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ: «لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ». لَوْلا ذلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ، غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ، أَوْ خُشِيَ، أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِداً. وَعَنْ هِلالٍ قالَ: كَنَّانِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَلَمْ يُولَدْ لِي.

حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ: أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ مُسَنَّماً.

حدثنا فَرْوَةُ: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ: لَمَّا سَقَطَ عَلَيْهِمُ الْحَائِطُ فِي زَمَانِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، أَخَذُوا فِي بِنَائِهِ، فَبَدَتْ لَهُمْ قَدَمٌ، فَفَزِعُوا، وَظَنُّوا أَنَّهَا قَدَمُ النَّبِيِّ ﷺ، فَمَا وَجَدُوا أَحَداً يَعْلَمُ ذلِكَ، حَتَّى قالَ لَهُمْ عُرْوَةُ: لَا وَاللهِ، ما هِيَ قَدَمُ النَّبِيِّ ﷺ، ما هِيَ إِلَّا قَدَمُ عُمَرَ ﵁. [طرفه في: ٤٣٦].

١٣٩١ - وَعَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عائِشَةَ ﵂: أَنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ ﵄: لَا تَدْفِنِّي مَعَهُمْ، وَادْفِنِّي مَعَ صَوَاحِبِي بِالْبَقِيعِ، لَا أُزَكَّى بِهِ أَبَداً. [الحديث ١٣٩١ - طرفه في: ٧٣٢٧].

١٣٩٢ - حدثنا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ: حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الأَوْدِيِّ قالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ﵁ قالَ: يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، اذْهَبْ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ، عائِشَةَ ﵂، فَقُلْ: يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ، ثُمَّ سَلْهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ. قالَتْ: كُنْتُ أُرِيدُهُ لِنَفْسِي، فَلأُوثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي. فَلَمَّا أَقْبَلَ، قالَ لَهُ: ما لَدَيْكَ؟ قالَ: أَذِنَتْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قالَ: ما كانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذلِكَ الْمَضْجَعِ، فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُونِي ثُمَّ سَلِّمُوا، ثُمَّ قُلْ: يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَإِنْ أَذِنَتْ لِي فَادْفِنُونِي، وَإِلَّا فَرُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ. إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَحَداً أَحَقَّ بِهذا الأَمْرِ مِنْ هؤُلاءِ النَّفَرِ، الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ، فَمَنِ اسْتَخْلَفُوا بَعْدِي فَهُوَ الْخَلِيفَةُ، فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا، فَسَمَّى: عُثْمانَ، وَعَلِيًّا، وَطَلْحَةَ، وَالزُّبَيْرَ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ، وَسَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ. وَوَلَجَ عَلَيْهِ شَابٌّ مِنَ الأَنْصَارِ، فَقَالَ: أَبْشِرْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بِبُشْرَى اللهِ، كانَ لَكَ مِنَ الْقَدَمِ فِي الإِسْلَامِ ما قَدْ عَلِمْتَ، ثُمَّ اسْتُخْلِفْتَ فَعَدَلْتَ، ثُمَّ الشَّهَادَةُ بَعْدَ هذا كُلِّهِ. فَقَالَ: لَيْتَنِي يَا ابْنَ أَخِي وَذلِكَ كَفَافاً، لَا عَلَيَّ وَلَا لِي، أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِينَ الأَوَّلِينَ خَيْراً، أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ، وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ، وَأُوصِيهِ بِالأَنْصَارِ خَيْراً، الَّذِينَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالإِيمَانَ، أَنْ يُقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَيُعْفَى عَنْ مُسِيئِهِمْ، وَأُوصِيهِ بِذِمَّةِ اللهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ ﷺ، أَنْ يُوفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ، وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ. [الحديث ١٣٩٢ - أطرافه في: ٣٠٥٢، ٣١٦٢، ٣٧٠٠، ٤٨٨٨، ٧٢٠٧].

٩٧/٩٧ - بابُ ما يُنْهَى مِنْ سَبِّ الأَمْوَاتِ

١٣٩٣ - حدثنا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عائِشَةَ ﵂ قالَتْ: قالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَا تَسُبُّوا الأَمْوَاتَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى ما قَدَّمُوا». وَرَوَاهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوسِ، عَنِ الأَعْمَشِ. وَمُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ، عَنِ الأَعْمَشِ. تَابَعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، وَابْنُ عَرْعَرَةَ، وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ. [الحديث ١٣٩٣ - طرفه في: ٦٥١٦].

٩٨/٩٨ - بابُ ذِكْرِ شِرَارِ الْمَوْتَى

١٣٩٤ - حدثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا

اُردو جلد ۱ صفحہ 600 ← 801

ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا

صحیح بخاری

جلد دوم

امیر المومنین فی الحدیث سید الفقہاء

حضرت الامام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتشریح

حضرت مولانا محمد داود راز رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی

حضرت العلام مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ — حضرت العلام مولانا ابو محمد عبدالجبار سلفی رحمہ اللہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

تشریح باب کی حدیث لاکر امام بخاری نے یہ ثابت کیا کہ مومن کے لئے ناگہانی موت سے کوئی ضرر نہیں۔ گو آنحضرت ﷺ نے اس سے پناہ مانگی ہے کیونکہ اس میں وصیت کرنے کی مہلت نہیں ملتی۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ ناگہانی موت مومن کے لئے راحت ہے اور بدکار کے لئے غصے کی پکڑ ہے۔ (وحیدی)

٩٦- بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

وَقَوْلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ فَأَقْبَرَهُ ﴾. أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ: إِذَا جَعَلْتَ لَهُ قَبْرًا. وَقَبَرْتُهُ: دَفَنْتُهُ ﴿كِفَاتًا﴾ يَكُونُونَ فِيهَا أَحْيَاءً، وَيُدْفَنُونَ فِيهَا أَمْوَاتًا

١٣٨٩- حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ يَحْيَى بْنُ أَبِي زَكَرِيَّا عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَتْ: ((إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَيَتَعَذَّرُ فِي مَرَضِهِ: ((أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ، أَيْنَ أَنَا غَدًا؟)) اسْتِبْطَاءً لِيَوْمِ عَائِشَةَ. فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي قَبَضَهُ اللهُ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي وَدُفِنَ فِي بَيْتِي)).

[راجع: ٨٩٠]

باب نبی کریم ﷺ اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کا بیان

اور سورۂ عبس میں جو آیا ہے فاقبرہ تو عرب لوگ کہتے ہیں اقبرت الرجل اقبرہ یعنی میں نے اس کے لئے قبر بنائی اور قبرتہ کے معنی میں نے اسے دفن کیا اور سورۂ مرسلات میں جو کفاتا کا لفظ ہے زندگی بھی زمین ہی پر گزارو گے اور مرنے کے بعد بھی اسی میں دفن ہوں گے۔

(١٣٨٩) ہم سے اسماعیل بن ابی اویس نے بیان کیا' کہا کہ مجھ سے سلیمان بن بلال نے بیان کیا اور ان سے ہشام بن عروہ نے (دوسری سند۔ امام بخاری نے کہا) اور مجھ سے محمد بن حرب نے بیان کیا' کہا ہم سے ابو مروان یحییٰ بن ابی زکریا نے بیان کیا' ان سے ہشام بن عروہ نے' ان سے عروہ بن زبیر نے اور ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے مرض الوفات میں گویا اجازت لینا چاہتے تھے (دریافت فرماتے) آج میری باری کن کے یہاں ہے۔ کل کن کے یہاں ہوگی؟ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن کے متعلق خیال فرماتے تھے کہ بہت دن بعد آئے گی۔۔ چنانچہ جب میری باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح اس حال میں قبض کی کہ آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اور میرے ہی گھر میں آپ دفن کئے گئے۔

تشریح ٢٩ صفر ١١ھ کا دن تھا کہ رسول پاک ﷺ کو تکلیف شروع ہوئی اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو رومال حضور کے سر مبارک پر تھا وہ بخار کی وجہ سے ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہو سکی۔ آپ ١٣ دن یا ١٤ دن بیمار رہے۔ آخری ہفتہ آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر ہی پورا فرمایا۔ ان ایام میں بیشتر آپ مسجد میں جاکر نماز بھی پڑھاتے رہے مگر چار روز قبل حالت بہت دگرگوں ہوگئی۔ آخر ١٢ ربیع الاول ١١ھ یوم دوشنبہ بوقت چاشت آپ دنیائے فانی سے منہ موڑ کر ملاء اعلیٰ سے جا ملے۔ عمر مبارک ٦٣ سال قمری پر چار دن تھی اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وفات پر صحابہ کرام نے آپ کے دفن کے متعلق سوچا تو آخری رائے یہی قرار پائی کہ حجرہ مبارکہ میں آپ کو دفن کیا جائے کیونکہ انبیاء جہاں انتقال کرتے ہیں اس جگہ دفن کئے جاتے ہیں۔ یہی حجرہ مبارکہ ہے جو آج گنبد خضراء کے نام سے دنیا کے کروڑہا انسانوں کا مرجع عقیدت ہے۔ حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی قبر شریف کی نشان دہی کرتے ہوئے یہ ثابت فرمایا کہ مرنے والے کو اگر اس کے گھر ہی میں دفن کردیا جائے تو شرعاً اس

میرے پاس وحید الزماں کا ترجمہ ہے اس نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے جلد ۲ صفحہ 500 یہ ترجمہ داود راز کا ہے

صحيح البخاري

المسمى:

الجامع الصحيح المسند من حديث رسول الله ﷺ وسننه وأيامه

للإمام الحافظ أبي عبد الله محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة الجعفي البخاري
رحمه الله تعالى
١٩٤هـ - ٢٥٦هـ

طبعة معتمدة على النسخة "السلطانية" المعتمدة على النسخة اليونينية،
ومصححة على عدة نسخ
ومرقمة الأحاديث والأبواب وفقاً "للمعجم المفهرس" و"تحفة الأشراف"

اعتنى به
أبو عبد الله عبد السلام بن محمد بن عمر علوش

مكتبة الرشد
ناشرون

فَقَالَ: «اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كانُوا عامِلِينَ». [مسلم: كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة، رقم: ٢٦٥٩]. [الحديث ١٣٨٤ ـ طرفاه في: ٦٥٩٨، ٦٦٠٠].

١٣٨٥ ـ حدثنا آدَمُ: حَدَّثَنا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷺ قالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، كَمَثَلِ البَهِيمَةِ تُنْتَجُ البَهِيمَةَ، هَل تَرَى فِيهَا جَدْعاءَ». [طرفه في: ١٣٥٨].

٩٣/٩٣ ـ بابٌ

١٣٨٦ ـ حدثنا مُوسى بْنُ إِسْماعِيلَ: حَدَّثَنا جَرِيرُ بْنُ حازِمٍ: حَدَّثَنا أَبُو رَجاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قالَ: كانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلاةً، أَقْبَلَ عَلَيْنا بِوَجْهِهِ، فَقالَ: «مَنْ رَأَى مِنْكُمُ اللَّيلَةَ رُؤْيَا»؟ قالَ: فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ قَصَّهَا، فَيَقُولُ: «ما شاءَ اللهُ». فَسَأَلَنا يَوْماً فَقالَ: «هَل رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمْ رُؤْيَا»؟ قُلْنا: لا، قالَ: «لكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيلَةَ رَجُلَينِ أَتَيانِي فَأَخَذَا بِيَدِي، فَأَخْرَجانِي إِلَى الأَرْضِ المُقَدَّسَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ جالِسٌ، وَرَجُلٌ قائِمٌ، بِيَدِهِ كَلُّوبٌ مِنْ حَدِيدٍ». قالَ بَعْضُ أَصْحابِنا عَنْ مُوسى: «أَنَّهُ ـ يُدْخِلُ ذلِكَ الكَلُّوبَ في شِدْقِهِ حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الآخَرِ مِثْلَ ذلِكَ، وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهُ هذا، فَيَعُودُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ، قُلْتُ: ما هذا؟ قالا: انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنا، حَتَّى أَتَيْنا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلَى قَفاهُ، وَرَجُلٌ قائِمٌ عَلَى رَأْسِهِ بِفِهْرٍ، أَوْ صَخْرَةٍ، فَيَشْدَخُ بِهِ رَأْسَهُ، فَإِذَا ضَرَبَهُ تَدَهْدَهَ الحَجَرُ، فَانْطَلَقَ إِلَيهِ لِيَأْخُذَهُ، فَلَا يَرْجِعُ إِلَى هذا، حَتَّى يَلْتَئِمَ رَأْسُهُ، وَعادَ رَأْسُهُ كما هُوَ، فَعادَ إِلَيهِ فَضَرَبَهُ، قُلْتُ: مَنْ هذا؟ قالا: انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنا إِلَى ثَقْبٍ مِثْلِ التَّنُّورِ، أَعْلاهُ ضَيِّقٌ وَأَسْفَلُهُ واسِعٌ، يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ ناراً، فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوا، حَتَّى كادَ أَنْ يَخْرُجُوا، فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوا فِيهَا، وَفِيهَا رِجالٌ وَنِساءٌ عُرَاةٌ، فَقُلْتُ: مَنْ هذا؟ قالا: انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنا، حَتَّى أَتَيْنا عَلَى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قائِمٌ، عَلَى وَسْطِ النَّهَرِ ـ قَالَ يَزِيدُ وَوَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حازِمٍ ـ: وَعَلَى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجارَةٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ، فَإِذَا أَرادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ، فَرَدَّهُ حَيْثُ كانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جاءَ لِيَخْرُجَ رَمى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كما كانَ، فَقُلْتُ: ما هذا؟ قالا: انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنا، حَتَّى انْتَهَيْنا إِلَى رَوْضَةٍ خَضْراءَ، فِيهَا شَجَرَةٌ عَظِيمَةٌ، وَفِي أَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِبْيانٌ، وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ، بَيْنَ يَدَيْهِ نارٌ يُوقِدُهَا، فَصَعِدَا بِي فِي الشَّجَرَةِ، وَأَدْخَلانِي دَاراً، لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهَا، فِيهَا رِجالٌ شُيُوخٌ، وَشَبابٌ وَنِساءٌ وَصِبْيانٌ، ثُمَّ أَخْرَجانِي مِنْهَا، فَصَعِدَا بِي الشَّجَرَةَ، فَأَدْخَلانِي داراً، هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، فِيهَا شُيوخٌ وَشَبابٌ، قُلْتُ: طَوَّفْتُمانِي اللَّيْلَةَ، فَأَخْبِرانِي عَمَّا رَأَيتُ، قالا: نَعَمْ، أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ، يُحَدِّثُ بِالكَذْبَةِ، فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الآفاقَ، فَيُصْنَعُ بِهِ إِلَى يَوْمِ القِيامَةِ، وَالَّذِي رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ، فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللهُ القُرْآنَ، فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيلِ، وَلَمْ يَعْمَل فِيهِ بِالنَّهارِ، يُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ القِيامَةِ، وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّناةُ، وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ آكِلُوا الرِّبا، وَالشَّيْخُ فِي أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْراهِيمُ عَلَيهِ السَّلامُ، وَالصِّبْيانُ حَوْلَهُ فَأَوْلادُ النَّاسِ، وَالَّذِي يُوقِدُ النَّارَ مالِكٌ خازِنُ النَّارِ، وَالدَّارُ الأُولَى الَّتِي دَخَلْتَ دارُ عامَّةِ المُؤْمِنِينَ، وَأَمَّا هذِهِ الدَّارُ فَدارُ الشُّهَداءِ، وَأَنا جِبْرِيلُ، وَهذا مِيكائِيلُ، فَارْفَعْ رَأْسَكَ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي، فَإِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحابِ، قالا: ذاكَ مَنْزِلُكَ، قُلْتُ: دَعانِي أَدْخُلْ مَنْزِلِي، قالا: إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوِ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ». [طرفه في: ٨٤٥].

٩٤/٩٤ ـ بابُ مَوْتِ يَوْمِ الاثْنَيْنِ

١٣٨٧ ـ حدثنا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ: حَدَّثَنا وُهَيبٌ، عَنْ هِشامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عائِشَةَ ﷺ قالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ ﷺ، فَقَالَ: فِي كَمْ كَفَّنْتُمُ النَّبِيَّ ﷺ؟ قالَتْ: فِي ثَلاثَةِ أَثْوابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ، لَيسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمامَةٌ. وَقالَ لَهَا: فِي أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قالَتْ: يَوْمَ الاثْنَينِ. قالَ: فَأَيُّ يَوْمٍ هذا؟ قالَتْ: يَوْمُ الاثْنَينِ. قالَ: أَرْجُو فِيما بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيلِ. فَنَظَرَ إِلَى ثَوْبٍ عَلَيهِ كانَ يُمَرَّضُ فِيهِ ـ بِهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرانٍ، فَقالَ: اغْسِلُوا ثَوْبِي هذا، وَزِيدُوا عَلَيهِ ثَوْبَينِ، فَكَفِّنُونِي فِيهَا. قُلْتُ: إِنَّ هذا خَلَقٌ؟ قالَ: إِنَّ الحَيَّ أَحَقُّ بِالجَدِيدِ مِنَ المَيِّتِ، إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ. فَلَمْ يَتَوَفَّ حَتَّى أَمْسَى مِنْ لَيلَةِ الثَّلاثاءِ، وَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ. [طرفه في: ١٢٦٤].

٩٥/٩٥ ـ بابُ مَوْتِ الفَجْأَةِ البَغْتَةِ

١٣٨٨ ـ حدثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قالَ: أَخْبَرَنِي هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عائِشَةَ ﷺ: أَنَّ

میرے پاس ترجمہ وحید الزماں کا ہے / داؤد راز عربی روایت بھی 1386 ہے
اردو جلد 1 صفحہ 597 سے روایت نمبر 1303 / ترجمہ میں یہی روایت 1386 ہے صفحہ 427

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

صحیح بخاری

جلد دوم

امیر المومنین فی الحدیث سید الفقہاء

حضرت الامام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتشریح

حضرت مولانا محمد داؤد راز رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی

حضرت العلامہ مولانا عبدالسلام بستوی رحمہ اللہ

حضرت العلامہ مولانا ابو محمد عبدالجبار سلفی رحمہ اللہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

آپ کے ارد گرد وہ معصوم بچے جو بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ وہ مسلمانوں کے ہوں یا دیگر قوموں کے اور وہ آگ بھڑکانے والا دوزخ کا داروغہ تھا۔

یہ تمام چیزیں آنحضرت ﷺ کو عالم رؤیا میں دکھلائی گئیں اور آپ نے اپنی امت کی ہدایت و عبرت کے لئے ان کو بیان فرمادیا۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے ثابت فرمایا کہ مشرکین کی اولاد جو بچپن میں انتقال کر جائے جنتی ہے۔ لیکن دوسری روایات کی بناء پر ایسا نہیں کہا جا سکتا۔ آخری بات یہی ہے کہ اگر وہ رہتے تو جو کچھ وہ کرتے اللہ کو خوب معلوم ہے۔ پس اللہ پاک مختار ہے وہ جو معاملہ چاہے ان کے ساتھ کرے ہاں مسلمانوں کی نابالغ اولاد یقیناً سب جنتی ہیں جیسا کہ متعدد دلائل سے ثابت ہے۔

١٣٨٦- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلاَةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: ((مَنْ رَأَى مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا؟)) قَالَ: فَإِنْ رَأَى أَحَدٌ قَصَّهَا، فَيَقُولُ: ((مَا شَاءَ اللهُ)). فَسَأَلَنَا يَوْمًا فَقَالَ: ((هَلْ رَأَى مِنْكُمْ أَحَدٌ رُؤْيَا؟)) قُلْنَا: لاَ. قَالَ: ((لَكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَأَخَذَا بِيَدِي فَأَخْرَجَانِي إِلَى الأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ، فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهِ - قَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوسَى كَلُّوبٌ مِنْ حَدِيْدٍ يُدْخِلُهُ فِي شِدْقِهِ - حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ، ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الآخَرِ مِثْلَ ذَلِكَ، وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهُ هَذَا، فَيَعُودُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ. قُلْتُ : مَا هَذَا؟ قَالاَ : انْطَلِقْ. فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ عَلَى قَفَاهُ، وَرَجُلٌ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِهِ بِفِهْرٍ أَوْ صَخْرَةٍ، فَيَشْدَخُ بِهَا رَأْسَهُ، فَإِذَا ضَرَبَهُ تَدَهْدَهَ

(١٣٨٦) ہم سے موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کیا' کہا ہم سے جریر بن حازم نے بیان کیا' کہا کہ ہم سے ابو رجاء عمران بن تمیم نے بیان کیا اور ان سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نماز (فجر) پڑھنے کے بعد (عموماً) ہماری طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور پوچھتے کہ آج رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو بیان کرو۔ راوی نے کہا کہ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو اسے وہ بیان کر دیتا اور آپ اس کی تعبیر اللہ کو جو منظور ہوتی بیان فرماتے۔ ایک دن آپ نے معمول کے مطابق ہم سے دریافت فرمایا کیا آج رات کسی نے تم میں کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کی کہ کسی نے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا لیکن میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ انہوں نے میرے ہاتھ تھام لئے اور وہ مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے۔ (اور وہاں سے عالم بالا کی مجھ کو سیر کرائی) وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص تو بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں (امام بخاری نے کہا کہ) ہمارے بعض اصحاب نے (غالباً عباس بن فضیل اسقاطی نے موسیٰ بن اسماعیل سے یوں روایت کیا ہے) لوہے کا آنکس تھا جسے وہ بیٹھنے والے کے جبڑے میں ڈال کر اس کے سر کے پیچھے تک چیر دیتا پھر دوسرے جبڑے کے ساتھ بھی اسی طرح کرتا تھا۔ اس دوران میں اس کا پہلا جبڑا صحیح اور اپنی اصلی حالت پر آجاتا اور پھر پہلے کی طرح وہ اسے دوبارہ چیرتا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرے ساتھ کے دونوں آدمیوں نے کہا کہ آگے چلو۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک ایسے شخص کے پاس آئے جو سر کے بل

الْحَجَرُ، فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ لِيَأْخُذَهُ فَلَا يَرْجِعُ إِلَى هَذَا حَتَّى يَلْتَئِمَ رَأْسُهُ وَعَادَ رَأْسُهُ كَمَا هُوَ، فَعَادَ إِلَيْهِ فَضَرَبَهُ، قُلْتُ : مَنْ هَذَا؟ قَالَا: انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا إِلَى نَقْبٍ مِثْلَ التَّنُّورِ أَعْلَاهُ ضَيِّقٌ وَأَسْفَلُهُ وَاسِعٌ يَتَوَقَّدُ تَحْتَهُ نَارًا، فَإِذَا اقْتَرَبَ ارْتَفَعُوا حَتَّى كَادَ وَ أَنْ يَخْرُجُوا، فَإِذَا خَمَدَتْ رَجَعُوا فِيهَا، وَفِيهَا رِجَالٌ وَنِسَاءٌ عُرَاةٌ. فَقُلْتُ : مَنْ هَذَا؟ قَالَا: انْطَلِقْ. فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ، فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ، عَلَى وَسَطِ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ – قَالَ يَزِيدُ وَوَهَبُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ: وَعَلَى شَطِّ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ– فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ. فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالَا: انْطَلِقْ. فَانْطَلَقْنَا حَتَّى انْتَهَيْنَا إِلَى رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فِيهَا شَجَرَةٌ عَظِيمَةٌ، وَفِي أَصْلِهَا شَيْخٌ وَصِبْيَانٌ، وَإِذَا رَجُلٌ قَرِيبٌ مِنَ الشَّجَرَةِ بَيْنَ يَدَيْهِ نَارٌ يُوقِدُهَا، فَصَعِدَا بِي إِلَى الشَّجَرَةِ وَأَدْخَلَانِي دَارًا لَمْ أَرَ قَطُّ أَحْسَنَ وَ أَفْضَلَ مِنْهَا، فِيهَا رِجَالٌ شُيُوخٌ وَشَبَابٌ وَنِسَاءٌ وَصِبْيَانٌ، ثُمَّ أَخْرَجَانِي مِنْهَا فَصَعِدَا بِي إِلَى الشَّجَرَةِ فَأَدْخَلَانِي دَارًا

لیٹا ہوا تھا اور دوسرا شخص ایک بڑا سا پتھر لئے اس کے سر پر کھڑا تھا۔ اس پتھر سے وہ لیٹے ہوئے شخص کے سر کو کچل دیتا تھا۔ جب وہ اس کے سر پر پتھر مارتا تو سر پر لگ کر وہ پتھر دور چلا جاتا اور وہ اسے جا کر اٹھا لاتا۔ ابھی پتھر لے کر واپس بھی نہیں آتا تھا کہ سر دوبارہ درست ہو جاتا۔ بالکل ویسا ہی جیسا پہلے تھا۔ واپس آ کر وہ پھر اسے مارتا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ ان دونوں نے جواب دیا کہ ابھی اور آگے چلو۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک تنور جیسے گڑھے کی طرف چلے۔ جس کے اوپر کا حصہ تو تنگ تھا لیکن نیچے سے خوب فراخ۔ نیچے آگ بھڑک رہی تھی۔ جب آگ کے شعلے بھڑک کر اوپر کو اٹھتے تو اس میں جلنے والے لوگ بھی اوپر اٹھ آتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ اب وہ باہر نکل جائیں گے لیکن جب شعلے دب جاتے تو وہ لوگ بھی نیچے چلے جاتے۔ اس تنور میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں۔ میں نے اس موقع پر بھی پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لیکن اس مرتبہ بھی جواب یہی ملا کہا کہ ابھی اور آگے چلو' ہم آگے چلے۔ اب ہم خون کی ایک نہر کے اوپر تھے نہر کے اندر ایک شخص کھڑا تھا اور اس کے بیچ میں (یزید بن ہارون اور وہب بن جریر نے جریر بن حازم کے واسطہ سے وسط النہر کے بجائے شط النہر نہر کے کنارے کے الفاظ نقل کئے ہیں) ایک شخص تھا۔ جس کے سامنے پتھر رکھا ہوا تھا۔ نہر کا آدمی جب باہر نکلنا چاہتا تو پتھر والا شخص اس کے منہ پر اتنی زور سے پتھر مارتا کہ وہ اپنی پہلی جگہ پر چلا جاتا اور اسی طرح جب بھی وہ نکلنے کی کوشش کرتا وہ شخص اس کے منہ پر پتھر اتنی ہی زور سے پھر مارتا کہ وہ اپنی اصلی جگہ پر نہر میں چلا جاتا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابھی اور آگے چلو۔ چنانچہ ہم اور آگے بڑھے اور ایک ہرے بھرے باغ میں آئے۔ جس میں ایک بہت بڑا درخت تھا اس درخت کی جڑ میں ایک بڑی عمر والے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ کچھ بچے بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ درخت سے قریب ہی ایک شخص اپنے آگے آگ سلگا رہا تھا۔ وہ میرے دونوں ساتھی مجھے لے کر اس درخت پر چڑھے۔

هِيَ أَحْسَنُ وَأَفْضَلُ، فِيهَا شُيُوخٌ وَشَبَابٌ. فَقُلْتُ: طَوَّفْتُمَانِي اللَّيْلَةَ فَأَخْبِرَانِي عَمَّا رَأَيْتُ. قَالاَ: نَعَمْ. أَمَّا الَّذِيْ رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الآفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهِ مَا رَأَيْتَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالَّذِي رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللهُ الْقُرْآنَ، فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ، يُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ. وَالَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهْرِ آكِلُو الرِّبَا. وَالشَّيْخُ فِي أَصْلِ الشَّجَرَةِ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ، وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهُ فَأَوْلاَدُ النَّاسِ. وَالَّذِي يُوقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ. وَالدَّارُ الأُولَى الَّتِي دَخَلْتَ دَارُ عَامَّةِ الْمُؤْمِنِينَ. وَأَمَّا هَذِهِ الدَّارُ فَدَارُ الشُّهَدَاءِ. وَأَنَا جِبْرِيلُ، وَهَذَا مِيكَائِيلُ. فَارْفَعْ رَأْسَكَ. فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا فَوْقِي مِثْلُ السَّحَابِ. قَالاَ: ذَاكَ مَنْزِلُكَ. فَقُلْتُ: دَعَانِي أَدْخُلْ مَنْزِلِي. قَالاَ: إِنَّهُ بَقِيَ لَكَ عُمُرٌ لَمْ تَسْتَكْمِلْهُ، فَلَوْ اسْتَكْمَلْتَ أَتَيْتَ مَنْزِلَكَ)).

[راجع: ٨٤٥]

اس طرح وہ مجھے ایک ایسے گھر میں اندر لے گئے کہ اس سے زیادہ حسین وخوبصورت اور بابرکت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس گھر میں بوڑھے' جوان' عورتیں اور بچے (سب ہی قسم کے لوگ) تھے۔ میرے ساتھی مجھے اس گھر سے نکال کر پھر ایک اور درخت پر چڑھا کر مجھے ایک اور دوسرے گھر میں لے گئے جو نہایت خوبصورت اور بہتر تھا۔ اس میں بھی بہت سے بوڑھے اور جوان تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم لوگوں نے مجھے رات بھر خوب سیر کرائی۔ کیا جو کچھ میں نے دیکھا اس کی تفصیل بھی کچھ بتلاؤ گے؟ انہوں نے کہا ہاں وہ جو تم نے دیکھا تھا اس آدمی کا جبڑا لوہے کے آنکس سے پھاڑا جا رہا تھا تو وہ جھوٹا آدمی تھا جو جھوٹی باتیں بیان کیا کرتا تھا۔ اس سے وہ جھوٹی باتیں دوسرے لوگ سنتے۔ اس طرح ایک جھوٹی بات دور دور تک پھیل جایا کرتی تھی۔ اسے قیامت تک یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ جس شخص کو تم نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا تو وہ ایک ایسا انسان تھا جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا لیکن وہ رات کو پڑا سوتا رہتا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ اسے بھی یہ عذاب قیامت تک ہوتا رہے گا اور جنہیں تم نے تنور میں دیکھا تو وہ زناکار تھے۔ اور جس کو تم نے نہر میں دیکھا وہ سود خوار تھا اور وہ بزرگ جو درخت کی جڑ میں بیٹھے ہوئے تھے وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے اردگرد والے بچے' لوگوں کی نابالغ اولاد تھی اور جو شخص آگ جلا رہا تھا وہ دوزخ کا داروغہ تھا اور وہ گھر جس میں تم پہلے داخل ہوئے جنت میں عام مومنوں کا گھر تھا اور یہ گھر جس میں تم اب کھڑے ہو' یہ شہداء کا گھر ہے اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میرے ساتھ میکائیل ہیں۔ اچھا اب اپنا سر اٹھاؤ میں نے جو سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر بادل کی طرح کوئی چیز ہے۔ میرے ساتھیوں نے کہا کہ یہ تمہارا مکان ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ پھر مجھے اپنے مکان میں جانے دو۔ انہوں نے کہا کہ ابھی تمہاری عمر باقی ہے جو تم نے پوری نہیں کی اگر آپ وہ پوری کر لیتے تو اپنے مکان میں آجاتے۔